

اصلاح

منبر | ماه شوال | المکرم ۱۳۵۵ | جلد

مدیر

خواجه لانا اسید علی حیدر رضا قبلہ دام برکاتہم

مقام اشاعت

کجھوا (صوبہ بہار)

۱۰۶۲۸۸

خدیوہ سالانہ تقسیم دہم میں ریاست

پندرہ سالانہ تقسیم اولیٰ میں ریاست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اصلاح

نمبر ۱۰۰ | ماہ شوال المکرم ۱۳۵۵ھ | جلد

الحمد للہ منہم حقیقی کا لاکھوں شکر یہ کہ اُس نے ہمیں نعمت صحت عطا فرمائی اور اتنی قوت بھی دی کہ ۲۰ ماہ رمضان المبارک سے روزے رکھے۔ اور اسکے بعد اُسکے دینِ مبین کی خدمت میں بھی مشغول ہو گئے چنانچہ محض اسی کے فضل و کرم سے سوانح عمری جلد دوم کے ۲۷ صفحہ اس نمبر میں شائع کئے جاتے ہیں۔ اب اس کے ۳۴ صفحہ اور باقی ہیں اگر اس کا فضل و کرم شامل حال رہا اور اُس کی توفیق نے حمایت کی تو ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے اصلاح میں بھی ۷۲-۷۳ صفحہ دیگر یہ کتاب ذی الحجہ تک مکمل کر دی جائے گی۔ آپ حضرات و عا فرما کر ممنون کریں۔

تاریخ ائمہ گزشتہ نمبر میں ہم نے دریافت کیا تھا کہ محرم ۱۳۵۵ھ ہجری سے رسالہ اصلاح میں تاریخ ائمہ شروع کی جائے یا نہیں۔ اس پر متعدد خطوط آئے کہ ضرور شروع کی جائے۔ اس کتاب کی شدید ضرورت ہے۔ لہذا اب یہ طے کر لیا گیا کہ انا اللہ محرم ۱۳۵۵ھ سے اصلاح کے ساتھ ۳۴ صفحہ ماہوار اس کتاب مستطاب تاریخ ائمہ کے شائع کئے جائیں گے اور سال بھر کے اندر ۱۲ صفحہ کی یہ کتاب مکمل کر دی جائیگی۔

سوانح عمری خلیفہ دوم اس کے بعد فوراً خلیفہ دوم کی سوانح عمری کا شائع کرنا بھی ضرور ہے سال بھر کا رقتِ ناظرین و ہمدان اصلاح کیلئے کافی ہے۔ اگر چاہیں تو اس مدت میں سوانح عمری خلیفہ دوم کی ضرورتیں پوری کر دے سکتے ہیں۔ ہم نے بار بار آٹھ ہزار روپیہ کی ضرورت ظاہر کی تاکہ پچاس پچاس روپیہ ماہوار کے دو عین مصنف ہم سلسلہ کام میں جاری مدد کریں اور تین ہزار روپیہ میں ضرورتیں تمام بین سنگالی جائیں۔ اس آٹھ ہزار روپیہ کے انتظام کی ایک آسان صورت یہ بھی ہے کہ سوانح عمری خلیفہ اول کی دونوں جلدوں سے مذہبِ شیعہ کی حقیقت جس درجہ ثابت ہو چکی ہے وہ ان خطوط سے ظاہر ہے جن سے بعض کی نقل پہلے شائع ہو چکی۔ اور کتاب تصویر منظر میں غزاداری کی

بن نون کو مقرر کیا تھا۔ حضرت نے فرمایا میرے وصی علی بن ابی طالب اور اُن کے بعد میرے دونوں نواسے حسن و حسین اور اُن کے بعد نو امام حسین کی نسل سے ہوں گے۔ اس یہودی نے کہا اے محمد آپ مجھے اُن سب کا نام بھی بتادیں تو حضرت نے فرمایا کہ جب حسین گزر جائیں گے تو اُن کے بیٹے علی ہوں گے۔ اُن کے بعد اُن کے فرزند محمد ہوں گے۔ اُن کے بعد اُن کے صاحبزادے جعفر ہوں گے۔ جب اُن کا زمانہ بھی ختم ہو جائیگا تو اُن کے بیٹے موسیٰ ہوں گے۔ ان کے بعد اُن کے فرزند علی ہوں گے۔ ان کے بعد اُن کے صاحب زادے محمد ہوں گے۔ جب وہ اٹھ جائیں گے تو ان کے فرزند علی ہوں گے۔ جب وہ گزر جائیں گے تو ان کے فرزند حسن ہوں گے۔ اور اُن کے بعد اُن کے فرزند محمد مدنی ہوں گے جو حجت خدا رہیں گے۔ پس یہی بارہ امام میرے اوصیاء ہیں۔ اُس یہودی نے کہا یہ بھی فرمائیے کہ علی اور حسن و حسین کس طرح مر سکیں گے حضرت نے فرمایا علی کے سر تلوار کا ایک وار پڑیگا جس سے وہ قتل ہو جائیں گے۔ اور حسن زہر دیکر قتل کئے جائیں گے اور حسین ذبح کئے جائیں گے۔ اُس یہودی نے پوچھا یہ لوگ مر کہاں رہیں گے۔ حضرت نے فرمایا بہشت میں اور وہاں بھی خاص میرے درجہ میں۔ تب اُس یہودی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں ہے اور یہ کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ بھی کہ یہی حضرات جن کے آپ نے نام بتائے آپ کے بعد آپ کے اوصیاء ہوں گے۔ ہم نے سابق کی کتابوں میں اور جن باتوں کا عہد ہم سے حضرت موسیٰ نے کیا تھا ان میں یہ لکھا ہوا پایا ہے کہ جب آخر زمانہ ہوگا تو ایک نبی مبعوث ہوں گے جن کا نام احمد اور محمد ہوگا وہ خاتم الانبیاء ہوں گے کہ ان کے بعد پھر کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اُن پیغمبر کے اوصیاء اُن کے بعد بارہ ہوں گے۔ اُن کے اول تو اُس نبی کے چچا زاد بھائی اور داماد ہوں گے۔ اور دوسرے اور تیسرے وصی انہیں امام اول کے فرزند ہوں گے جو دونوں آپس میں بھائی ہوں گے اور اُس نبی کی امت ہی اُس پہلے وصی کو تلوار سے اور دوسرے کو زہر سے اور تیسرے کو اُن کے اہلیت کے ساتھ تلوار و پیاس کی مصیبت سے عالم غربت میں قتل کرے گی۔ وہ اس طرح ذبح کئے جائیں گے جس طرح بیڑ بکری کے بچے ذبح کئے جاتے ہیں۔ اور وہ بزرگ اس مصیبت قتل پر صبر کریں گے جس سے ان کے اور اُن کے اہلیت اور اُن کی درجہ بلند ہوگا اور اس ذریعہ سے وہ اپنے دوستوں اور پیروؤں کو جہنم سے بچالیں گے۔ اور اُس نبی کے

شعبہ ہجری کو مہدی دو ذیات الاعیان جلد ۲) اور علامہ ابوالفداء نے لکھا ہے قتالہ
 القائم والمہدی والنجۃ وولد المتظہر المذکور فی سنت خمس وخمسين ومائین یعنی حضرت ک
 قائم اور مہدی اور نجبت کہتے ہیں۔ یہ امام منتظر شعبہ ہجری میں پیدا ہوئے زمانہ پنج ابوالف
 جلد ۲) اور علامہ شیخ عبد الوہاب شمرانی نے لکھا ہے۔ یتربخ خروج المہدی ۲۰۰۰ وھو من
 اولاد الامام حسن العسکری ۲ ومولده لیلة النصف من شعبان ۲۰۰۰ ہجری وھو باقی الی
 ان یقتلہ بعیسی بن مریم ۲ فیکون عصرہ الی وقتنا هذا وھو ۲۰۰۰ سبعمائة سنة وست
 سنین لابد من خروج المہدی ... وھو من عترة رسول اللہ ۲ من ولد فاطمة بنت جده
 الحسین بن علی ووالده حسن العسکری ابن الامام علی النقی ابن محمد النقی ابن الامام علی الرضا
 ابن الامام موسی کاظم ابن الامام محمد الباقر ابن الامام زین العابدین علی ابن الامام
 حسین ابن الامام علی رضی اللہ عنہ یعنی حضرت مہدی کے ظہور کا براہ انتظار رہتا ہے۔ آپ شب و روز
 شعبہ ہجری میں پیدا ہوئے اور اس وقت تک باقی رہیں گے کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ جمع
 ہوں۔ اس حساب سے آپ کی عمر اس وقت ۲۰۰۰ ہجری میں ۶۰۳ سال کی ہوئی۔ آپ
 ظاہر ہو کر رہیں گے۔ آپ حضرت رسول خدا کی عترت اور جناب فاطمہ زہراء کی
 اولاد سے ہیں۔ آپ کے والد امام حسن عسکری فرزند امام علی نقی فرزند امام محمد تقی
 فرزند امام علی رضا فرزند امام موسی کاظم فرزند امام جعفر صادق فرزند امام محمد باقر
 فرزند امام زین العابدین فرزند امام حسین فرزند حضرت علی نقی دیلوی وقت واجبا
 محبوب مصر جلد ۲)۔

واضح ہو گیا کہ خدا نے دوسرے حضرات دائم اثنا عشر کو حضرت رسول خدا صلی
 علیہ وسلم مقرر کر دیا تھا اور آنحضرت نے اپنی زندگی ہی میں ان باتوں کا اچھی طرح اعلان
 بھی کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ یہ بھی طے ہو گیا کہ حضرت ابوبکر کو نہ خدا نے خلیفہ بنایا نہ رسول
 نے بلکہ یہ خدمت صرف حضرت عمر نے انجام دی جس سے مدوح خلیفہ بن گئے۔ اگر
 حضرت رسول خدا صلی علیہ وسلم کسی اشارہ کنایہ سے بھی آپ کی خلافت کے متعلق کچھ ظاہر
 فرماتے ہوتے تو آپ تنفیہ میں خلافت کے لئے دوسروں کا نام ہرگز نہ لیتے۔ قال
 ابوبکر انا قد دنیثکم احد ھذین الرجلین عیادابا عبیدہ ... تمام خبر قتال

فرماتے تھے کہ نہیں آپ ہی یہ رحمت قبول فرمائیں لیکن حضرت عمر کا درجہ بڑھا ہوا تھا آپ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ اور حضرت ابو بکر سی کو آگے کر دیا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت عمر جانتے تھے کہ رسول خدا گئے بعد حضرت علی کے مقابلہ میں جو شخص بھی خلافت پر قدم رکھیگا وہ مخالفوں اور جانتوں کا شکار ہو جائیگا۔ بہتر ہے کہ اس کے لئے حضرت ابو بکر ہی پیش کئے جائیں۔ اور جب میدان ہموار اور کار خلافت آسان ہو جائے گا تو ہم خود اس بار کو اٹھا لیں گے۔ علاوہ بریں حضرت ابو بکر بہت بوڑھے ہو چکے ہیں خلافت کے ابتدائی جھگڑوں کو ختم کرتے کرتے ان کی طبیعت پوری ہی ہو جائے گی۔ اس وقت ان کی بیعت کر لینے سے ابتدائی مصائب سے ہم محفوظ رہیں ہو جاتے ہیں اور ان پر احسانِ عظیم بھی ہوا جاتا ہے جس کے عوض یہ دنیا سے چلتے وقت خلافت کو ہمارے ہی حوالہ کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اسی وقت یہ بات فرمادی۔ اِنَّ عَلِیَّکُمْ اللّٰہُ وَجہہ اَنِّیْ بِرَاسِیْکُمْ وَہُوَ یَقُولُ اَنَا صِدِّقُ اللّٰہِ وَلِخُورِ سُوْلہ - فَعِیْلٌ لَّیْ اَبَا بَکْرٍ - فَخَالِ اَنَا اَحَقُّ بِہَذَا الْاَمْرِ مِنْکُمْ - لَا اَبَا یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ اَوْلٰی بِالْبَیْعَتِیْ - اَجَلْتُمْ جَدَّ الْاَمْرِ مِنَ الْاَنْصَارِ وَاحْتَجَجْتُمْ عَلَیْہِم بِالْعُرْبِیَّةِ مِنَ الْبُیُوتِ وَتَاخَذُوہُ مِنْ اٰہْلِ الْبَیْتِ غَضَبًا - السَّيْمُ رِیْعَتُہُمْ لَلْاَنْصَارِ اَنْتُمْ اَوْلٰی بِہَذَا الْاَمْرِ مِنْہُمْ لَمَّا كَانَ عَقْدُ مِنْکُمْ فَاَعْلَیْکُمُ الْمَعَادَةُ وَاسْلَمُوا لَیْکُمُ الْاَمَانَةُ - فَاِذَا احْتَجَّ عَلَیْکُمْ بِمَثَلِ مَا احْتَجَجْتُمْ عَلَی الْاَنْصَارِ فَمَنْ اَوْلٰی بِرِیْءِ اللّٰہِ حَیًّا وَمِثًّا فَانْصَرِفُوْا اِنْ کُنْتُمْ تَقْرَئُوْنَ - وَالْاَفْصَیْوَا بِالْفَلَمِ وَاَنْتُمْ اَعْلَمُنَّ - فَقَالَ لَہُ عَمْرَؤُکَ لَسْتُ مَعْرُوفًا حَتّٰی تَبَايَعُ - فَقَالَ لَہُ عَلِیٌّ اَحْلَبُ حَلِیْلًا شَقِیًّا وَشَدَّ لَہُ الْیَوْمَ بِرَدِّہُ عَلَیْکَ خَدَاہُ اَنْتُمْ قَالَ وَاللّٰہِ یَا عَمْرُو لَا تَجْلِ قَوْلَکَ وَلَا اَبَا یَعْلَہُ فَقَالَ لَہُ اَبُو بَکْرٍ فَاَنْ لَمْ تَبَايَعْ خَلَاکَ وَہَاکَ - حِیْبُ حَضْرَتِ اَبُو بَکْرٍ کے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کے پاس لائے تو آپ فرماتے تھے میں خدا کا بندہ اور اُس کے رسول کا بھائی ہوں۔ حضرت سے کہا گیا ابو بکر کی بیعت کر لیجئے۔ فرمایا تم سب سے زیادہ حق خلافت میں ہو۔ میں بیعت نہیں کر سکتا بلکہ تم لوگوں ہی کو نیز بیعت کرنی چاہئے۔ تم نے خلافت کو انصاف سے نکالتے وقت یہ استدلال کیا کہ تم حضرت رسول خدا صلعم کے قرابت مند ہو۔ مگر تم سب اس خلافت کو ہم الہیت در رسول سے غصب کر کے اپنے

میں رہتا چلتے ہو۔ کیا تم نے انصار کے مقابلہ میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ محمد
ہم لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں اس وجہ سے خلافت کے بھی زیادہ
استحقاق ہیں۔ تمہاری اس دلیل پر انصار نے خلافت تمہیں چھوڑ دی اور حکومت
تمہارے حوالہ کر دی۔ اب میں بھی تمہارے مقابلہ میں وہی دلیل پیش کرتا ہوں جو
تم نے انصار کے مقابلہ میں پیش کی تھی اور کہا ہوں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی
زندگی میں اور حضرت کے انتقال پر بھی ہم (اہلبیت) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریبی
رشتہ دار بلکہ حضرت کے جڑوا ہیں۔ اب اگر ایمان رکھتے ہو تو ہمارے حق میں
انصاف کرو ورنہ جان بوجھ کر ظالم بنے رہو۔ حضرت علیؓ کی اس تقریر پر حضرت
بولے جب تک تم بیعت نہیں کر لو گے چھوڑے نہیں جاسکتے۔ اس پر حضرت علیؓ نے
کہا ہاں ہاں اس (خلافت) کا دودھ خوب دودھ لو جس سے تمہیں یہی حق ملے
اور آج اس خلافت کو ابو بکر کے لئے خوب مضبوط کر دو تاکہ کل ہی (مکر) یہ تمہارے
حوالہ کر دیں۔ پھر فرمایا: اے عمر خدا کی قسم میں تمہارا قول نہیں مان سکتا اور نہ ان کی
بیعت کر سکتا ہوں (۱)۔ حضرت ابو بکر نے کہا اگر آپ بیعت نہیں کریں گے تو میں مجبوراً
مکروں گا۔ کتاب الامامہ والسیاتہ مبلوغہ مصر ص ۱۹۔

کس درجہ حیرت خیز ہے کہ حضرت ابو بکر یا حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے اس استدلال
کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر اپنی خلافت کے حق ہونے کی کوئی وجہ پاتے تو ضرور بیان

کئے ہوتا۔ لیکن ایک بات کہتی ہے کہ حضرت علیؓ نے اس کے کچھ دنوں بعد حضرت ابو بکر کی
بیعت کر لی۔ مگر حضرت علیؓ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے کسی بیعت نہیں کی
اس لئے کہ آپ نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا کہ میں تمہارا قول نہیں مان سکتا اور نہ ان کی بیعت
کر سکتا ہوں۔ آپ قسم کھانے کے بعد حضرت اس کے خلاف کچھ کر سکتے تھے۔ ہاں اگر قسم
کھانے کا کفار اور کفریہ بیعت کر سکتے تھے مگر اسلام کی کسی کتاب حدیث یا کلام
اسبق وغیرہ میں کفریہ بیعت یا کفریہ روایت یا قول بھی اس معنی کا نہیں ہے کہ
حضرت علیؓ نے اپنے بیعت کفار اور کفریہ بیعت کی۔

کہہ دیتے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کس غرض سے خلیفہ ہوئے۔ بس وہ ایسا ہو گیا جس کو زبان پر نہیں لاسکتے تھے۔ لیکن آپ نے انتقال کے وقت جو کلام فرمایا اس میں اس کی طرف اشارہ موجود تھا۔ جب آپ مرضِ موت میں مبتلا ہوئے تو مسلمانوں سے فرمایا واللہ انا لشدید الوجع ولما القی منکم یا معشر المهاجرین اشدّ علی من وجعی۔ انا ولیت امرکم ولست خیرکم فی نفسی مملکہ ودم انفسا وادۃ ان یحیون ہذا الامر لہ وذالک لہما دایمہ الدنیا قلنا قلت۔ خدا کی قسم مجھے سخت درد ہے اور اے گروہِ ہاجرین تم سے جو باتیں مجھ کو پہنچتی ہیں وہ میرے دل سے زیادہ میرے لئے اذیت رساں ہیں۔ اگرچہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں مگر میں تمہارا حاکم بن گیا تو تم لوگوں کی ناکیں غیظ و غضب سے پھول گئیں۔ کیونکہ ہر شخص کی خواہش تھی کہ خود ہی خلیفہ بن جائے۔ اور یہ سب اس وجہ سے کہ تم لوگوں نے رسولِ خدا صلعم کے آخری زمانہ میں) دیکھ لیا تھا کہ دنیا نے (مسلمانوں کی طرف) رخ کر دیا ہے (کتاب الاماتہ والسیاستہ ص ۱۷) اس سے ثابت

۱۔ حجۃ الاسلام امام غزالی نے اس غرض کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں اجمع البما میں علی متن الحدیث عن خطبۃ یوم غدیر خمد با اتفاق اجمیع وھو قول من کنت مولاء فعلی مولاء فقال عمر بن الخطاب یا ابا الحسن لقد اصبحنا مولای و مولائکم مؤمن و مؤمنۃ ہذا التسمیہ ورضا و تحکیم۔ ثم بعد ذلک ظلم العوی لحبّ الریاسۃ وحمل عمو و الخلائفۃ و حقوق البنود و لفحقان المعوی فی قعقۃ الایات و اشتباک اذہام الخیول و فقر الامار سقام کاس المعوی قماحاً فی المظلال الاعلیٰ۔ فبذہ و راع غمورہم و استروا بہ ثمننا کلیدہ۔ فبش ما یسترون و لما ت رسول اللہ ص قال قبل وفاتہ ایتونی بدوات و بیان لازیل عنکم اسأل الامروا ذکرکم من المستحق لہا بعدی۔ قال عمرو و هو الرجل خائف لیمحی و قبل یمحی و خافوا بطل عنکم بیا و یل النفس من فہمتم الی الاجماع و ہذا منقو من ایضاً فانّ الجاس و اولادہ و علیا و زوجتہ و اولادہ لہم حصۃ و اعلقنا لیسۃ

ہو کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دنیا نے مسلمانوں کی طرف رخ کر دیا
 جس وجہ سے ہر شخص کی آمد و رفت تھی کہ حضرت کا خلیفہ وہی ہو مگر حضرت ابوبکر

و خالفکم اعداء السقیفۃ - یعنی جمہور علماء و محققین اسلام نے اس بات پر اجماع کیا ہے
 کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ یوم غدیر خم میں حدیث غدیر کو ضرور ارشاد فرمایا
 اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من کنت مولاه فلیک مولاه (جس
 کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں) اس پر حضرت عمرؓ نے فوراً کہا کہ اے ابوبکر! آپ کو
 مبارک ہو۔ مبارک ہو آج آپ میرے اور ہر ایمان والے مرد و عورت کی والدہ عورت کے
 مولا ہو گئے۔ (امام غزالی فرماتے ہیں) حضرت عمرؓ کا یہ کہنا درحقیقت حضرت علیؓ کی خلافت و
 حکومت کو مان لینا اور اس پر راضی ہو جانا تھا۔ مگر اس کے بعد بادشاہت پر قبضہ کرنے کے
 کے نشان اٹھائے۔ جمعدوں کے پھرے ہلانے۔ غلوں کی کھڑکڑاہٹ میں ہوا کے جھونکے
 مارنے۔ فوج میں گھوڑوں کے آردھام اور پیلا کرنے اور شہروں کے فتح کرنے کی آندو تھانے
 کی وجہ سے ان لوگوں پر خواہش نفسانی غالب آگئی جس نے ان کو نفس پرستی کے جام سے سیراب
 کر دیا۔ اس کی وجہ سے یہ لوگ خلافت اولیٰ کی طرف (یعنی اپنی اس حالت کی جانب جو اسلام کے
 قیام تک) پلٹ گئے۔ غرض اس دین اسلام کو ان لوگوں نے پس پشت پھینک دیا۔ اور اس
 قابل قدر مذہب کو بچ کر اس کی بہت ہی کم قیمت لے لی۔ افسوس کیا ہی بری چیز دنیا میں لوگوں
 نے خریدی تھی۔ اور جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کر گئے تو اس سے پہلے ارشاد فرمایا
 تم لوگ میرے پاس دو ات اور کاغذ لاؤ تاکہ میں تم لوگوں کے لئے خلافت کا شکل مل کر دوں
 اہم تم لوگوں کو یا بظاہر کہ میرے بعد خلافت کا مستحق کون ہے۔ مگر اس پر حضرت عمرؓ نے
 کہ اس شخص کو چھوڑ دو یہ ہدیان تک رہا ہے۔ یا ابوبکرؓ باتیں کر رہا ہے۔ پس اسے بے حدان
 حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے متعلق تم قرآن یا حدیث کی جو جو تاویل کر کے اس کو ان کی خلافت
 پر بطور نص پیش کر سکتے تھے جب وہ سب باطل ہو گئیں اور اس سے تعالٰیٰ کوئی تعلق باقی نہیں
 رہ سکا تو تم لوگوں نے اجماع کیا اور میں پناہ لی۔ دیکھتے ہو حضرت اولیٰ کی خلافت پر
 مسلمانوں نے اجماع کیا، حالانکہ یہ بھی خطبہ کیونکہ حضرت عباسؓ اور ان کی کل اولاد

عز کا میاب ہو گئے تو دوسرے لوگ ہمیشہ اس پر دانت پیستے رہے اور اس کا غیظ و غضب برآبر قائم رہا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر کو آخر وقت میں ظاہر کر دیا پڑا۔ اور یہ ایسا واضح امر تھا کہ صحابہ نے حضرت ابوبکر کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اپنے سکوت سے ان کی تصدیق کر دی کہ بیشک دنیا مشوجہ ہو گئی تھی جس کے معاملہ کرنے میں آپ کا میاب ہو گئے اور ہم سب محروم رہے۔ اس وجہ سے ہم لوگ آپ پر غضبناک ہیں۔

ساتویں فصل

آپ کی خلافت سے مسلمانوں پر کیا اثر ہوا ؟

حضرت ابوبکر کی خلافت پر دنیا نے اسلام کے مختلف اطراف میں بغاوتیں مچا لیں۔ بکثرت مسلمانوں نے آپ کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اسلام میں شدید خون ریزی ہوئی۔ فتنہ و فساد برپا ہوئے اور جن لوگوں نے مجبوراً آپ کو خلیفہ مانا وہ بھی دل سے آپ کے دشمن ہی رہے۔ چنانچہ مرتے وقت آپ نے خود صحابہ سے اس کی شکایت کی اور کسی نے انکار نہیں کیا۔ حضرت شمر ج

نیز حضرت علیؓ کی بیوی اور انکی اولاد سے کوئی بھی مدوح کے حلقہ بیت میں حاضر نہیں ہوا اور عقیدہ کے اصحاب نے بھی تمہاری مخالفت ہی کی۔ پھر اجماع کا نام کنسنا عہد سے لے سکتے ہو و کتاب سنر العالمین مطبوعہ بمبئی ص ۲۸) امام خراسانی صاحب جو تفصیل بیان کی اس کو حضرت رسول خدا صلی علیہ وسلم ایک ہی جملہ میں کمال فصاحت و معرفت سے پہلے ہی بطور شکوئی فرما دیا تھا۔ حضرت علیؓ نے آخر وقت میں وصیت کی چون بہنیا کہ مردم دنیا اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کن اے علی جب دیکھنا کہ یہ لوگ دنیا اختیار کرتے ہیں تو چاہئے کہ تم آخرت ہی کو اختیار کئے رہو۔ مدارج النبوة جلد ۲ ص ۲۸۷) اس سے زیادہ حضرت کے احوال کثر اعمال و شکر و صبح بخاری سنۃ الباری وغیرہ میں پھرے ہوئے ہیں۔ حواہ

لوگوں کی مخالفت۔ نفرت۔ اور غیظ و غضب سے اس درجہ پریشان ہوتے کہ بعض وقت خود کہہ دیتے تھے میں خلیفہ رسول نہیں ہوں۔ علامہ گجراتی نے لکھا ہے وفي م الصديق قال لا اعراني انت خليفة النبوۃ فقال لا انا الخالف بعبء الخليفة يقوم مقام الاله و يسد مسده و الخالف من لا خفاء عنده ولا خفيۃ د قبل كتب الخلاف۔ حضرت ابوبکر صدیق سے ایک اعرابی نے پوچھا کیا آپ خلیفہ رسول ہیں؟ کہا نہیں میں حضرت کے بعد خالف ہوں۔ خلیفہ وہ شخص ہوتا ہے جو کسی جانے والے کی جگہ رہتا اور اُس کی خدمات انجام دیتا ہے اور خالف وہ ہے جس میں کوئی خوشحالی اور خوبی نہ ہو۔ اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ خالف وہ ہے جو کثرت سے خلافت کرتا رہے۔ مجمع بحار الانوار جلد ۱ ص ۳۱ اور جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب نے لکھا ہے قال لا اعراني انت خليفة رسول الله فقال لا۔ قال فماتت۔ قال انا الخالف بعبء۔ ایک گنوار شخص ابوبکر صدیق کے پاس آیا۔ کہنے لگا کیا تم رسول خدا کے خلیفہ ہو؟ خلیفہ کہتے ہیں قائم مقام اور جانشین کو اُس کی جمع خلفاء اور خلافت ہے انھوں نے کہا نہیں۔ تب اُس نے پوچھا پھر کون ہو؟ کہنے لگے میں آنحضرت کے بعد مجھے رہمانے والا ہوں۔ (میری قسمت ایسی نہ تھی کہ آپ کے ساتھ جا یا مجھے رہ گیا ہوں) خالف اُس شخص کو کہتے ہیں جس میں کوئی بھلائی اور تو نگرہی نہ ہو (والله للفقير

(۹۹)

آٹھویں فصل

لوگوں سے زیر دستیت

حضرت رسول خدا صلعم کو خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا کہ لوگوں کو دین حق کی طرف بلائیں۔ بعد خدا کا یہ ارادہ تھا کہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا لا اکوۃ فی الدین رہا (۳ رکوع ۲) فرمایا استعینکم بمصیطہ اسے رسول تم

ان لوگوں پر وار و خیر یا جو دھری نہیں مقرر کئے گئے ہو (پارہ ۳۲ رکوع ۱۳) اِنَّكَ اَنْتَ اَبْنُ سَيِّدِي وَرَبِّي بِالْحُكْمَةِ وَالْوَحْيَةِ الْحَسَنَةِ وَحَادٍ لِّعَمَّ بِالْحَقِّ هِيَ الْحَقُّ۔
 اسے رسول تم ان لوگوں کو اپنے پروردگار کے مذہب کی طرف حکمت اور حق
 پسند و نصیحت سے بلاؤ۔ اور ان سے بحث و مباحثہ بھی کرو۔ مگر نہایت نرمی اور
 خوبصورتی سے (پیکار ۲۲)۔ ان سب کا خلاصہ یہ تھا کہ بس تمہارا کام صرف
 حکم خدا پہنچا دینا ہے۔ وَاَنْتُمْ تَوَافِقُ مَا عَلِمْتُمْ الْبَلَاغَ۔ اسے رسول اگر یہ ملک
 تمہاری باتوں سے منہ موڑ لیں تو تم پر صرف حکم خدا پہنچا دینا ہے اور بس۔
 (پیکار ۱۰) یعنی جو ماننے اس کے لئے بہت ہے۔ جو نہ ماننے اس کو چھوڑ دو۔
 اس کو بکرو نہیں۔ اسکو منراہ دو۔ اس پر کوئی زبردستی نہ کرو۔ اسکو چھوڑنا کہو
 پس جب خود حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اسکی اجازت نہ تھی کہ لوگوں کو زبردستی
 مسلمان بنائیں اور ان کو مجبور کریں کہ آپ کی بیعت کریں تو کسی خلیفہ رسول
 کیلئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ اپنی خلافت منوانے کے لئے لوگوں کو گرفتار کرے
 اور ہر قسم کا ظلم کرے اس سے اپنی بیعت کرائے۔ مگر انیسویں اور پندرہویں
 ہے کہ حضرت ابو بکر کی بیعت زبردستی۔ جبر و اکراہ۔ دھنگا دستی۔ اور لڑائی جھگڑے
 کا جسم چھو نہ تھی۔ خود حضرت عمر بیان کرتے ہیں اَدْفَعْتُ الْاَصْوَاتَ وَاللَّهْفَ فَلَمَّا
 نَحَفْتُ الْاَخْلَافَ قُلْتُ لَا بِيْ بِكَوَابِطٍ يَدُ اَبَا بَكْرٍ۔ فَبَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعْتُهُ وَبَايَعْتُمَا
 ثُمَّ نَزَلْنَا عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ۔ فَقَاتَلْتُمُ قَاتِلِي سَعْدًا۔ فَقُلْتُ قَتَلَ اللّٰهُ سَعْدًا۔
 سقیفہ میں بیعت کا جھگڑا شروع ہوا تو اُورائیں بلند ہو گئیں اور شور و غل ہوئے
 لگا۔ مجھے اختلاف کا خوف ہوا۔ یہ خیال کر کے میں نے ابو بکر سے کہا ہاتھ بڑھاؤ
 میں تمہاری بیعت کر لوں۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا دیا میں نے جھٹ اس پر
 بیعت کر لی۔ پھر وہ لوگوں نے نہایت کی۔ پھر ہم لوگ نے خلیفہ فریق سعد بن
 عبادہ پر لوٹ پڑے۔ یہ دیکھ کر ان کے کسی طرف اشارے کیا جائے تم لوگوں نے
 سعد کو قتل کر دیا۔ میں حضرت عمر نے کہا۔ اللہ سعد کو قتل کر دے تو تاریخ کا
 جند نہ لڑی رہے سو بنی عبادہ اس وقت نہایت کمزور اور بہت پیارے تھے اس

سب سے ان لوگوں کو جو فتح ملی گیا کہ جو کچھ ہو سکا پیارے کی سزا کی صرف اس
 شخصہ میں کہ کیوں انصاران کی بیعت کرتی چاہتے ہیں۔ علامہ طبری وغیرہ نے
 لکھا ہے فاقبل الناس من الجاثم ميامون ابا بکر وکادوا يطئون سعد بن عبادۃ
 فقال تاس من اصحابه سعد انقوا سعدا لا تطوه۔ فقال همرا فمکوه فقله الله
 ثم قام على راسه فقال لقد هممت ان اطالع حتى تندر فمکوه۔ فاخذ سعد بن
 عمر۔ فقال والله لو حصصت منه شئ ما رجعت وفي فیه واحده۔ فقال بکر
 مهلا يا عمر الحق فمنا ابلغ۔ فاعرض عنه عمرو قال سعد اما والله لو ان لی قوه
 ما اقرى على النهم من سمعت منی فی اقطارها وسعکما ذیابجرک واصحابک
 اما والله اذ الالختک اذم کنت غیم تا باغین متبع احملون من هذا المكان فخلوا
 خارجا فی حادہ۔ ہر طرف سے لوگ حضرت ابو بکر کی بیعت کرنے لگے۔ اور وہاں
 تھا کہ سعد بن عبادہ کو روند ڈالیں جس پر سعد کے ساتھیوں سے کہہ لوگوں
 نے کہا سعد کو چھوڑ دو۔ ان کو نہ روندو۔ اس کے جواب میں حضرت عمر نے
 کہا تم سب لوگ سعد کو قتل کر ڈالو۔ خدا بھی اس کو قتل کر دے۔ پھر ان کے سر پر
 چڑھ کر کہنے لگے۔ میں نے ٹھان لیا ہے کہ تم کو اس طرح کچل ڈالوں کہ تمہارا لہجہ
 ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اس پر سعد نے حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا
 خدا کی قسم اگر تم نے میرا ایک بال بھی اکھاڑا تو میں تمہارے گل دانت توڑ
 ڈالوں گا۔ اور تم اپنے گھر اس طرح واپس جاؤ گے کہ تمہارے منہ میں کوئی
 بھی دانت نہیں ہوگا۔ تب حضرت ابو بکر نے کہا اے عمر اپنے کو روکو یہ ہوش
 نہ چا کہو۔ اسی سے کام نکلے گا۔ اس پر حضرت عمر سعد کے اوپر سے اترے
 تو سعد نے کہا خدا کی قسم اگر میں بیمار نہ ہوتا اور مجھ میں اتنی قوت بھی ہوتی
 کہ خود سے اوٹھ سکتا تو تم مدینہ کی سڑکوں اور گلیوں میں میری وہ بیتناک

لے انصار نے جب دیکھا کہ یہ لوگ حضرت علیہ کو سمیٹ کر حضرت ابو بکر کو قید بنا چکے ہیں
 تو یہاں کیا کہہ سکتا تھا میں سے کوئی شخص کیوں نہ خلیفہ نہ ہو کیا چاہے

آہا زسنتے جس پر تم بھی اور تمہارے سب ساتھی بھی خون سے زمین کے سوراخوں میں گھس جاتے۔ خدا کی قسم اگر میری صحت درست رہتی تو میں تم کو ان لوگوں میں ملا دیتا جن کے تم رعیت بن کر رہتے۔ اور سردار نہیں بننے پاتے مگر میرے مرض نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: اے مجھے اس جگہ سے اٹھا لیجولو۔ لوگ ان کو اٹھائے گئے۔ اور ان کے گھر ہو سجا دیا۔ زبیر بن عوفؓ جلد ۳ ص ۱۱۱۔ غرض جن لوگوں نے حضرت مدوحؓ کی بیعت نہیں کی ان سب کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اس کی تفصیل سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ان لوگوں کو آگ میں پھونک دینے تک کا ارادہ کیا گیا۔

نویں فصل

کن لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو خوشی سے خلیفہ مانا

سوائے حضرت عمرؓ و ابو عبیدہؓ اور چند دوسرے آپ کے ہم خیال اصحاب کے کوئی شخص بھی اسلامی تاریخ میں نہیں معلوم ہوتا جس نے خوشی سے حضرت مدوحؓ کو خلیفہ مانا اور آپ کی بیعت کی ہو۔ انصار کی مخالفت کا حال بیان ہو چکا۔ مہاجرین کی حالت مذکور ہو چکی کہ خود حضرت ابوبکرؓ کے قول کے مطابق غیظ و غضب سے سب کی ناکیں پھول گئیں۔ یہاں تک کہ ابوسفیانؓ بھی جو حضرت رسول خدا صلعمؐ اور جناب امیر المومنینؓ کا مشہور اور خاندانی دشمن تھا یہ خبر سنتے ہی بکڑ گیا۔ مورخین نے تبصریح لکھا ہے۔ لما جمعت الناس علی بیعت ابی بکر اقبل ابوسفیان وهو یقول واللہ انی لارے عجا جتہ لا یطعمہا الا دم۔ یا آل عبد مناف یا ابوبکر ہذا مودکم۔ ابن المستضعفان۔ ابن الاذلان علی والعباس وقال اباحسن البسط یدک حتی ابابک فانی علی علیہ۔ جب لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تو ابوسفیانؓ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ خدا کی قسم میں (قسنہ و فساد کا) وہ غبار دیکھ رہا ہوں

جس کو خونریزی کے سوا کوئی چیز زائل نہیں کر سکتی۔ اسے عبدمنان تمھارے امور میں ابوبکر کو کیا دخل؟ جو دونوں شخص کمزور سمجھ لئے گئے کہاں ہیں یعنی جو دونوں علی و عباس مغلوب کر لئے گئے وہ کہاں ہیں۔ اس کے بعد کہا اے ابواسحق تم اپنا ہاتھ پھیلاؤ میں تمھاری بیعت کر لوں۔ مگر حضرت علی ؑ نے اس سے انکار کر دیا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۳) قال ابوسفیان لعلی ما بالی هذا لا مرفی اقلی من قولیہ واللہ لئن شئت لا ملأتما علی خیلہ ورجالہ۔ ابوسفیان نے حضرت علی ؑ سے کہا اس خلافت کی کیا گت بن گئی کہ قریش کے سب سے چھوٹے قبیلہ میں پہونچی۔ اے علی ؑ اگر تم چاہو تو خدا کی قسم میں اس مدینہ کو تمھاری حمایت میں سواروں اور پیادلوں سے بھر دوں۔ (طبری ص ۲۳) اور علامہ سیوطی وغیرہ نے لکھا ہے اخبرنا ابن مساکر عن ابی سعید الخدری قال لما بیع ابوبکر رے من الناس بعض الانقباض فقال ایہا الناس ما یعتکم الست احقکم ہذا الست اول من اسلم الست الست فذکر خصالا۔ ابن عساکر نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہو گئی تو انھوں نے لوگوں میں اس کی وجہ سے کچھ ناپسندیدگی اور مخالفت دیکھی۔ تب آن سے کہا کس سبب سے تم لوگ مجھے خلیفہ نہیں مانتے۔ کیا میں سب سے پہلے مسلمان نہیں ہوا؟ کیا میں ایسا نہیں ہوں؟ کیا میں ویسا نہیں ہوں؟ اسی طرح اپنے منہ سے اپنی ہی بہت سی خوبیاں بیان کیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴)

دسویں فصل

کن لوگوں کو جس سے آپ کی خلافت ماننی پڑی
سابقہ فصل کے بعد اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تقریباً سب کو
جبر ہی سے آپ کی خلافت تسلیم کرنی پڑی۔ اور وہ جبر کراہت۔ نفرت۔ غصہ

آپ کے آخر وقت تک قائم رہا جس کو خود مدوح نے انتقال کے وقت فرمایا کہ اس خلافت کی وجہ سے تم لوگوں کی ناکیں مارے غیظ و غضب کے پھول گئیں۔ مگر سب سے زیادہ اثر انصار اور شرفاء ہاجرین پر تھا۔ مورخین نے لکھا ہے۔ خلاصۃ من بنی ہاشم والذیہ وعتبہ بن ابی لہب و خالد بن سعید

بن العاص والمقداد بن عمرو و سلمان الفارسی و ابی ذر و عمار بن یاسر و البراء بن عازب و ابی بن کعب و مالک و مع علی ابن ابیطالب و قال فی ذالک عتبہ بن ابی لہب

ما كنت احسب ان الامر منصرف
عن هاشم ثم منهم عن ابی حسن

عن اول الناس ايماناً و سابقه
واعلم الناس بالقولان والسنن

و آخر الناس عهداً بالبقیۃ و من
جبريل عون له فی العسل والکفن

من فيه ما فيهم لا يمازون به
وليس في القوم ما فيه من الحسن

و کذا الک تخلف عن بيعة ابی بکر ابو سفیان من بنی امیہ بنی ہاشم کی ایک عجمت

نیز زبیر۔ مقداد بن عمرو۔ سلمان فارسی۔ ابوذر۔ عمار بن یاسر اور براء بن

عازب وغیرہم نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا اور حضرت علی بن

ابی طالب کی بیعت کے خواہاں ہوئے اور اس کے متعلق عتبہ ابن ابی لہب

نے کچھ اشعار بھی پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات میرے دہم و گمان میں

بھی نہیں تھی کہ رسول خدا کی خلافت خاندان بنی ہاشم سے نکال لی جائیگی۔

اور خاص کر حضرت ابوالحسن (علیؑ) سے۔ جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اس

فضل میں سب سے سبقت حاصل کی۔ اور جو قرآن مجید اور احادیث رسول کے

سب سے زیادہ عالم ہیں۔ جو حضرت رسول خدا کی خدمت میں سب کے آخر تک

رہے۔ اور جن کی مدد (رسول خدا کے) غسل دینے اور کفن پہنانے میں جبریلؑ

دالیے مقرب فرستے گئے کی۔ وہ حضرت علیؑ کہ دوسروں میں جس قدر

فضائل ہیں وہ سب حضرت میں بھی ہیں لیکن حضرت میں جو شرف و بزرگی و

افضلیت ہے وہ تمام مسلمانوں سے کسی میں بھی نہیں ہے۔

مذکورہ بالا لوگوں کی طرح ابوسفیان نے بھی جو خاندان بنی امیہ سے تھا حضرت

ابوبکر کی خلافت سے انکار کر دیا (تاریخ ابوالفدا جلد اول) و باید الناس قتالت الانسا
او بعض الانصار لا نبایع الا علیاً۔ قال وتختلف علی وبنو ہاشم والزبیر وطلحہ عن البیتہ وبنو
الزبیر لا اعد سیدھا حتی یبایع علی۔ قال عمر خذوا سیفہ واضربوا بہ البحر۔ ثم اتاہم عمر
فاخذہم للبیتہ۔ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تو سب انصار یا بعض انصار
نے کہا کہ ہم تو حضرت علیؓ کے سوائے کسی کی بھی بیعت نہیں کر سکتے۔ اور حضرت علیؓ و
خاندان بنی ہاشم و زبیر و طلحہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا۔ اور زبیر نے
تو یہاں تک کہا کہ جب تک حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی جائیگی میں اپنی تلوار نیام میں
نہیں کروں گا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا کہ زبیر کی تلوار چھین کر تھیر کر ٹھکڑ
پھر حضرت عمرؓ ان لوگوں کے پاس گئے اور ان کو بیعت کے لئے گرتا کر لیا (تاریخ
کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)۔ ان لوگوں کی ان کارروائیوں سے حضرت علیؓ کو اس درجہ صدمہ
ہوا کہ فقال علی کرم اللہ وجہہ اللہ یا معشر المهاجرین لا تنجوا سلطان عہد فی العرب
من داء وقر بیتہ الی دودکم وقر ویتکم۔ وتدفعون اہلہ عن مقامہ فی الناس وحقہ
فواللہ یا معشر المهاجرین لئن احق الناس بہ لاناہل البیت ونحی احق بھذا الامور منکم۔ ما کان
فینا العاری لکتاب اللہ۔ العقیقہ فی دین اللہ۔ العالم بسنن رسول اللہ ص المتطلع لاموال الریتہ
المدافع عنہم الامود السیئہ۔ القاسم بینہم بالسویۃ۔ واللہ ائدلفینا۔ فلا تقبضوا العوی فقتلوا
عن سبیل اللہ فتزدادوا من الحق بعدا۔ اس وقت حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا
اے گروہ مہاجرین اللہ سے ڈرو۔ خدا (کے عذاب) سے بچو۔ عرب میں حضرت رسولؐ
کو جو اقتدار اور تسلط حاصل ہے اُس کو حضرت کے گھر اور حضرت کے خاص مکان
سے نکال کر اپنے گھروں اور اپنے خاص مکانوں کی طرف نہ لیجاؤ۔ اور حضرت کے
اہلبیت کو مسلمانوں میں جو درجہ حاصل ہے اُس سے اور ان کے حق سے ان کو جو
ہٹاتے ہو (ایسا نہ کرو) کیونکہ اے گروہ مہاجرین خدا کی قسم سب سے زیادہ ہم لوگ
ہی اس خلافت کے حق دار ہیں اس لئے کہ ہم ہی اہلبیت رسولؐ ہیں اور جب تک
ہم لوگوں میں کتاب خدا کا پڑھنے والا۔ دین خدا کا سمجھنے والا۔ رسول خدا کی
سنتوں کا جاننے والا۔ امور رعایا کی خبر رکھنے والا اور ان کے لئے آگے بڑھنے والا

ان کی مشکلات پر نشانہوں اور برائیوں کا دفع کرنے والا اور ان کے درمیان
برابری سے تقسیم کرنے والا رہے گا اُس وقت تک تم سب سے زیادہ ہم لوگ ہی اس
(خلافت) کے مستحق رہیں گے۔ اور خدا کی قسم ان صفات کا شخص یقیناً ہم (اہلبیت)
میں موجود ہے۔ پس تم لوگ اپنے ہوا و ہوس نفسانی کی پیروی نہ کرو جس کے سبب
خدا کی راہ سے گمراہ ہو کر حق سے اور زیادہ دور ہوتے چلے جاؤ گے دکناب الامانہ
والیائتہ اور روضۃ الاحباب میں ہے۔ بعد ازاں انصار مباہلت نمودند الا طائفۃ
قیلہ کہ بعضے گفتند کہ مباہلت باہم کس نہ کفیم الا بعلی بن ابی طالب و گویا شیخ
فرید الدین عطار از زبان آن جمع گفتہ

زمشرق تا مغرب گرامام است علی و آل و اولادش تمام است
اس کے بعد انصار نے بیعت کی مگر ایک چھوٹی جماعت نے نہیں کی وہ یہی کہتے رہے
کہ ہم لوگ سوائے حضرت علیؑ کے کسی کی بھی بیعت نہیں کریں گے۔ اور گویا شیخ فرید
الدین عطار نے اسی جماعت کی زبان سے ترجمہ کر کے کہا ہے کہ مشرق سے مغرب تک
اگر کوئی امام ہے تو وہ حضرت علیؑ اور آپ کی آل و اولاد ہی ہیں (روضۃ الاحباب جلد ۲)

گیارہویں فصل

تو مار کین بیعت سے آپ نے کیا سلوک کیا۔

حضرت رسول خداؐ نے ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے حضرت کی بیعت نہیں کی یا
آپ کو سہم نہیں مانا کبھی کوئی سختی نہیں کی۔ پوچھا بھی نہیں کہ تم کو کیا سزا دی جائے۔
بس جو کچھ کیا انعام و تبلیغ و پند و نصیحت۔ یہاں تک کہ کفار مکہ نے آنحضرتؐ پر قسم
ظلم روا رکھا۔ مگر جب حضرت فاتحانہ شان سے مدینہ منورہ میں مکہ منظر تشریف لے گئے
ہیں تو انہیں شہکاروں سے نہایت شفقت و محبت کا برتاؤ کیا۔ جب حضرت دروازہ
مکہ کے قریب پہنچے تو اپنی گردن نیچے کی طرف جھکا کر خدا کا شکر یہ ادا کرنے لگے۔

اور جب خانہ کعبہ کے پاس پہونچے تو قریش سے دجو حضرت کے خون کے پیاسے تھے اور جن سب نے ملکر حضرت کو ایک ہی رات میں قتل کر دینے کا سامان کیا تھا اور جن کے منظر سے حضرت کو مکہ منظمہ چھوڑنا پڑا تھا) فرمایا تباؤ اب تمہارے ساتھ میں کیا برتاؤ کروں؟ اُن لوگوں نے کہا آپ کریم بن کریم ہیں۔ حضرت نے فوراً سب سے فرمایا جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا۔ (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۰ وغیرہ) اس کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر و عمر کا برتاؤ اُن لوگوں کے ساتھ جنہوں نے آپ کی خلافت نہیں مانی کس قلم سے لکھا جائے اگر تلوار کا قلم اور خون کی روشنائی ہو تو شاید رقم ہو سکے۔ سعد بن عبادہ کا کچھ مال ویر لکھا گیا۔ جب ان کی بیماری اور ضعف کی وجہ سے لوگ ان کو اٹھانے لگے تب بھی ان حضرات کو سچا رے پر رحم نہیں آیا۔ نہ ان کی علالت اور ضعف کی پروا کی۔ بلکہ بعث الیہ ابوبکر ان اقبل فبايع فقد بايع الناس وبايع قومك فقال اما والله حتى ادصمكم بكل سهم في كنانتي من نبل واخضب منكم سنانی ودحی واضوبكم بسيفی ما ملکتہ یدی واقاتلکم بمن معی من اهل و عشیرتی ولا والله لو ان اجنّ اجتمعت لکم مع الانس ما بايعکم۔ فلا ادنی بذلک ابوبکر من قوله قال عمر لاندع حتى يبايعك.... فكان سعد لا يصلي بصلاتهم ولا يجتمع بمجتمعهم ولا يفيض بافاضتهم ولو يجد عليهم اعوانا لصال بهم ولو يبايع احد على قتالهم لقاتلهم۔ فلم يزل كذلك حتى توفي ابوبکر رحمہ اللہ و دلی عمر بن الخطاب فخرج الی الشام فمات بها ولم يبايع لاحد رحمہ اللہ۔ حضرت ابوبکر نے سعد کے ہاں کہلایا کہ اگر بیعت کر لو کیونکہ اور لوگوں نے نیز تمہاری قوم نے بیعت کر لی ہے۔ سعد نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں جب تک میں اپنے ترکش کے سب سے ترتم لوگوں پر نہیں چلاؤں گا اور اپنے نیکو بھروسوں اور بھالوں کو تمہارے خون میں رنگیں نہیں کر لوں گا اور جس وقت تک میرے ہاتھ میں تلوار سبکی اُس وقت تک تم کو اس سے ذبح نہیں کر لوں گا اور اپنے اہل و عیال و اعزہ و اقربہ کے ساتھ تم سے جہاد نہیں کر لوں گا۔ اور خدا کی قسم اگر سب جن و انس بھی تمہاری طرف ہو جائیں تب بھی میں تمہاری بیعت نہیں کروں گا۔ اُن لوگوں کی نماز جماعت میں جاتے نہ ان کی نماز جمعہ میں شریک ہوتے۔ نہ اُن کے ساتھ حج کو جانا بلکہ اگر کچھ اعوان و انصار ان کو مل جاتے تو وہ ان کے ساتھ ان لوگوں پر ضرور حملہ کر دیتے۔

اور اگر ایک شخص بھی ان لوگوں سے لڑنے پر ان کی بیعت کر لیا تو وہ ضرور ان سے جہاد شروع کر دیتے۔ حضرت ابوبکر کے مرتے وقت تک وہ اسی طرح رہے۔ پھر حضرت عمر کے خلیفہ ہونے پر شام چلے گئے۔ وہیں مرے مگر ان میں سے کسی کی بیعت نہیں کی (کتاب الاماتہ والیاسہ ص ۱۷۱ و تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۲۱) اور جناب بن منذر کے بارے میں ہے۔ فقام الحباب بن منذر الی سیفہ فاخذہ فبادر الیہ فاخذہ سیفہ منہ فجعل یضرب بثوبہ وجوہہم حتی فرغوا من الیقۃ۔ پھر جناب بن منذر اپنی تلوار کی طرف بڑھے اور اس کو ہاتھ میں لے لیا تو لوگ ان پر جھک پڑے اور ان کی تلوار ان سے چھین لی تب انہوں نے اپنے کپڑے سے ان لوگوں کے چہروں پر مارنا شروع کیا یہاں تک کہ لوگ بیعت سے فارغ ہو گئے (کتاب الاماتہ والیاسہ ص ۱۷۱) ونا دید قریش جناب زبیر وغیرہ کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا وہ بھی قابلِ ماتم ہے۔ فذہب الیہم عمر فی عصابۃ فقالوا انطلقوا فابعدوا ابابکر فابوا فخرج الزبیر بن العوام مسلحاً فقال عمرو بن عفیکم بالرجل فخذوہ فوثب علیہ سلمہ بن اثیم فاخذ السیف من یدہ فضرب بہ الجدار وانطلقوا بہ۔ ان لوگوں کی طرف حضرت عمر ایک جتھلے ہوئے پہنچے اور کہا بس چل کر ابوبکر کی بیعت کر لو۔ مگر ان سب نے انکار کیا بلکہ زبیر بن العوام تلوار لئے ہوئے نکل پڑے تو حضرت عمر نے (اپنے سپاہیوں سے) کہا کہ اس شخص کو سب گز قار کر لو۔ اس پر سلمہ بن اثیم جناب زبیر پر ایک کرہو خ گئے اور ان کی تلوار ان کے ہاتھ سے چھین کر دیوار پر پھینک دی۔ اور سب کو گز قار کر کے لکئے۔ (کتاب الاماتہ والیاسہ ص ۱۷۱ و تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۷۱ وغیرہ) اور علامہ طبری نے لکھا ہے کہ تخلف علی والزبیر واخترط الزبیر سیفہ وقال لا احمده حتی یباع علی فیلذ ابابکر عمرو۔ فقال عمرو خذوا سیف الزبیر فاضربوا بہ الحجر۔ قال فانطلق الیہم عمر فجاءہما تعباً وقال لتا یعان واما طائعان اولتبا یعان واما کادھان۔ حضرت علی اور زبیر نے اپنی بیعت نہیں کی اور زبیر نے تو اپنی تلوار بھی سونت لی اور کہا میں اس کو نیام میں سونت تک نہیں کروں گا جب تک حضرت علی کی بیعت نہیں کی جائے گی۔ یہ بات حضرت ابوبکر و عمر کو معلوم ہوئی تو کہا زبیر کی تلوار چھین کر پتھر پر ٹپک دو۔ پھر حضرت عمر خود ان لوگوں

کی طرف گئے اور ساتے ہوئے گرفتار کر لائے۔ پھر کہا جا ہو خوشی سے بیت کرو جا ہو جبر سے کرو کرنا ضرور ہوگا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۹) مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ زبیر کی تلوار چھین نہیں سکے بلکہ ان کے ہاتھ سے گر گئی۔ یہی علامہ طبری لکھتے ہیں اتی عمر بن الخطاب منزل علی وفیہ طلحہ والزبیر ورجال من المهاجرین۔ فقال واللہ لا حقّ علیکم ولا تجزئ الی البیعة۔ فخرج علیہ الزبیر مصلتا بالسیف فحتر فسقط السیف من یدہ فوثبوا علیہ فاخذوہ۔ حضرت عمر جناب امیر المومنین کے دولت خانہ پر آئے اس وقت اس میں جناب طلحہ زبیر اور دوسرے بہت سے مہاجرین تھے۔ آگے آکر کہا خدا کی قسم میں اس گھر میں آگ لگا کر تم سب لوگوں کو اس میں پھونک ڈالوں گا ورنہ تم سب نکل کر چلو اور حضرت ابوبکر کی بیعت کر لو۔ یہ سننا تھا کہ حضرت زبیر تلوار بکھینچے ہوئے نکل پڑے مگر ٹھوکر کھا کر گرے تو تلوار ان کے ہاتھ سے گر گئی۔ اس پر لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور گرفتار کر لیا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۵)۔

بارہویں فصل

حدیث ان بیعتہ ابی بکر کانت فلتہ اور ان کی خلافت پر اجماع کی حقیقت حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق حضرت عمر کا یہ شہر قول ہے کہ ان کی بیعت فلتہ ہو گئی۔ فرماتے تھے فلا یمن امرء ان یقول ان بیعتہ ابی بکر کانت فلتہ فقد کانت کذا اللہ خیون اللہ وقی شہوا۔ کسی شخص کو یہ بات دھوکے میں نہ رکھیے کہ وہ کہے حضرت ابوبکر کی خلافت تو ناگہانی یا اچانک گریا چھین جھپٹ کر ہو گئی۔ ہوئی تو وہ اسی طرح مگر خدائے اس کی خرابیوں سے بچا لیا (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۰۰ و ص ۲۰۱ محرقہ ص ۲۱ و مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۵۵ و صحیح بخاری پارہ ۲۸ ص ۲۶۵ باب رحمہم العجلی) اس جملہ کے متعلق جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں ان بیعتہ ابی بکر کانت فلتہ وقی اللہ شہوا۔ حضرت عمر نے کہا ابوبکر صدیق کی بیعت تو ناگہانی یکایک (بغیر غور و فکر کے) ہو گئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے

اس قسم کی بیعت سے جو سرا و فساد پیدا ہوتا ہے اُس سے اپنے بندوں کو محفوظ رکھا
 دہوایہ کہ صحابہ میں اختلاف ہو رہا تھا کس سے بیعت کر جائے۔ اور حضرت علیؑ اور بنی ہاشم
 اور کئی صحابہ اُس جلسہ میں موجود بھی نہ تھے۔ اُن کی رائے بھی نہیں لی گئی تھی۔ اتنے میں
 حضرت عمرؓ نے لپک کر حضرت صدیق سے بیعت کر لی۔ اُن کے دیکھا دیکھی روٹ گئی۔ پھر کیا
 تھا جو آیا اُس نے اُن سے بیعت کر لی۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ کی
 امامت گویا لوگوں سے چھین اور اُچاک کر ہوئی تھی کیونکہ دوسرے کسی شخص اس کے
 طلب گار تھے۔ بعضوں نے کہا فلتہ کہتے ہیں حرام مہینوں کی آخری رات کو۔ اس میں
 لوگوں کا اختلاف ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ بھی حرام ہے کوئی کہتا ہے وہ حلال
 ہے اور اُس میں سرا و فساد اور خونریزی کو جائز سمجھتا ہے۔ تو آنحضرتؐ کی مذی
 کے دنوں کو حرام مہینہ سے تشبیہ دی اور آپؐ کی وفات کے دن کو فلتہ سے
 (انوار اللغۃ پارہ ۲۰ ص ۲۰) اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کا معنی یہ لکھا ہے
 قال الا وادی معنی قوله كانت فلتة انما وقعت من غير مشورة مع جميع من كان ينبغي
 ان يشاور۔ علامہ داؤدی کہتے تھے کہ فلتہ کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں کے مشورہ سے
 اس خلافت کا ہونا مناسب تھا بغیر ان کی رائے کے واقع ہو گئی (فتح الباری شرح
 صحیح باری پارہ ۲۸ ص ۳۶۵)۔ علامہ داؤدی یہ بھی کہتے تھے کہ لہذا لیکن مع الی بحر
 حینئذ من المهاجرین الاعمر و ابو عبیدہ۔ اُس وقت جماعت مہاجرین سے حضرت
 ابو بکرؓ کی بیعت سوائے حضرت عمر و ابو عبیدہ کے کسی نے نہیں کی (فتح الباری ص ۳۶۵)
 اور علامہ ابن ابی السکدید نے لکھا ہے ذکر صاحب الصحاح ان الفلتۃ الامر
 الذي يعجل نجاؤه من غير تردد ولا تدبر وهكذا كانت بيعة ابی بکر لان الامر لم يكن
 فيها شورى بين المسلمين وانما وقعت بغتة لم تخضع فيها الاراء ولم يتناظر فيها الملوك
 وكانت كالشيء المستلب المنتهب۔ علامہ جوہری نے لغت کی مشہور کتاب صحاح میں
 لکھا ہے کہ فلتہ سے مراد وہ امر ہوتا ہے جو اچانک بغیر غور و فکر کے ہو جائے۔
 چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت اسی طرح واقع ہوئی کیونکہ اس کے متعلق مسلمانوں
 سے بالکل مشورہ نہیں کیا گیا بلکہ اچانک ہو گئی جس میں نہ رائیں دیکھی گئیں اور نہ روبرو

نے اس میں غور و خوض کیا بلکہ اس طرح ہوئی جیسے کوئی چھینی، اچکی اور غضب کی ہوئی
 چیز ہوتی ہے (شرح نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۲) اب سمجھ میں نہیں آتا کہ جناب
 مدد و ح کی خلافت پر اجماع کا دعویٰ کس اصول سے کیا جاتا ہے۔ کیا صرف حضرت
 عمر کے بیعت کر دینے سے یہ بیعت اجماعی ہو گئی؟ یا کیا صرف جناب ابو عبیدہ کے
 تائید کر دینے سے اس پر اجماع کی تعریف صادق آگئی؟ اور سب سے زیادہ مصیبت
 یہ ہے کہ جو لوگ اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں وہ حضرت عمر کی تکذیب کرتے ہیں یا تصدیق
 کیونکہ مدد و ح فرماتے ہیں کہ حضرت اول کی بیعت فلتہ بغیر رائے اور مشورہ کے
 ہو گئی۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں اجماع سے ہوئی۔ غالباً اسی مصیبت سے بچنے
 کے لئے دوسرے لوگوں نے کہہ دیا کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کی بیعت کو فلتہ بغیر
 کہا بلکہ قنہ کہا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر خزرجی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فرماتے تھے
 فلا یعز ان امرعا ان يقول ان بیعتہ ابی بکر کانت فلتہ فقد کانت کذا کسی شخص کو یہ امر
 دھوکا نہ دے کہ کہے حضرت ابو بکر کی بیعت ایک قنہ تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ بھی ایسی
 ہی (قنہ) مگر خدا نے اس کے شر سے بچا لیا۔ (تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۲۲)۔

میر ہو میں فضل

جناب سیدہ کی ازیتیں

حضرت مدد و ح کی خلافت میں جناب سیدہ پر جو کچھ گزر گئی ہم میں نہ اس کے بیان
 کی طاقت ہے نہ انصاف پسند دلوں میں اس کے سننے کی قوت۔ علامہ ابن قتیہ
 وغیرہ نے لکھا ہے۔ ان ابابکر رض تفقد قوما تملغوا عن بیعتہ عند علی کرم اللہ وجہہ
 فبعت الیہم ممر نجاء فاما حاتم و ہم فی حارثی۔ فابوا ان ینجھوا۔ فدا با لحطب و قاتل
 والذی نفس عمر بیدہ لتخرجن اولاً حقنہا علی من فیہا۔ فقیل لہ یا اباحفص ان فیہا
 فاطمہ فقال وان۔ فنجھوا فبايعوا الا علیاً فانہ زعم انہ قال حلفت ان لا اخرج ولا
 اصنع ثوبی علی عاتق حتی اجمع القرآن فوقف فاطمہ رض علی بابہا فقالت لا عهد لی بکم

حضرت واسوء محضی منکم۔ ترکتم رسول اللہ ﷺ جنازة بین ایدینا وقطعت امرکم بینکم
لہر تسماء مردنا ولم تردوا لنا حقاً۔ فأتی عمر ابابکر۔ فقال لہ الا تأخذ هذا المتخلف
عنک بالبیعة۔ فقال ابوبکر یقذف وهو مولی لہ اذهب فادع علیاً قال فذهب
الی علی فقال لہ ما حاجتک۔ فقال یدعوک خلیفتہ رسول اللہ ﷺ۔ فقال علی لیس لی
ما کذبتم علی رسول اللہ ﷺ۔ فوجه فابلیغ الرسالة۔ قال فبکی ابوبکر طویلاً۔ فقال عمر الثانیة
ان لا تمهل هذا المتخلف عنک بالبیعة۔ فقال ابوبکر یدع ید علی فقل لہ امیر المؤمنین
یدعوک لتبایع۔ فجاءه فنفذ فادی ما امر به۔ فرفع علی صوته فقال سبحان اللہ
لقد ادعی ما لیس لہ۔ فوجه فنفذ فابلیغ الرسالة فبکی ابوبکر طویلاً۔ ثم قام عمر فمشی
جماعتہ حتی اتوا باب فاطمة فذقوا الباب۔ فلما سمعت اصواتہم نادت با علی صوتہا
بکیة یارسول اللہ ﷺ ما ذا لقینا بعدک من ابن الخطاب وابن ابی قحافة۔ فلما سمع اللہ
صوتہا وبکائها انصرفتوا بکیین وکادت قلوبہم تنصدعوا کما دہم تنفطرون۔ فقال عمر
لا بی بکرم انطلق بنا الی فاطمة فانما قد افضنا ہا۔ فانطلقا جميعاً فاستاذنا علی فاطمة
فلم تأذن لہما فاتیا علیاً فکلماه فادخلہما علیہا فلما قعدا عندہا حولت وجہہا الی
الحائط فسلمنا علیہا فلم ترد علیہما السلام۔ فکلمہم ابوبکر فقال یا حبیبہ رسول اللہ ﷺ
اغضبتک فی میراثک منہ وفی زوجک۔ فقالت ما بالک یترک اهلك ولا نرت
حمداً۔ فقال واللہ ان قرأتہ رسول اللہ ﷺ احب الی من قرأتی واثمک لا حب الی
من عاکسہ ابنتی ولوددت یوم مات ابوک انی مت ولا البقی بحدہ۔ افتقر الی اعرفک
واعرف فضلک وشرفک وامنعک حقک ومیراثک من رسول اللہ ﷺ الا انی سمعت
اباک رسول اللہ ﷺ یقول لا نورث مات کما فهو صدقہ۔ فقالت ارایتکما ان حدتکم
حدیثاً عن رسول اللہ ﷺ تعرفانہ وتفعلان بہ۔ قالوا نعم۔ فقالت نشدتکم اللہ الم تسمعا
رسول اللہ ﷺ یقول رضا فاطمة من رضائی وسخط فاطمة من سخطی۔ فمن احب فاطمة
ابنتی فقد احبنی ومن ارضا فاطمة فقد ارضا منی ومن اسخط فاطمة فقد اسخطنی
قالا نعم۔ سمعناہ من رسول اللہ ﷺ قالت فأتی اشہد اللہ وملائکتہ انکم اسخطتمانی
وما رضیتما فی ولئن لقیتم البیت لا شکوکمما الیہ۔ فقال ابوبکر انا عاخذ باللہ تعالی من سخط

و مضطك يا فاطمه - ثم اتعب ابو بكر يكي حتى كادت نفسه ان ترقق وهي تقول والله لا دعون الله
 حديث في حكي صلاة اصيلها - ثم خرج باكيا فاجتمع اليه الناس فقال لهم بيت كل رجل منكم معاظما
 حليته مسودا باهله وتركوني وما انا فيه - لاجل حاجتي في بيعتكم اقبلوني بيعة - يعني حضرت ابو بکر
 نے اس جماعت کو جس نے آپ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا اپنے پاس سے غائب پایا اور معلوم
 ہوا کہ وہ سب لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس جمع ہیں تو انہوں نے حضرت عمر کو ان
 لوگوں کی طرف روانہ کیا۔ آپ گئے اور ان سب لوگوں کو پکار کر حکم دیا کہ حضرت علیؑ کے گھر
 سے نکل کر چلیں اور حضرت ابو بکر کی بیعت کریں۔ ان سب نے نکلنے سے کیا انکار۔ تو حضرت
 عمر نے جلانے کی لکڑیاں طلب کیں اور کہا اوس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں عمر کی
 جان ہے تم سب نکل کر چلے چلو ورنہ میں اس گھر میں آگ لگا کر اس کو بے اور جو لوگ اسکے
 اندر ہیں ان سب کو بھی پھونک ڈالوں گا۔ لوگوں نے کہا اے بی بی حفصہ کے والد! اس
 گھر میں حضرت فاطمہؑ بھی ہیں حضرت عمر نے جواب دیا ہوا کریں۔۔۔۔۔ اس پر لوگ وہاں سے
 نکل آئے اور بیعت کر لی۔ سو اے حضرت علیؑ کے کہ انہوں نے کہا میں نے تو قسم کھائی ہے کہ
 جب تک قرآن مجید جمع نہیں کر لوں گا اُس وقت تک نہ گھر سے نکلوں گا اور نہ اپنی ردا
 اپنے کاندھوں پر ڈالوں گا۔ یہ باتیں سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دروازہ پر کھڑی
 بنویں اور فرمایا مجھے نہیں یاد پڑتا کہ مجھے کسی ایسی قوم سے سابقہ پڑا ہو جو تم لوگوں
 سے زیادہ بُرے کام پر آمادہ ہوتی ہو۔ تم سب نے حضرت رسول خدا صلعم کی لاش مبارک
 ہمارے سامنے جنازہ کی صورت میں چھوڑ دی اور خلافت کو آپس میں طے کر لیا ہم لوگوں
 رائے تک نہیں لی۔ اور نہ ہمارا حق (خلافت) ہماری طرف آنے دیا۔ جناب سیدہ کی یہ خبر
 سن کر حضرت عمر (کوئی جواب تو نہیں دے سکے البتہ) حضرت ابو بکر کے پاس گئے اور ان سے
 کہتم انکو حضرت علیؑ کو جو تمہاری بیعت سے انکار کر رہے ہیں گرفتار نہیں کرو گے؟ اس پر حضرت
 ابو بکر نے اپنے غلام مفند سے کہا جا اور حضرت علیؑ کو میرے پاس بلالا۔ وہ گیا تو حضرت علیؑ نے
 پوچھا کیا ہے؟ اُس نے کہا آپ کو خلیفہ رسولؐ بلاتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ارے کس قدر
 جلد تم لوگ حضرت رسول خدا پر جھوٹ باندھنے لگے۔ مفند واپس گیا اور حضرت ابو بکر سے حضرت
 علیؑ کا جواب بیان کر دیا۔ اس پر حضرت ابو بکر رونے لگے۔ جب بہت دیر تک رو چکے تو حضرت عمر نے

پھر کہا کہ ان کو جو تمہاری بیعت سے انکار ہی کئے جاتے ہیں کسی طرح چھوڑ دہیں حضرت ابو بکر نے پھر ففذ سے کہا کہ دوبارہ حضرت علیؓ کے پاس جا اور اُن سے کہہ کہ آپ کو الیہ السلام بلاتے ہیں تاکہ حل کر اُن کی بیعت کر لیجئے۔ ففذ پھر گیا اور اُسے جو نعام دیا گیا تھا پہنچا دیا جس کو سُن کر حضرت علیؓ نے بلند آواز سے فرمایا سبحان اللہ۔ ابو بکر نے ایسی صفت کا دعویٰ کیا ہے جو اُن میں سرگز نہیں ہے۔ ففذ نے واپس آکر یہ بات بھی حضرت ابو بکر سے کہ دی۔ اس پر حضرت ابو بکر مثبت دیر تک روتے رہے۔ اب حضرت عمرؓ آمادہ ہوئے، ایک جماعت لئے ہوئے جناب فاطمہؓ کے مکان پر پہنچے اور دروازے کو کھٹکھٹایا۔ جب جناب سیدہ نے اُن لوگوں کی آواز سنی تو خج کر رونے اور چلا کر حضرت رسول خدا صلعم سے فریاد کرنے لگیں۔ فرماتی تھیں اے رسول خدا! آپ کے بعد ہم لوگوں پر خطاب اور ابو جعفر کے بیٹوں سے کی مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں۔ جب ان لوگوں نے جناب سیدہ کی آواز اور رونے کی سہ اُسنی تو سب کے سب روتے ہوئے پلٹ گئے۔ جناب سیدہ اس سب سے فریاد کرتی تھیں کہ اُس کو سُن کر قریب تھا لوگوں کے دل ٹھٹھے اور ان کے جگر شق ہو جاوے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ میں اور آپ جناب فاطمہؓ کے پاس نہیں لیونجہ ہم لوگوں نے ان کو غضناک کر دیا ہے۔ اس پر دونوں ادھر روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر جناب سیدہ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔ مگر جناب مخطہ نے ان دونوں کو اجازت نہیں دی۔ تب وہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ ہم لوگوں کو جناب سیدہ سے اجازت دلو ادیں۔ حضرت دونوں صاحبوں کو جناب سیدہ کے پاس لے گئے۔ جب دونوں بیٹھ چکے تو آپ نے اپنا منہ اُن لوگوں کی طرف سے پھیر کر دیوار کی طرف کر لیا۔ تب دونوں صاحبوں نے جناب سیدہ کو سلام کیا مگر آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ اس پر حضرت ابو بکر نے کہا اے رسول خدا! کی پیاری صاحبزادی! ہم نے حضرت رسول خدا کی میراث آپ کو نہیں دی اور آپ کے شوہر پر سختی کی اس وجہ سے آپ ہم لوگوں پر غضناک ہو گئی ہیں؟ جناب سیدہ نے فرمایا یہ کیا بات ہے کہ تمہاری اولاد تو تمہاری وارث ہو گی اور ہم لوگ حضرت رسول خدا صلعم کے وارث نہ ہوں؟ حضرت ابو بکر نے کہا خدا کی قسم حضرت رسول خدا کی قرابت مجھے

اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔ اور آپ مجھے میری بیٹی عائشہ سے زیادہ عزیز ہیں اور البتہ میں چاہتا تھا کہ جس روز آپ کے پدر بزرگوار کا انتقال ہوا میں بھی مر گیا ہوتا اور حضرت کے بعد دنیا میں باقی ہی نہیں رہتا۔ کیا آپ یہ خیال کرتی ہیں کہ میں آپ کو اور آپ کے فضل و شرف کو بھی پہچان کر آپ کا حق اور آپ کی میراث آپ سے روک لوں گا مگر بات یہ ہے کہ میں نے آپ کے پدر بزرگوار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن رکھا ہے کہ فرماتے تھے ہم لوگوں کی میراث کسی کو نہیں ملتی۔ جو چیزیں ہم لوگوں کا متروکہ ہوتی ہیں وہ سب صدقہ ہو جاتی ہیں۔ جناب سیدہ نے فرمایا اگر میں ہم لوگوں سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کروں تو کیا تم لوگ اس کو سناؤ گے اور اس کے مطابق عمل کرو گے؟ دونوں صاحبوں نے کہا ہاں ضرور آپ نے فرمایا میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیکھ پوچھتی ہوں کہ بتاؤ کیا تم نے حضرت سے نہیں سنا ہے کہ فرماتے تھے فاطمہ کی رضا بعینہ میری رضا اور فاطمہ کی ناراضی بعینہ میری ناراضی ہے۔ پس جو شخص فاطمہ کو دوست رکھے گا وہی مجھ کو بھی دوست رکھ سکتا ہے اور جو شخص فاطمہ کو راضی رکھے گا وہی مجھ کو بھی راضی رکھ سکتا ہے اور جو فاطمہ کو غضناک کرے گا وہ مجھ کو بھی غضناک کرے گا۔ دونوں صاحبوں نے کہا ہاں ہم لوگوں نے حضرت رسول خدا کو یہ بات ارشاد فرماتے سنا تھا۔ جناب سیدہ نے فرمایا تو اب سن لو میں خیر اور ملامت کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھ کو غضناک کیا اور مجھے راضی نہیں رکھا اور اگر میں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں گی تو حضرت سے ضرور تم دونوں کی شکایت کروں گی۔ حضرت ابو بکر نے کہا اے فاطمہ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اُس کے غضب اور آپ کے غضب سے بھی۔ پھر حضرت ابو بکر خوب پیچ پیچ کر رونے لگے۔ یہاں تک کہ قریب تھا انکی روح اسی طرح روتے ہوئے نکل جاتے۔ اور جناب سیدہ کہتی تھیں خدا کا قسم جو نماز بھی میں پڑھوں گی اس کے بعد تمہارے لئے بدد ضرور کروں گی۔ اس پر حضرت ابو بکر روتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔ اور جب گوں کا مجمع ان کے پاس ہوا تو سب سے کہنے لگے تم میں کا ہر شخص تو اپنی بیوی کی گردن میں پلایں ڈالکر اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ خوش خوش ہوتا ہے اور تم لوگوں نے

مجھ کو اس آفت میں ڈال دیا ہے۔ مجھے تم لوگوں کی بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ تم سب اپنی بیعت میرے ہاتھ سے واپس لے لو (کتاب الاماتمہ والیاستہ ص ۲۳)۔

اس عبارت میں یہ امر خاص طور پر قابلِ ملاحظہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت رسول ﷺ کی یہ حدیث بیان کی کہ ہم گروہِ انبیاء کی میراث ان کے وارث نہیں پاتے بلکہ وہ صدقہ ہو جاتی ہے تو اس کی تصدیق نہ حضرت عمرؓ نے کی اور نہ جناب سیدہؓ نے۔ لیکن جناب سیدہؓ نے جو آنحضرتؐ صلعم کی حدیث بیان کی کہ فاطمہؓ کی رضا بعینہ میری رضا اور فاطمہؓ کا غضب بعینہ میرا غضب ہے اس کی تصدیق حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں صاحبوں نے کی اور کسی کو اس میں کچھ بھی بولنے کا موقع نہیں ملا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب سیدہؓ کو اس قدر اذیتیں پہنچیں کہ آپؐ نے ہرمز کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے حق میں بددعا کرنے کی قسم کھائی۔ اور کسی طرح نہیں معلوم ہوتا کہ آپؐ نے اپنی اس قسم کے خلاف کیا حضرت ابوبکرؓ خود بھی مرتے وقت تک اپنی ان زیادتیوں کا اعتراف کرتے رہے ہیں۔ علامہ سبکیؒ نے لکھا ہے ولما بیع ابوبکر فخرج علیّ۔ فقال اصدت علینا امونا ولم تستشروا لفرع لنا حقا فقال ابوبکر بلیٰ ولعلیٰ بعد احد من بنی ہاشم حتی ماتت فاطمة دف ولما اقصیٰ حال خود قاتل لہو کن فقتل بیت فاطمة و ذکر فی خالف کلاما کثیرا۔ جب حضرت ابوبکرؓ کی بیعت ہو گئی تو حضرت علیؓ بچکے اور ان سے کہا تم نے ہمارے امور میں فساد پیدا کر دیا۔ اور نہ ہم سے مشورہ کیا نہ ہمارے حق (خلافت) کی پروا کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ہاں ٹھیکست اور جب تک جناب فاطمہؓ زندہ رہیں بنی ہاشم سے کسی شخص نے بھی ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی اور جب حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کا وقت آیا تو انہیں کہنے لگے کہ کاش میں فاطمہؓ کا گھر نہ کھلوائے ہوتا۔ اور بھی بہت باتیں ذکر کیں درودِ اللہ برباعثیہ یا علیؓ کامل جلدہ ۱۴۷)۔

بتودہوں فصل

جناب سیدہؓ کو میراث سے محروم کرنا

امام بخاری و امام مسلم وغیرہ کل محدثین و مورخین نے بتصریح لکھا ہے عن عائشة ان فاطمہؓ

بنت النبیؐ ارسلت الی ابی بکر تسألہ میراثہا من رسول اللہؐ ما افاض اللہ علیہ بالمدينة وفدہ وما بقی من خمس خیر فقال ابوبکر ان رسول اللہؐ قال لا یرث ما ترکنا صدقہ۔ آما یا کل آل محمد فی ہذا المال داتی واللہ لا یرث شیئاً من صدقہ رسول اللہؐ عن حالہا لقی کان علیہا فی حمد رسول اللہؐ ولا علن فیہا بما عمل رسول اللہؐ فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمہ منہا شیئاً فی جدت فاطمہ علی ابی بکر فی ذلک فہجرہ فلم تکلمہ حتی قیت۔ وعاشت بعد النبیؐ ستۃ اشھر ظلاً قویت وفہا ذوجا علی ولید ولعیز ذن بہا ابابکر وصلى علیہا وكان لعلی من الناس وجه حیاة فاطمہ ظلاً قویت استنکوی علی وجہہ الناس۔ جناب عائشہ بیان کرتی تھیں کہ حضرت رسولؐ خدا کی صاحبزادی جناب فاطمہؑ نے ابوبکر کے پاس پیغام بھیجا کہ خدائے حضرت رسولؐ خدا صلعم کو بدینہ میں جو جائیداد بلا حد و ضرب بطور خالصہ عنایت فرمائی تھی اس سے اور فداک اور خمس خیر سے میری میراث مجھ کو دے دو۔ حضرت ابوبکر نے کہا رسولؐ خدا صلعم نے تو فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وراثت نہیں۔ ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ (وقف) ہے۔ البتہ آلؑ بھی اس مال سے کھا سکتے ہیں اور میں تو خدا کی قسم حضرت کے صدقہ میں کوئی تغیر نہیں کروں گا۔ حضرت رسولؐ خدا صلعم کے زمانہ میں جو اس کا انتظام تھا اسی پر اس کو رکھوں گا۔ اور اس کے بارے میں میل بھی وہی عمل رہیگا جو حضرت رسولؐ خدا صلعم کا تھا۔ غرض حضرت ابوبکرؓ نے بالکل انکار کر دیا اور اس جائیداد سے جناب سیدہ کو رتی برابر بھی کوئی چیز نہیں دی۔ اس سے جناب سیدہ حضرت ابوبکرؓ پر غضناک ہوئیں اور مرتے وقت تک ان سے بولیں تک نہیں۔ اور حضرت رسولؐ خدا صلعم کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ جب وفات پائی تو حضرت علیؑ نے آپ کو شب ہی کے وقت دفن کر دیا اور خود ہی ان پر نازہ جنازہ پڑھی۔ ابوبکرؓ کو اسکی خبر بھی نہیں کی سہ

سہ بعض حضرات اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں حضرت علیؑ نے نماز جنازہ پڑھ کر رات ہی میں ان کو دفن کر دیا اور حضرت ابوبکرؓ کو جناب سیدہ کی تجیز و تکفین میں شریک ہونے کی اجازت بھی نہیں دی اس امر کے متعلق فاضل معاشرؒ الحکام مولوی زبیر احمد صاحب دہلوی نے لکھا ہے فاطمہؑ نے اپنی درخواست کے منہا ورنہ کئے جانے سے بڑا بڑا مارا۔ ابوبکرؓ وغیرہ سے بات چیت کرنی چھوڑ دی مرتے وقت وصیت کی کہ مجھ کو رات کے وقت دفن کرنا۔ اور یہ لوگ میرے جنازے پر نہ آنے پائیں۔

اور جناب سیدہ کی زندگی میں حضرت علیؑ کی خاص وجاہت قائم تھی۔ مگر جب جناب سیدہ کا انتقال ہو گیا تو آپؐ نے دیکھا کہ لوگوں کے رُخ آپؐ سے اور زیادہ پھرنے لگے ہیں (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر ص ۲۵۴) صحیح مسلم کتاب الجہاد باب الفی ص ۱۷ وغیرہ) اور علامہ ابن واضحؒ نے لکھا ہے ان فاطمہ بنت رسول اللہؐ انت ابابکر تطلب میراثہا۔ فقال لها قال رسول اللہؐ لا یرث ما ترکنا صدقہ فی اللہ ان ترکنا اباک ولا انت ابی اما قال رسول اللہؐ المرء یحفظ دلدہ فکی ابوبکر بکاء اشدیداً۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے جناب سیدہ کو ان کی میراث سے محروم کر دیا تو حضرت فاطمہؑ پہلے ان کے پاس تشریف لے گئیں اور وہ جائدا طلب کی جو ان کو حضرت رسول خدا صلم سے میراث میں ملی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلم نے فرمایا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ جناب سیدہ نے فرمایا کہ کیا خدا کے نزدیک تم تو اپنے باپ کے وارث ہو اور میں اپنے پدر بزرگوار کی وارث نہ ہوں؟ کیا رسول اللہ صلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہر شخص اپنی اولاد کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ بہت شہت سے ٹوٹے (تاریخ یعقوبی) جناب سیدہ کا استدلال بالکل قرآن مجید سے تھا جناب باری فرماتا ہے وکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون اور جو ترکہ ماں۔ باپ اور رشتہ دار

کس بلا کا حصہ ہے خدا کی پناہ (احکام الامتہ ص ۲۲) اور علامہ ابن ابی الحدیدؒ نے لکھا ہے والیعمہ عندہا ماتت وہی واجدة علی ابی بکر وصر و انہا اوعت ان لا یصلی علیہا۔ صحیح یہ ہے کہ جناب سیدہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے رنجیدہ ہی رہیں اور اسی حالت میں دنیا سے انتقال کیا اور وصیت کر دی کہ وہ دونوں آپؐ کے جنازے پر نہ آنے پائیں (شرح نہج البلاغہ جلد ۱۱ مطبوعہ مصر) اور شاہ عبدالحق صاحبؒ نے لکھا ہے ورتبع و شب ندفون لہ و نماز بر دے علی و بقولے عباس گزارد گویند روز دیگر ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ و صحابہ دیگر با علی مرتضیٰؑ سکایت کر دے کہ چون ملاخبرنے نکو دی اثرب نماز بروے دریا فتنہ علی عذر گفت کہ بنا بر وصیت و کرم۔ جناب سیدہ رات ہی کو تنگی میں دفن کی گئیں اور آپؐ پر حضرت علیؑ یا عباسؓ نہ پڑھی۔ دوسرے روز حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ دوسرے صحابہ نے شکایت کیا کہ ہلوگوں کو کیوں خبر نہیں کی کہ نماز میں ترکیب پختہ نہ حاصل کرتے جناب امیرؓ نے فرمایا سید کی وصیت کے مطابق میں نے علیؑ کیا (ملانہ النبوة جلد ۱ ص ۱۴) نے مہوم میں جناب سیدہ کی شکایت پر حضرت ابوبکرؓ روتے کیوں تھے ۱۲۔

چھوڑیں تو ہم نے ہر ایک مرنے والے کی میراث کے حق پھر ادا کئے ہیں (پ ۱ رکوع ۲)
 اس سے ثابت ہوا کہ خدا نے ہر والدین کی اولاد کو ان کا وارث قرار دیا ہے اور
 کسی کو اس سے مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ لہذا اس میں انبیاء و غیر انبیاء سب داخل
 رہیں گے۔ اور اس حکم کے سبب سے اولاد انبیاء کو بھی ان کے والدین کی میراث
 اسی طرح ملی جس طرح غیر انبیاء کی اولاد کو ملتی ہے۔ علماء اہلسنت نے اس کی
 تصریح کر دی ہے کہ ایک شخص کی بیان کی ہوئی حدیث سے خدا کا حکم اور قرآن مجید
 کا بیان منسوخ نہیں ہو سکتا۔ صاحب تلویح فرماتے ہیں اعدم النزاع فی ان الکتاب
 لا ینسخ بخبر الواحد اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور سب مانتے ہیں کہ ایک
 شخص کی بیان کی ہوئی حدیث سے قرآن مجید کا حکم منسوخ نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔
 (کتاب تلویح ۱) اور علامہ رازی نے لکھا ہے۔ و نسخ القرآن بالخبر الواحد لا یجوز
 کسی ایک شخص کی بیان کی ہوئی حدیث سے قرآن مجید کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا ہے
 (تفسیر کبر جلد ۳ صفحہ ۲۱) مدوح دوسری جگہ لکھتے ہیں روی ان خالمة لما طلبت
 المیراث و منعوها منه احتجوا بقوله ۲ نحن معاشی الانبیاء لا یورث ما ترکناہ صدقة
 فنقد هذا احتجت فاطمة بعوم قوله ولذا کو مثل خط الانثیین و کانتھا اشارت الی ان عوم
 القرآن لا یجوز تخصیصہ بخبر الواحد۔ روایت کی گئی ہے کہ جب جناب سیدہ نے حضرت
 ابوبکر سے اپنی میراث طلب کی تو لوگوں نے جناب مغلہ کو اس سے محروم کر دیا اور دلیل
 یہ پیش کی کہ آنحضرت نے فرمایا ہے ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ بلکہ ہم لوگوں
 کا متروکہ صدقہ ہو جاتا ہے۔ اس پر جناب سیدہ نے قرآن مجید کی آیت للذکر
 مثل خط الانثیین (مرد کے لئے عورتوں سے دُہرا حصہ ہے) کے عموم سے استدلال
 کیا۔ اور گویا آپ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ قرآن مجید کا عام حکم ایک شخص کی
 بیان کی ہوئی حدیث سے حاصل نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔ (تفسیر کبر جلد ۳ صفحہ ۱۵)۔
 علماء محققین نے طے کر دیا ہے کہ یہ حدیث صرف حضرت ابوبکر نے بیان کی اور دوسرا
 کوئی بھی اس کا مدعی نہیں ہوا۔ علامہ ابن ابی احمد نے لکھا ہے۔ و هذا ایضا مشک
 لان فی اکثر الرعایات انه لعرف هذا الخبر الا ابو بکر وحده ذکوه اعظم المحدثین۔ یہ بھی

مشکل ہے کیونکہ اکثر روایتوں میں ہے کہ اس حدیث کی سوا ابوبکر کے کسی نے بھی روایت نہیں کی ہے۔ اس بات کو بڑے محدثوں نے ذکر کیا ہے دشرح نہج البلاغہ جلد ۴ ص ۱۱۱ اور علامہ سیوطی نے بھی اس کا راوی صرف حضرت ابوبکر کو بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں

واختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند احد من ذالک علما فقال ابو بکر سمعت رسولاً للہ
 يقول انا معشر الانبياء لامورث ماتوا کناہ مدتہ۔ لوگوں نے آنحضرت کی میراث میں
 اختلاف کیا۔ جب اس کے بارے میں کسی کے پاس کوئی حکم نہیں ملا تو حضرت ابوبکر
 بلے میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ فرماتے تھے ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث
 نہیں ہوتا۔ ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے (تاریخ الخلفاء ص ۵)۔

علامہ ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ ص ۱۹ میں ہی لکھا ہے۔ عقل کہتی ہے کہ حضرت رسول
 ایسی حدیث ارشاد نہیں فرما سکتے تھے کیونکہ جو قول قرآن مجید کے خلاف ہو یقیناً
 کرنا ہو گا کہ حضرت نے نہیں فرمایا۔ قرآن مجید پکار پکار کہتا ہے کہ انبیاء کی میراث ان کے
 وارثوں کو ملتی تھی۔ مثلاً وراثۃ سیدان داؤد حضرت سلیمان جناب داؤد کے وارث
 ہوئے۔ دپا رکوع ۱۷ حضرت داؤد بھی نبی اور جناب سلیمان بھی نبی تھے۔ پس نبی
 وارث بھی ہوئے اور مورث بھی۔ جناب زکریا پیغمبر نے دعا کی خبیبی من لذنک دلیا
 یوتنی ویرث من ال یعقوب۔ اے اللہ تو مجھے ایک جانشین عطا فرما جو میرا وارث
 بھی ہو اور نسل یعقوب کی میراث بھی پائے (پار ۴) اگر حضرت رسول خدا
 کوئی جملہ انشائیہ دآئیدہ ہونے کے متعلق کوئی بات فرماتے تو اس کے متعلق انسان
 مان سکتا تھا کہ آئیدہ خدا کا یہی حکم ہو گا۔ مگر حضرت ابوبکر تو آنحضرت کا وہ قول ذکر
 کرتے ہیں جو جملہ خبریہ ہے اور جس سے قرآن مجید کی مزیح تکذیب ہوتی ہے۔ ایسی حدیث
 ماننے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ انسان قرآن کو بالکل چھوڑ دے۔ اسی وجہ سے جناب سیدہ
 نے اس حدیث کو تسلیم نہیں کیا اور برابر اپنی میراث کا دعویٰ کرتی رہیں۔

حضرت رسول خدا ص کے چچا جناب عباس اور حضرت علی بھی اس حدیث کو صحیح
 نہیں جانتے تھے جس کی نکایت بھی حضرت عمر نے دونوں بزرگوں سے کی۔ امام مسلم
 لکھتے ہیں فلما قوی رسول اللہ ص قال ابو بکر انا وانی رسول اللہ ص

فَحَتَمًا تَطْلُبُ مِيرَاثًا مِنْ ابْنِ أَخِيكَ وَهَذَا مِيرَاثُ امْرَأَتِهِ مِنْ إِيَّاهَا فَخَالَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
لَا فَرْقَ مَا قَتَلَهُ صَدَقَةٌ فَوَيْتَاهُ كَاذِبًا ثَمَّ غَادَا خَائِنًا. حضرت عمر نے جناب عباس اور
حضرت علی سے فرمایا کہ جب حضرت رسول خدا صلعم نے انتقال کیا تو ابوبکر نے کہا میں رسول خدا
کا قائم مقام ہوں۔ اس پر تم دونوں (عباس و علی) ان کے پاس آئے تم (عباس) تو اپنے
بیٹے کی اور تم (علی) اپنی زوجہ کی میراث طلب کرتے تھے۔ اس پر حضرت ابوبکر نے کہا کہ رسول خدا
نے فرمایا ہماری میراث کسی کو نہیں ملتی ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ اس پر تم دونوں نے
ابوبکر کو جھوٹا۔ گنہگار۔ دھوکہ باز۔ خائن سمجھا۔ (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۸۱ کتاب الجہاد)۔

انصاف پسند علماء اہلسنت نے بھی حضرت ابوبکر کی اس حدیث کو بڑے شبہ کی نظر سے
دیکھا ہے۔ کیونکہ کس کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ اس وراثت کا مسئلہ رسول صلعم نے حضرت
علی و عباس و جناب سیدہ کو بتایا نہیں اور صرف حضرت ابوبکر سے اس کو ذکر کیا۔ اس وجہ
علامہ رازی وغیرہ نے لکھا ہے۔ المحتاج الى هذه المسئلة ما كان الاعليا وفاطمة والعباس و

هؤلاء كانوا من اكابر الزهاد والعلماء في الدين۔ واما ابوبكر فانه ما كان محتاجا الى معرفة هذه
المسئلة لانه ما كان يخلو باله انه يرث الرسول فكيف يليق بالرسول ان يبلغ هذه المسئلة
الى من لا حاجة به اليها ولا ينفعا الى من له الى معرفتها اشتد الحاجة۔ اس مسئلہ کی طرف حضرت
علی و فاطمہ و عباس کے سوائے کوئی محتاج نہیں تھا اور یہ حضرات بڑے زاہدوں اور
علماء دین سے تھے۔ رہے حضرت ابوبکر تو وہ اس مسئلہ کا علم حاصل کرنے کی طرف
متوجہ نہیں تھے۔ کیونکہ کبھی ان کے دل میں یہ وہم بھی نہیں ہوا ہو گا کہ وہ رسول کی میراث
پائیں گے۔ ایسی حالت میں کیونکر رسول کے لئے یہ مناسب ہوتا کہ اس مسئلہ کو اس شخص
تک پہنچائیں جس کو اس کی بالکل ضرورت نہیں تھی۔ اور اس شخص کو نہ بتائیں جس کو اس کے
جاننے کی شدید ضرورت تھی (تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۲۳۱ و تفسیر نیشاپوری جلد ۴ ص ۱۹)۔

عجیب لطیفہ ہے کہ حضرت ابوبکر تو قول رسول یہ نقل کریں کہ ہم انبیاء نہ وراثت ہوتے ہیں
نہ میراث دیتے ہیں مگر واقعہ یہ ہو کہ خود حضرت رسول خدا صلعم بھی وراثت ہوئے ہیں۔

علامہ حلبی نے لکھا ہے تروى عید اللہ خمسۃ اجمال وقطعة من غم فودت ذالک رسول اللہ
من ایہ جناب عبد اللہ نے پانچ اونٹ اور کچھ ذبیاں چھوڑیں اور رسول خدا صلعم نے

اُن کل چیزوں کو اپنے والد کی میراث میں پایا دسیرۃ جلد ۱ ص ۵۶)۔ اور علامہ ابن قیم نے لکھا ہے ماؤد و ہوادل سیف ملکہ و دتہ من ابیہ۔ ماؤد وہ پہلی تلوار ہے جو رسول کی ملک میں آئی۔ اُس کو حضرت نے اپنے باپ سے میراث میں پایا تھا (زاد المعاد ج ۳ ص ۳۳) اور شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے لکھا ہے در روضۃ الاحباب گفتہ کہ شمشیرے دیگر بود کہ از پدر میراث وے ریدہ بود۔ کتاب روضۃ الاحباب میں کہا ہے کہ آنحضرت کے پاس ایک اور تلوار تھی جس کو آپ نے اپنے باپ سے میراث میں پایا تھا۔ (مدارج النبوة جلد ۱ ص ۶۸۹)۔ علامہ سبکی نے بھی لکھا ہے ”جد اللہ نے ترکہ میں اونٹ بکریاں اور ایک لونڈی چھوڑی تھی جس کا نام ام امین تھا۔ یہ سب چیزیں رسول اللہ کو ترکہ میں ملیں طبقات ابن سعد“ (سیرۃ النبی جلد ۱ ص ۱۲۱) عرض حدیث نخی معاشی الانبیاء خود کہتی ہے کہ میں بالکل غلط ہوں۔ میرے ماننے سے متعدد خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ خدا نے حضرت رسول خدا کے بارے میں فرمایا ہے۔ وما یطق عن العوی ان ہوا لا وحی یوحی۔ میرا رسول کوئی بات اپنے دل سے نہیں کہتا بلکہ اُس پر جو وحی نازل ہوتی ہے اسی کو پہنچاتا ہے۔ پس ماننا بیگناہی کہ یہ حدیث بھی خدا ہی کی وحی سے فرمائی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خدا دو طرح کی بات کرتا ہے کہ قرآن میں تو کہا انبیاء وارث بھی ہوئے اور مورث بھی ہوئے اور حدیث میں کہا کہ نہ وارث ہوتے ہیں نہ مورث۔ دوسری خرابی یہ ہوتی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم چھوٹے ثابت ہوتے ہیں کہ خود اپنے والد کی میراث پائی۔ مگر فرمایا کہ میں وارث نہیں ہوتا۔ تیسری یہ کہ خدا کا ظلم ثابت ہوتا ہے کہ اور لوگوں کی اولاد کو تو میراث دلوائی اور انبیاء کو اور ان کی اولاد کو میراث سے محروم کیا۔ لیکن یہ کل باتیں محال ہیں لہذا حدیث مذکورہ باطل ہے۔ اسی سبب سے جناب سیدہ نے عمر بھر اس کو نہیں مانا اور حضرت ابو بکر سے ناراض ہی گئیں۔ اسی وجہ سے علماء اہلسنت جناب سیدہ کی ناراضی سے بہت پریشان رہتے ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے لکھا ہے ”شکل ترین اذین قضیہ فاطمہؓ تہراست زیر کہ اگر گویم کہ او جاہل بور بایں سنت یعنی حدیثی کہ ابو بکر نقل کردہ بعید است از فاطمہ۔ و اگر التوا انیم کہ شاید اتفاق نیقاد اور السماع ایس حدیث از آن حضرت شکل می شود کہ بعد از شہادت از ابی بکر و شہادت سائر صحابہ بر آن چرا قبول نہ کرد و در غضب آمد۔ و اگر غضب و پیش

از سماع حدیث بود چرا برنگشت از غضب تا اینکه امتداد کشید و تا زندہ بود مہاجرت کرد۔
 کل قضیوں سے زیادہ سخت قضیہ جناب فاطمہ زہرا کا ہے اس لئے کہ اگر کہیں کہ وہ نہایت
 سے ناواقف تھیں یعنی اس حدیث سے جس کو ابوبکر نے نقل کیا تو یہ خلاف عقل ہے کہ آپ
 بالکل بے خبر رہیں۔ اور اگر مان لیں کہ شاید رسولؐ سے فاطمہ کو اس حدیث کے سننے کا
 موقع نہیں ملا ہو تو اور زیادہ مشکل پڑتی ہے کہ جب آپ نے اس حدیث کو حضرت ابوبکر
 سے سُن لیا اور باقی صحابہ نے گواہی بھی دی پھر کیوں نہ اس کو صحیح جانا اور غضبناک ہو گئیں
 اور اگر آپ کا غصہ حدیث مذکور کے سننے سے پہلے ہوا تھا تو سننے کے بعد کیوں غصہ کو
 ترک نہیں کیا جس نے اس قدر طول بھینچا کہ جب تک زندہ رہیں ابوبکر سے مہاجرت
 ہی اختیار رکھی (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب الثمۃ فصل ۳ جلد ۳ ص ۲۳۲)۔

بہادر ہویں فضل

اپنی وفات تک جناب سیدہ کی ناراضی

جناب غمگین کی مرتے وقت تک کی ناراضی نے حضرت ابوبکر کے متعلق بڑی بے چینی پیدا کر دی
 ہے۔ اسی وجہ سے بعض حضرات نے کوشش کی کہ کسی طرح جناب مہاجر کا آخر وقت
 میں راضی ہونا ثابت ہو جائے۔ اور جب اس میں کسی طرح کامیابی نہیں ہوئی تو فرمائی
 کتابوں کے نام بھی ذکر کر دیئے گئے۔ جیسے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا ہے
 واما امامیہ پس صاحب مجاہد السالکین وغیرہ از علماء ایشان روایت کردند۔ یعنی
 جناب سیدہ کے راضی ہو جانے کو شیعوں سے صاحب کتاب مجاہد السالکین اور
 ان کے دوسرے علماء نے لکھا ہے (تحفہ اثنا عشریہ) مگر افسوس اس نام کی کوئی
 کتاب آج تک ہوئی ہی نہیں۔ نہ اس کے مصنف دنیا میں کبھی پیدا ہوئے۔ اور جو کتابیں
 اصح الکتاب بعد کتاب الباری سمجھی جاتی ہیں (یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم) جب ان میں
 یہ موجود ہے کہ فضیلت فاطمہ و ہجرت ابا جعفرؑ و ہجرت ابا جعفرؑ حتی توفیت۔ یا۔ فہجرتہ

فلم نكلمه حتى توفيت - جناب سیدہ حضرت ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور ابوبکر سے بولنا ترک کر دیا۔ یہاں تک کہ مرتے مرتے نہیں بولیں (صحیح بخاری باب الخمس جلد ۲ ص ۳۸۱) و صحیح مسلم جلد ۲ ص ۹۱۔ اور تاریخ کی سب سے زیادہ معتبر کتاب میں ہے فہجرتہ فاطمۃ فلم نكلمه فی ذلک حتی ماتت قد فنها علی لیلًا ولریوذن بها با بکر۔ جناب سیدہ حضرت ابوبکر سے بالکل متنفر ہو گئیں اور پھر ان سے کبھی نہیں بولیں یہاں تک کہ وفات پا گئیں۔ تو حضرت علیؑ نے آپ کو رات میں دفن کر دیا اور حضرت ابوبکر کو خبر نہیں کی۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۲)۔ اور محدث جمال الدین نے لکھا ہے "و نماز بروے علی و بقولے عباس گزارد۔ روز دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق و سائر ائمہ اب صحابہ با علی معا تبہ کی کہ چون مارا خبر نہ کردی تا شرف نماز بروے دریافتے۔ علی عذر گفت سن برویت او خنن کردم در روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۲۳)۔ اس کا ترجمہ گزر چکا۔ جناب سیدہ نے حضرت علیؑ کو بھی اپنے جنازہ پر آنے کی اجازت نہیں دی۔ وفات سیدہ پر حضرت عائشہؓ آپ کے دروازے پر آئیں مگر اسماءؓ نے روک دیا کہ حسب وصیت جناب سیدہ آپ جنازہ پر نہیں آ سکتی ہیں۔ انھوں نے حضرت ابوبکر سے اس کی شکایت کی۔ وہ دروازے پر آئے اُن کو بھی وہی جواب ملا اور وہ بھی واپس چلے گئے۔ (استیعاب مبنیٰ علیٰ حیدر آباد جلد ۲ ص ۳)۔ اور علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے "سئلت علی بن الفارقی مدرس المدرستہ العربیۃ ببغداد فقلت له اکانت فاطمۃ صادقۃ۔ قال نعم۔ قلت فلم لم یذفع الیہا ابوبکر خذک وہی عندہ صادقۃ۔ فبتسم ثم قال کلاما لطیفاً مستحسنًا مع ناموسہ و حرمتہ و قلة دعائتہ۔ قال لولا عطاها الیوم ہجرت دعواھا لجماعت الیہ غذا و ادعت لن وجہا الخلافۃ و زحرتہ عن مقامہ ولم یکن یکنہ الاعتذار او الموافقتہ بشئ لانه یكون قد سجل علی نفسه بانھا صادقۃ فی ماتہی کائناتا ما کان من غیر حاجتہ الی بنیہ ولا شہود۔ و هذا کلام صحیح وان کان اخرجہ فخر الدعا بۃ۔ میں نے علی بن الفارقی سے جو بغداد کے مدرسہ عربیہ میں مدرس تھے پوچھا کہ کیا جناب فاطمہؓ نے اپنے دعوے میں سچی تھیں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا پھر کیوں حضرت ابوبکرؓ نے انکو فدک نہیں دے دیا؟ حالانکہ جناب سیدہ اپنے خیال میں سچی تھیں۔ اس پر وہ ہنسے اور

باوجود اس کے کہ وہ کم مزاج کے آدمی اور عزت و حرمت و شان و وقار کے بزرگ تھے ایک لطیف اور دیکھ بچ بات کہی کہ اگر آج حضرت ابو بکر جناب سیدہ کے دعوے پر فک ان کو واپس کر دیتے تو کل وہ پھر پہنچتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعوے کرتیں اور ابو بکر کو ان کے تختہ حکومت سے ہٹا دیتیں۔ اُس وقت ابو بکر نہ کوئی غدر کر سکتے نہ ان کی بات مان سکتے کیونکہ انھوں نے خود اپنے خلاف اس بات پر ہنر کر دی ہوتی کہ فاطمہ جو دعویٰ بھی کریں اس میں وہ سچی ہیں جس پر نہ کسی گواہ کی ضرورت ہے نہ دلیل کی۔ اور رعی بن فارتی کا یہ کلام بالکل صحیح ہے۔ اگر یہ بطور مزاج کہا ہے (شرح بیچ البلاغہ جلد ۴ ص ۵۱)۔

سولہویں فصل

جناب سیدہ کے دعوے بہ فک کو رد کر دینا

جناب سیدہ نے فک پر صرف میراث ہی کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ فرمایا۔ اس کو حضرت رسول خدا صلعم اپنی زندگی ہی میں مجھے بہ کر گئے تھے۔ جس سے فک رسول کی زندگی ہی میں آپ کی بدک سے نکل کر جناب سیدہ کے قبضہ میں آ گیا تھا مگر حضرت ابو بکر نے اس پر بھی تصرف کر لیا۔ اور جناب سیدہ کے اس دعوے کو بھی خارج کر دیا۔

سلامہ سیوطی آیتہ ذات القربیٰ حقہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں لما نزلت مدہ الا یہ دعا رسول اللہ فاطمہ فاعطاها فذک ... لما نزلت ذات القربیٰ حقہ اقطع رسول اللہ فاطمہ مذکا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنی قرابت والے کو اس کا حق دے دو تو رسول خدا نے فاطمہ کو بلایا اور فک ان کے حوالہ کر دیا۔ اور جب یہ آیت اتری تو رسول خدا نے فک کو بطور جاگیر جناب سیدہ کے سپرد کر دیا (تفسیر درمنثور جلد ۴ ص ۵۱)۔

اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے۔ فانتہ فاطمہ فقالت ان رسول اللہ اعطانی فذک فقال هل لك بینه فشهد لها علی ۴ دامین۔ جناب فاطمہ جناب ابو بکر کے پاس گئیں

اور کہا کہ فدک کو تو رسول خدا نے مجھے عطا کیا تھا۔ ابوبکر نے کہا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ اس پر حضرت علیؓ و ام ایمن نے گواہی دی (صواعق محرقہ ص ۲۲)۔

اور علامہ رازی نے لکھا ہے۔ فلما مات محمدؐ ادعت فاطمة علیہا السلام انہ کان خالفا هذا۔ جب حضرت رسول خدا کا انتقال ہوا تو حضرت فاطمہ علیہا السلام نے دعویٰ کیا کہ آنحضرتؐ نے ان کو فدک ہبہ کر دیا تھا۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۱۲۵) اور علامہ سید شریف نے لکھا ہے۔ ادعت فاطمة انہ علیہ السلام تحملھا ای اعطاھا فدکا نخلتہ ای عطیتہ و شہد علیہ علیؓ والحسنؓ والحسينؓ و ام کلثومؓ والصالح ام ایمن۔ فاطمہ نے دعویٰ کیا کہ پیغمبر خدا نے فدک کو انھیں ہبہ کیا تھا بطور عطیہ کے۔ اور ان کے اس دعوے پر حضرت علیؓ و امام حسنؓ و حسینؓ و ام کلثومؓ نے گواہی دی اور صحیح یہ ہے کہ ام کلثوم نے نہیں بلکہ ام ایمن نے گواہی دی (شرح مواقف ص ۴۳) اور علامہ مہود دی نے لکھا ہے۔ ذکر المجد فی ترجمتہ فدک ما یقتضی ان الذی دفعہ عمرانی علیؓ والعباس رض و وقت الحضرة ینہ ہو فدک فانہ قال فیہا وہی القی کانت فاطمة ادعت ان رسول اللہ صم تخلینہا۔ نقل ابوبکر ادید بذ اللہ شہودا۔ شہد لھا علیؓ۔ فطلب لھا شہدا آخر۔ شہدت لھا ام ایمن مجد نے فدک کے حال میں بیان کیا ہے کہ وہ چیز جو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ و عباسؓ کو دی تھی اور جس کے بارے میں نزاع واقع ہوئی وہ فدک ہی ہے کیونکہ انھوں نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہی وہ چیز ہے جس کا دعویٰ جناب فاطمہؓ نے کیا تھا کہ رسول خدا نے یہ جائیداد ان کو ہبہ کر دی تھی۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے ان سے کہا میں آپ کے اس دعوے پر گواہ چاہتا ہوں تو حضرت علیؓ نے جناب سیدہ کے موافق گواہی دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کوئی دوسرا گواہ طلب کیا تو ام ایمن نے بھی گواہی دی (وفاء الوفاء باخبار دارالمنصف جلد ۲ باب ۶ فصل ۲ ص ۱۶) اور علامہ علی شقی نے لکھا ہے۔ ان فاطمة انت بابکر تسلمہ سم ذوی القرنی۔ فقال لھا ابوبکر سمعت رسول اللہ ص یقول سم ذوی القرنی فی حیاتی ولیس لکم بعد موتی۔ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آکر ذوی القرنی کا حصہ طلب کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے سنا ہے کہ ذوی القرنی کا حصہ میری زندگی میں ہے میرے بعد نہیں ہوگا (کنز العمال جلد ۲ ص ۱۲۵)۔ اور علامہ

بلا ذریعے لکھا ہے۔ کانت فذک رسول اللہ ﷺ خاصۃ لانہ لم یوجف المسلمون علیہا
بخیل ولا رکاب۔ وعن مالک ابن جعونہ عن ابیہ قال قالت فاطمۃ لابی بکر ان رسول اللہ ﷺ
جعل لی فذک فاعطی آیاھا وشہد لھا علی بن ابی طالب فسا لھا نسا ہذا آخر شہدت لھا ام
نقال قد علت یا بنت رسول اللہ ﷺ انہ لا یحوز الا شہادۃ رجلین اور رجل وامرأتین فانصرفت
فدک کی جائداد خاص رسول خدا صلعم کے لئے تھی کیونکہ مسلمانوں نے اس کو جادے
حاصل نہیں کیا تھا۔ اور مالک ابن جعونہ بیان کرتا تھا کہ جناب فاطمہ نے جناب ابوبکر
سے فرمایا کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فدک مجھے دے دیا تھا لہذا تم وہ میرے حوالہ
کر دو۔ آپ کے اس دعوے پر حضرت علیؑ نے گواہی دی۔ حضرت ابوبکر نے دوسرا گواہ
طلب کیا۔ آپ نے ام امین کو پیش کیا۔ انھوں نے گواہی دی۔ اس پر حضرت ابوبکر کو
کہ اے دختر رسولؐ بات یہ ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی صحیح نہیں ہے
بلکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی ہونی چاہئے۔ اس پر جناب سیدہ واپس گئیں
(تقویم البلدان ص ۳۰) اور علامہ حموی نے کچھ تفصیل سے لکھا ہے فذک قریۃ بالبحران
بینہا وبين المدینۃ یرمان وقیل ثلاثۃ افاہما اللہ علیہ رسولہ ﷺ فی سنتہ سبعہ صلیحا.....
فی مالہم یوجف علیہ بخیل و رکاب فکانت خالۃ لرسول اللہ ﷺ و فیہا عین خوارقہ و بخیل
کتیۃ دھی التي قالت فاطمۃ ان رسول اللہ ﷺ یخلینہا فقال ابوبکر ذم ارید لذلک شہو حاد
وھا قصۃ فذک حجاز میں ایک گاؤں ہے جو مدینہ سے دو یا تین دن کی راہ پر ملتا ہے۔ خدا نے
سیدہ ہجری میں یہ گاؤں حضرت رسول خدا صلعم کو بطور صلح دلویا تھا۔ پس یہ وہ گاؤں
تھا جس کے لئے مسلمانوں نے نہ شکر گشتی کی نہ جنگ کی بلکہ بغیر ان باتوں کے رسول ﷺ کو
حاصل ہو گیا۔ اسی سبب سے یہ حضرت رسول خدا صلعم کی جائداد ہو گئی۔ اس میں ایک
جوش مارتا ہوا چشمہ اور بخت کھجور کے درخت تھے اور یہی وہ گاؤں تھا جس کے
مستعلق حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ اسے رسول خدا صلعم نے مجھے بخش دیا
تھا۔ اس پر حضرت ابوبکر ہولے کہ میں آپ کے دعوے کا گواہ چاہتا ہوں اور اسکا
قصہ طولانی ہے (معجم البلدان جلد ۶ ص ۲۷۳) جب جناب سیدہ نے گواہ پیش کئے
تو ان کو بھی حضرت ابوبکر نے رد کر دیا۔ اور کہا دو مردوں یا ایک مرد اور دو

عورتوں کی گواہی پیش کیجئے۔ مگر آپ کا طرز عمل دوسروں کے ساتھ اس سختی کا نہیں تھا
 مثلاً امام بخاری نے لکھا ہے جابر بن عبد اللہ یقول قال لی رسول اللہ ﷺ لو قد جاء مال
 البعیرین لقد اعطیتک فہکذا اثلاً ثاماً فلم یقدم مال البعیرین حق قبض رسول اللہ ﷺ فلما قدم علی ابوبکر
 امرنا ویأ فنادی من کاذلہ عند البعیرین دین اوعدۃ فلیأتی - قال جابر فنجتہ ابا بکر فاجتہ
 ان البعیر ﷺ قال لو قد جاء مال البعیرین اعطیتک فہکذا اثلاً ثاماً - قال فاعطانی - قال
 جابر فلقیت ابا بکر بعد ذالک فسالته فلم یعطنی ثم اتیتہ الثانیۃ فلم یعطنی - ثم اتیتہ الثالثۃ
 فلم یعطنی فقلت لہ قد اتیتک فلم تعطنی ثم اتیتک فلم تعطنی ثم اتیتک فلم تعطنی فاما ان تعطينی
 واما ان تبخل عنی - فقال اقلت تبخل عنی وای داء ادواء من البخل - قال ہا ائلا ما ملکتک
 من مرقۃ الا وانا ارید ان اعطیک وعن صدق بن عبد بن علی قال سمعت جابر بن عبد اللہ
 یقول جئت فقال لی ابوبکر عداھا قد جئتھا فوجدتھا خمس مائۃ قال عند فضلہا مرتین -
 جناب جابر بن عبد اللہ بیان کرتے تھے کہ مجھ سے حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا
 تھا کہ اگر بحرین کا مال آئے گا تو میں تم کو ضرور اس قدر اس قدر - اس قدر
 (تین مرتبہ) دوں گا۔ مگر وہاں سے مال نہیں آیا یہاں تک کہ حضرت کا اشتغال
 بھی ہو گیا۔ پھر جب حضرت ابوبکر کے پاس وہاں کا مال آیا تو انہوں نے ایک
 سادسی کو حکم دیا کہ پکارو جس شخص کا کوئی قرض رسول کے ذمہ ہو یا حضرت
 نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو وہ میرے پاس آئے۔ اس پر میں (جابر) حضرت
 ابوبکر پاس آیا اور ان سے بیان کیا کہ حضرت رسول خدا صلعم نے مجھ سے فرمایا
 تھا اگر بحرین کا مال آئے گا تو تم کو اس قدر - اس قدر - اس قدر (تین مرتبہ) دوں گا
 اس پر حضرت ابوبکر نے مجھے دے دیا۔ جابر کہتے تھے کہ اس کے بعد میں پھر حضرت
 ابوبکر سے ملا اور ان سے مانگا مگر انہوں نے نہیں دیا۔ پھر ان کے پاس دوبارہ آیا
 تب بھی نہیں دیا۔ سہ بارہ بھی آیا اس وقت بھی نہیں دیا۔ تب میں نے ان سے کہا
 میں آپ کے پاس آیا مگر آپ نے مجھے نہیں دیا۔ پھر آیا پھر بھی نہیں دیا۔ پس
 یا تو مجھے دیدتے یا مجھ سے بخل کیجئے۔ اس پر حضرت ابوبکر بولے کیا تم مجھ کو بخل کرنے
 کو کہتے ہو؟ بخل سے زیادہ بُری بیماری کیا ہو سکتی ہے اس جملہ کو تین مرتبہ کہا۔

پھر کہا اس جابر میں نے تم سے ایک دفعہ بھی اکابر نہیں کیا بلکہ میرا ارادہ یہی رہا کہ تم کو دوں گا۔ اور عمرو نے محمد بن علی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے جابر بیان کرتے تھے کہ میں ابوبکر کے پاس آیا تو انھوں نے کہا اس کو شمار کرو۔ میں نے گنا تو پانچ سو تھا اس پر انھوں نے کہا اس کا ڈگنا لیلو۔ (صحیح بخاری پارہ ۱ ص ۱۷۷ باب قصہ عثمان البصری کتاب المغازی) پارہ ۱۰ ص ۱۷۷ باب اذا ذهب هبته۔ وپارہ ۱۰ ص ۱۷۷ باب اذا موبانجا داوود وغیرہ میں بھی یہی مضمون ہے بن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب جابر کے صرف دو عموں پر حضرت ابوبکر نے بغیر گواہ طلب کئے ہوئے ان کو نذرہ سود دیا!!! جناب جابر کا کیا ذکر ایک معمولی غلام بی آپ سے وصیت رسول کا ذکر کرتا تو آپ نے اس میں کوئی غور کرتے نہ گواہ طلب کرتے نہ اس کو محروم واپس کرتے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں ان ذنباع وجد غلاما له فجدع الف خاتی النبی فقال من فعل هذا بك قال ذنباع فقال النبی للعبد اذهب فانت حرقا وصی بہ رسول اللہ المسلمین فلما قبض رسول اللہ جاء الی ابی بکر۔ فقال وصیہ رسول اللہ قال نعم بخوفی علیک التفقہ وعلی عیالک فاجراها حتی قبض۔ زنباع نے اپنے ایک غلام کو اپنی کسی لونڈی کے ساتھ بچڑ لیا تو اس کی ناک کاٹ دی۔ رسول خدا نے دیکھا تو پوچھا یہ کس نے کیا۔ کہا زنباع نے۔ حضرت نے فرمایا جاب تو آزاد ہے۔ پھر حضرت نے اس کے بارے میں مسلمانوں سے وصیت کی اور جب حضرت کا انتقال ہو گیا تو وہ غلام حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہا رسول کی وصیت یاد کیجئے۔ انھوں نے کہا ہاں ہم تیرا اور تیرے عیال کا وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں اور فوراً مقرر کر دیا۔ جو ان کے انتقال تک جاری رہا (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۸۲)۔ اللہ اکبر جناب سیدہ اس غلام کے برابر بھی نہیں سمجھی گئیں کہ اس غلام سے نہ کوئی غور کیا گیا اور نہ گواہ طلب کیا گیا اور جناب سیدہ کو ان سب کے بعد بھی محروم کر دیا گیا۔ جناب جابر کے صرف دو عموں پر حضرت ابوبکر کے پندرہ سو دسے دینے کے متعلق تو علماء اہلسنت نے مدوح کے عمل کی تائید بھی کی کہ یہی کرنا چاہیئے تھا مثلاً علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔ فیہ قول خبر الواحد العدل من الصحابة ولو جرد الله نفعه انفسہ

لا ۛ ابابکر یملتس من جابر شہادۃ علی صحتہ دعواہ اس حدیث میں یہ بات بھی ہے کہ صحابہ سے کسی ایک عادل شخص کی خبر بھی قبول کر لی جائیگی اگرچہ وہ شخص وہ خبر اپنے ذاتی نفع ہی کے لئے بیان کرتا ہو کیونکہ حضرت ابوبکر نے جابر سے کوئی گواہ ان کے دعویٰ کی صحت پر نہیں طلب کیا۔ فتح الباری پارہ ۹ ص ۱۲۶)۔ اور علامہ عینی نے لکھا ہے۔ انما لم یلتس شہادۃ منہ لانہ عدل بالکتاب والسنۃ۔ حضرت ابوبکر نے جناب جابر سے کوئی گواہ اس سبب سے نہیں طلب کیا کہ جابر قرآن و حدیث دونوں کی رو سے عادل تھے۔

ۛ عمدة القاری بندہ ص ۶)۔ کس قدر ماتم کی جگہ ہے کہ جابر ایسے صحابی کا دعویٰ تو اس طرح قبول کر لیا بائے اور کوئی گواہ بھی نہ طلب کیا جائے مگر جناب سیدہ جناب امیر امام حسن و امام حسین اور ام ایمن سب کو جھوٹا سمجھ لیا جائے۔ حالانکہ جناب سیدہ کے بارے میں رسول خداؐ نے فرمایا کہ (یہ ایسی مصدقہ ہیں کہ) ان کی خوشی سے میری خوشی اور ان کی ناراضی سے میری ناراضی وابستہ ہے۔ جناب امیر کے بارے میں فرمایا کہ حق ادا ہو جائیگا جدھر علیؑ جائیں گے۔ حسن و حسینؑ کو سرداری و انانہا بہشت کا در بہرہ دیا مگر حضرت ابوبکرؓ کے دربار میں یہ کل حضرات جناب جابر بلکہ اس غلام سے بھی حقیر تھے۔ خلیفۃ علیہ السلام من کان باکیا (جس کو رونا ہوا آنے اور اسلام پر فوجہ و ماتم کرے)۔ فاسن معاشرۃ العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی نے فذک کے متعلق بھی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی سمایت کا حق ادا کرنے کی بہت کوشش کی ہے۔ سات صفحہ اس میں صرف کر دئے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ ان کے الفاظ میں یہ ہے۔ اَلْبَیِّنَةُ شَبَّهٌ هُوَ سَكْتَانٌ هُوَ اس آیت سے پہلے جو آیت ہے، اُس سے فذک وغیرہ کا آنحضرتؐ کی خاص جائداد ہونا ثابت ہوتا ہے اور خود حضرت عمرؓ اس کے یہی معنی قرار دیتے تھے آیت یہ ہے و ما افاض الله على رسوله منهم فما اوجتم عليه من خيل ولواكنا ولكن الله يسلط رسله على من يشاء اور جو کچھ ان لوگوں (یعنی یہودی بنی نضیر سے خدا نے اپنے کو دوا یا و تم لوگ اُس پر چڑھ کر نہیں گئے تھے بلکہ خدا اپنے پیغمبروں کو حیر چاہتا ہے سلط کر دیتا ہے (انتہی) پناچہ حضرت عمرؓ نے اس آیت کو پڑھ کر کہا تھا کہ

میں مدوح کی پوری تقریر انشاء اللہ سوا آخری جملہ میں نقل کی جائیگی اور اس پر فصل تبعہ بھی اس میں کیا جائیگا۔ ۱۲

فكانت خالصة لرسول الله ﷺ اوریہ واقعہ صحیح بخاری باب الخمس و باب المغازی اور باب
المیراث میں تفصیل مذکور ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ حضرت عمر اس آیت کی بنیاد پر فک و غیرہ
کو آنحضرت کا خالصہ سمجھتے تھے لیکن اسی قسم کا خالصہ جو ذاتی ملکیت نہیں ہوتا جس طرح سلاطین
کے مصارف کے لئے کوئی زمین خاص کر دی جاتی ہے کہ اس میں میراث کا عام قاعدہ
نہیں جاری ہوتا بلکہ جو شخص جانشین سلطنت ہوتا ہے تنہا وہی اس سے متمتع ہوتا ہے
(الفاروق ص ۲۵۷ جلد ۲) مگر مدوح اسی بحث میں لکھتے ہیں فک آنحضرت کا تھا۔
آپ اس میں سے خرچ کرتے تھے اور فقرائے بنی ہاشم کو دیتے تھے اور ان کی بیواؤں کی
شادی کرتے تھے۔ (الفاروق ص ۲۶۵) دونوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ رسول تو اس سے نبی ہاشم
کے فقراء اور بیواؤں پر بھی خرچ کریں مگر آپ کا جانشین اس سے تنہا متمتع ہوا۔ اب
سوال یہ ہے کہ اگر فک کی یہی شان تھی تو خباب سیدہ کے دعوے سے یہ کرنے پر حضرت
ابو بکر نے بھی یہی جواب کیوں نہیں دیا اور آپ سے گواہ کیوں طلب کئے ؟ اگر وہ
جانتے تھے کہ فک حضرت کے جانشین کی خاص جائداد ہے تو گواہ طلب کر کے کیوں
جناب مغلہ کو پریشان۔ ان کے دعوے کو غلط۔ اور خباب امیر و امام حرم و امام حسین
و ام ایمن کو غیر معتبر قرار دیکر ان سب کی تذلیل و توہین کی ؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ
اگر فک کا واقعا یہی حکم تھا تو حضرت ابو بکر نے اپنے فعل کو خود باطل سمجھ کر خباب
کو نوشتہ کیوں لکھ دیا ؟ علامہ حلبی نے لکھا ہے و ذہاب سبط ابن الجوزی رحمہ اللہ
اندھی اللہ ہذا کتب لہا بغداد و دخل علیہ صبرہ و قال ما هذا فقال کتابت
لخاتمہ عیونہا من ایہا فقال ما ذانفق علی المسلمین و قد حادتك العرب کما توی تم
اخذ عمرو الکتاب فشقہ۔ علامہ سبط ابن الجوزی کے کلام میں ہے کہ حضرت ابو بکر نے
آخر میں حضرت فاطمہ کے لئے فک کا وثیقہ لکھ دیا تھا۔ اتنے میں حضرت عمر وہاں پہنچے
آپ نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ کہا حضرت رسول خدا کی جو میراث فاطمہ کو پہنچتی ہے اسکے
بارے میں یہ وثیقہ میں نے ان کو لکھ دیا ہے۔ حضرت عمر بولے پھر کس چیز سے مسلمانوں
کے متعلق خرچ کرو گے حالانکہ دیکھتے ہو کہ عرب تم سے جنگ پر آمادہ ہیں۔ یہ کہہ کر
آپ نے وہ وثیقہ لے لیا اور اس کو چاک چاک کر ڈالا۔ (سیرۃ حلبیہ مطبوعہ مصر جلد ۱)

معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت رسول خدا صلعم نے جناب سیدہ کے لئے وثیقہ لکھ دیا تھا اُسی طرح حضرت ابوبکر نے بھی بدرجہ عبوری لکھا پیغمبر فاطمہؑ را بخواند و برے او حجت نوشت و آن وثیقہ بود کہ بعد از جناب رسول پیش ابوبکر صدیق آوے دوگفت این کتاب رسول خدا است برائے من و حسنین نوشتہ است۔ حضرت رسول خدا صلعم نے جناب فاطمہؑ کو بلایا اور آپ کے لئے ایک دستاویز لکھ دی۔ یہی وہ وثیقہ تھا جس کو حضرت رسول خدا کے پورے جناب سیدہ حضرت فاطمہؑ کے پاس لائیں اور کہا کہ یہ رسول خدا کی وہ تحریر ہے جس کو حضرت نے میرے اور حسنین کے لئے لکھی تھی۔ (معارف النبوة رکن ۴ ص ۲۲۱) حبیب السیر و روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۳۷۷۔) صرف حضرت ابوبکر ہی نے آخر میں فدک جناب سیدہ کو واپس کرنے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ حضرت عمرؓ نے بھی اپنی خلافت میں فدک کو ان حضرات کے حوالہ کر دیا تھا۔ علامہ حموی وغیرہ نے فدک کی تاریخ میں لکھا ہے۔ تم اُدے اجتہاد عمر بن الخطاب بعدہ لما دلی الخلافۃ و فتحت الفتوح و اتسعت علی المسلمین ان یردھا الی ورتۃ رسول اللہؐ فکان علی بن ابی طالب دم و العباس بن عبدالمطلب یتنازعان فیہا فکان علی شیعول ان البقیۃ جعلہا فی حیاتہ لغاطمۃ و کان العباس یابی ذالک۔ و یقول ہی ملک رسول اللہؐ و انا وارثہ فکانا یتناحسان الی عمر بن خیباتی ان یحکم بینہما و یقول اتماعرف لبتانکما اما انا فقد سلمتہا الیکما۔ جب حضرت عمر بن الخطاب غلیفہ ہوئے اور کثرت سے ملک فتح ہو چکے اور مسلمانوں کو مالی وسعت حاصل ہو گئی تو ان کے اجتہاد نے یہ طے کیا کہ فدک رسول خدا صلعم کے وارثوں کو واپس کر دیں۔ اس پر جناب عباس بن عبدالمطلب حضرت علیؓ سے نزاع کرنے لگے۔ حضرت علیؓ کہتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے اپنی زندگی ہی میں یہ فاطمہؑ کو دے دیا تھا اور جناب عباس اس سے انکار کرتے اور کہتے تھے کہ یہ حضرت رسول خدا کی جائداد ہے اور میں حضرت کا وارث ہوں۔ دونوں کی یہ نزاع حضرت عمرؓ کو معلوم ہوئی تو انھوں نے ان کے درمیان فیصلہ کرنے سے انکار کیا اور کہا آپ دونوں اپنے امور کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔ میں نے تو بہر طور اسے آپ لوگوں کے

سپرد کر دیا۔ (معجم البلدان جلد ۶ ص ۳۲۳)۔ اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔
 حضرت ابوبکر کے عہد میں حضرت عمرؓ نے بھی فیک کو روکا۔ (۲) جب حضرت عمرؓ خود
 خلیفہ ہوئے اور اجتہاد کیا تو فیصلہ کیا کہ اسے ورثہ رسولؐ کی طرف واپس کر دیا
 لفظ "واپس کرنا" بھی بتاتا ہے کہ پہلے یہ زبردستی اور بے قاعدہ لے لیا گیا تھا ورنہ
 اس کے عوض یہ کہتے "ورثہ رسولؐ کو دے دیں یا عطا کر دیں"۔ (۳) حضرت عمرؓ نے
 چونکہ اس کو میراث رسولؐ کی حیثیت سے واپس کیا اس سبب سے حضرت عباسؓ
 نے بھی اس کا دعویٰ کیا اور جناب امیرؓ سے نزاع کی۔ (۴) حضرت علیؓ نے فرمایا
 کہ وہ وارثان رسولؐ کا مال نہیں ہے بلکہ خاص جناب سیدہ کا ہے اور آنحضرت
 صلعم نے اپنی زندگی ہی میں اسے فاطمہؓ کو دے دیا تھا۔ جس سے جناب سیدہ کی ملک
 میں اسی وقت آگیا تھا۔ حضرت عمرؓ کے بعد جو خلفاء ہوئے انھوں نے بھی اسے
 عمل سے یہی بتایا کہ فدک صرف جناب سیدہ کا تھا اور رسولؐ کی میراث نہیں تھی
 (کہ جس میں جناب عباسؓ بھی شریک ہوتے) چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں "فما
 ولی عمر بن عبد العزیز الخلفاء کتب الی عاملہ بالمدينة یا مروه بركة فداک الی ولد فاطمة
 فكانت فی ایدیم فی ایام عمر بن عبد العزیز فاولی یزید بن عبد الملك قبضها فلم یزل فی ایدی
 بنی امیة حتی ولی ابو العباس السفاح الخلفاء۔ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو اپنے
 عامل مدینہ کو لکھ کر حکم دیا کہ فدک اولاد فاطمہؓ کو واپس کر دو۔ اس طرح اس خلیفہ
 کے زمانہ میں یہ جائیداد برابر اولاد جناب سیدہ کے قبضہ میں رہی۔ مگر جب یزید بن
 عبد الملك خلیفہ ہوا تو اس نے پھر اس پر قبضہ کر لیا۔ جس کے بعد یہ برابر خلفاء بنی
 امیہ کے تصرف میں رہی یہاں تک کہ خلفاء بنی عباس کا ابو العباس سفاح خلیفہ
 ہوا۔ (معجم البلدان جلد ۶ ص ۳۲۳)۔ سب سے زبردست ثبوت خلیفہ ماموں کی تحریر ہے
 جو عہد رسولؐ سے بہت قریب اور ہم لوگوں سے بہت قبل تھا۔ علامہ بلاذری نے
 لکھا ہے۔ ولما كانت سنة ۱۲۰ مرامی المومنین المامون عبدالله بن هارون الرشيد
 قد فداها الی ولد فاطمة وكتب بذلك الی قثم بن جعفر عامله على المدينة اما بعد فان امیر
 المومنین بمكانه من دين الله وخلافه رسوله صلى الله عليه وسلم والقراة به اولى من استقن

سنتہ و نفذ امرہ وسلم لمن منحه منحة و تصدق عليه بصدقة منحة و صدقة و
 بالله توفيق امير المؤمنين وعصمته والہ فی العل بما یقر به لہ ذعتہ - وقد کان
 رسول اللہ ﷺ اعطی بنت رسول اللہ فاطمہ و تصدق بہ علیہا و کان ذالک امرًا ظاہرًا
 معروفاً لا اختلاف فیہ - جب سلسلہ ہوا تو خلیفہ مامون بن مارون الرشید نے فک
 کو اولاد جناب فاطمہ کے حوالہ کر دیا - اور اُس کے متعلق مدینہ میں اپنے عامل کو فون
 لکھ بھیجا کہ خلیفہ رسول (مجھ) کو سب سے زیادہ یہ بات مناسب ہے کہ آنحضرت کے
 عمل کی پیروی اور حضرت کے حکم کو جاری کرے اور حضرت نے جس کو جو چیز دی تھی اسکو
 دیدے - اور یہ واقعہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی بیٹی فاطمہ کو فدک دے دیا تھا -
 اور آپ کو بطور متقل جاندا دئے شخص دیا تھا اور یہ ایسا امر ظاہر و شہور تھا کہ اسکو
 بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے فلان کان ینادی فی کل مسم بعد ان قبض اللہ فیہ
 ان ینذ کوکل من کانت لہ صدقة او ہتہ او صدقة ذالک فیقبل قوله و ینفذ عدتہ
 ان فاطمہ رضی اللہ عنہا اولی ما ن یصدق قولہا فیما جعل رسول اللہ ص لہا و قد کتب
 امیرالمؤمنین الی المبارک الطبری مولی امیرالمؤمنین یا مرہ برد فک علیہ و رثتہ فاطمہ
 بنت رسول اللہ محمد و دہا و جمیع حقوقہا المنسوبۃ الیہا و ما فیہا من الرقیق و اللہ
 و غیر ذالک - جب یہ بات تھی کہ حضرت رسول م کے انتقال کے بعد ہر موقع پر
 یہ اعلان کیا جاتا تھا کہ جس کو رسول خدا صلعم نے کوئی چیز بخشی یا ہبہ کی ہو یا
 اس کا وعدہ کیا ہو وہ بتا دے اور اُس کو قبول کر کے وہ وعدہ پورا کر دیا جائے
 تھا تو جناب سیدہ بدرجہ اولی اس کی سختی ہیں کہ اُن کی تصدیق کی جائے اور رسول
 نے آپ کو جو چیز دی تھی اُس کے بارے میں ان کو سچی مانا جائے - اسی وجہ سے
 میں (مامون) نے اپنے غلام مبارک طبری کو لکھا ہے کہ جناب فاطمہ و خیر رسول
 کی اولاد کو فدک اس کے کل حدود اور اس کے غلوں اور کل حقوق وغیرہ
 کے ساتھ واپس کر دو - ظالمات المتوکل علی اللہ امیر بردھا الی ماکانت علیہ
 قبل المامون رحمہ اللہ - جب متوکل خلیفہ ہوا تو اُس نے حکم دیا کہ فدک کو پھر اولاد ظاہر
 سے لیلو (فتوح البلدان ص ۶) کیسے تعجب کا مقام ہے کہ جو بات نہ حضرت ابوبکر کے

ذہن میں آئی نہ حضرت عمرؓ کی تسلی میں نہ نہ خلع و بنی امیہ و بنی عباس سمجھ سکے
اس کی ایجاد مولوی سنی صاحب کرتے ہیں اور اس کی پروا نہیں کرتے کہ تاریخ
ان کی تاویں پر مضحکہ کھائیگی۔

شہر ہویں فصل

فدک کے اختتام میں آپ کا عمل کہاں تک پہنچا؟ رسولؐ کے مطابق تھا
فدک ایک بڑی جائداد اور اس کی آمدنی کافی تھی۔ سین بن بوداؤد میں ہے کہ نبیلہ
عمر بن عبد العزیز کے عہد میں فدک کے غنات کی قیمت پانچ سو روپے دینا رہی۔
اسی وجہ سے ملقاہ رسولؐ برابر اس پر نظر رکھتے تھے۔ جب کسی طرح کوئی شخص
خدا کو یاد دلاتا تو جناب سیدہ یا آپؐ کی اولاد کو واپس کر دیتے اور بب اس کے
شانہ یاد آتے تو لے لیتے۔ اور معلوم ہے کہ جناب سیدہ و بن ابی سہل نہایت
زہد کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور سرت رسولؐ خدا صلعم و جناب سیدہ کے کل امور
اسی طرح سے ہوئے تھے جس طرح حضرت ابو بکر و بن ابی سہل کے۔ ان سب امور
کا نتیجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ صرف رسولؐ خدا صلعم نے فدک بناب سیدہ کو
دے دیا تھا مگر بناب سیدہ اس سے اپنی ضرورت کے مطابق لیکر باقی محاسن انحضرتؐ
کی خدمت میں پیش کر دیتی تھیں اس سے آنحضرتؐ بھی اپنا ضروری خرچ نکال کر
باقی کو خدا کی راہ میں صرف کر دیتے تھے۔ اسی وجہ سے آنحضرتؐ کے شعلی تھا کہ
مال فدک سے استعمال فرماتے تھے۔ مولوی شبلی صاحب نے لکھا ہے ”مکان نصف
فدک خالصاً لرسول اللہؐ و کان یصرف ما یأتیہ منها الی ابناء السبیل۔ یعنی آدھا
فدک خاص رسولؐ اللہ کا تھا۔ آنحضرتؐ اس میں سے سافروں پر صرف کرتے
تھے۔ دفنوج البلدان بلاذری ص ۱۲۱۔ ایک اور روایت میں ہے۔ ان فدک
کان للہی ۲ مکان یعنی مہا دیا کل و یعود علی صراء بی ہاشم و بن دوح انہم۔ یعنی
فدک آنحضرتؐ کا تھا۔ آپؐ اس میں سے خرچ کرتے تھے۔ اور فقرائے بنی ہاشم کو دیتے

تھے اور ان کی بچاؤں کی شادی کرتے تھے۔ (نور البدن ص ۳۱۲) (الفاروق جلد ۲ ص ۲۵۶)۔ مگر افسوس حضرت ابو بکر نے فکر نہ جناب سیدہ کو دیا اور نہ قرابت داران رسول خدا صلعم کا محاذ کیا۔ امام ابو داؤد و امام احمد بن حنبل وغیرہ نے لکھا ہے۔ عن جابر بن مطعم ان رسول اللہ ﷺ لم یقسم لعبدتمس ولا لبني لوط من الحسن نسیما لکان یقسم لبني هاشم و بنی المطلب و ان ابا بکر کان یقسم الحسن یقسم رسول اللہ ﷺ غیبا نہ لم یقسم لبني فز بنی رسول اللہ ﷺ ما کان البیہیم یعنی حضرت رسول خدا صلعم مالِ ہاشم سے جس طرح بنی ہاشم اور بنو مطلب کو تقسیم کرتے تھے اُس طرح عبدس و نوفل کی اولاد کو نہیں تقسیم فرماتے تھے۔ اور حضرت ابو بکر بھی مالِ ہاشم کو اُسی طرح تقسیم کرتے جس طرح حضرت رسول خدا صلعم کا دستور تھا۔ سوائے اس کے کہ حضرت رسول خدا صلعم اپنے قرابت مندوں کو تقسیم کرتے تھے مگر حضرت ابو بکر قرابت داران رسول کو کچھ بھی نہیں دیتے تھے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۵۶) و مسند سنن ابی داؤد ص ۲۵۶ و نیل الاوطار شوکانی جلد ۲ ص ۲۵۶ وغیرہ)۔ اور علامہ طبری نے لکھا ہے۔ فلما قبض اللہ (رسولہ) دد ابو بکر نصیب القریۃ فی المسلمین۔ حضرت رسول کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر نے رسول کے قرابت داروں کا وہ حصہ جو خمس میں تھا بند کر لیا۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۰ ص ۱۰)۔ اور علامہ نیشاپوری نے لکھا ہے۔ ددی ان ابا بکر منع بنی ہاشم الحسن۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابو بکر نے خمس کے مال سے بنو ہاشم کو محروم کر دیا۔ (تفسیر نیشاپوری جلد ۱ ص ۱) تفسیر طبری جلد ۱ ص ۱)۔ محقر یہ کہ اگر حضرت ابو بکر نے اپنے کو خلیفہ رسول سمجھا تھا تو فدک کے متعلق وہی طرزِ عمل اختیار کرتے جو رسول خدا صلعم کا تھا کہ پوری جائداد ان کے حوالہ کر دیتے۔ اس کے بعد دیکھتے کہ جناب مغظمہ اس میں سے اپنی ضروریات پوری کرنے اور بنو ہاشم کو غیرہ کو دینے کے متعلق رسول کی پیروی کرتی ہیں یا نہیں اگر اس کے خلاف پاتے تو اس کا سبب دریافت کرتے مگر یہ سبب کچھ نہیں ہوا۔ بلکہ وہ بتاؤ کیا کہ قبولِ شمس العلماء مولوی ذریعہ صاحبِ ہمتی اُس کا رونا آج تک اسلامی دنیا میں دیا جا رہا ہے اور قیامت تک دیا جائیگا۔ (کتاب اتہات الامۃ ص ۱۹)۔

کہا کرتے کہ مجھ سے تم لوگ اپنی بیعت اٹھا لو۔ کتاب الامامہ والیاستہ کی عبارت گزشتہ حکمی کہ جناب سیدہ کے غضب اور ناراضی پر آپ نے کہا لاحاجۃ فی بیعتکم اقبولنی۔ مجھے تم لوگوں کی بیعت مطلوب نہیں ہے۔ میں اس خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں یا تم لوگ مجھے خلافت سے معاف رکھو۔ (جلد ۲ ص ۲۴۰) اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے۔ قام ابو بکر علی خبر رسول اللہ فقال هل من كانه فاقبله لانا يقول الله۔ حضرت ابو بکر منبر رسول پر کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ کہا اگر کسی کو ناگوار ہو تو میں خلافت سے باز آتا ہوں یا دست بردار ہو جاتا ہوں۔ لانا یج ابو بکر اخلق بآبہ ثلاثۃ ایام یخرج الیہم فی کل یوم فیکول ایہا الناس قد اقلتکم بیعتکم۔ نبایموا من اجبتکم۔ جب حضرت ابو بکر کی بیعت پوری ہو چکی تو آپ نے تین روز تک اپنا دروازہ بند ہی رکھا۔ ہر روز نکل کر آتے اور کہتے اے لوگو میں تم لوگوں کی بیعت سے دست بردار ہوتا ہوں۔ اب جس کو چاہو تم لوگ اپنا خلیفہ بنا لو۔ ان ابابکر حین استخلف تعد فی بیتہ حنینا فدخل علیہ عمر قائل ینمہ۔ قال انت کلفتنی عذ الامم و تشکی الیہ المحکمین الناس۔ جب حضرت ابو بکر خلیفہ بن چکے تو مخزون و مغموم اپنے گھر میں بیٹھ رہے۔ اتنے میں حضرت عمر وہاں پہنچے تو حضرت ابو بکر ان کی ملامت کرنے لگے کہ تم ہی نے میرے اوپر یہ بوجھ لادیا ہے۔ پھر لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی شکایت کی۔ (دکتر العمال جلد ۲ ص ۱۵۵) وکنز العمال مطبوعہ حیدرآباد جلد ۴ ص ۱۳۵)۔ اور اصل کتاب میں لکھتے ہیں قام ابو بکر حین ینبع فخطب الناس فقال یا ایہا الناس انی قد اقلتکم دایکم انی لست بخیرکم فبا یوخیوکم بیعت کے بعد حضرت ابو بکر نے خطبہ دیکر لوگوں سے کہا میں تم لوگوں کی رائے سے باز آیا میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اب مجھے خلافت سے معاف رکھو اور جو تم میں اچھا ہو اُس کی بیعت کر لو۔ (کنز العمال جلد ۴ ص ۱۳۵)۔ جب لوگوں کو مجبور کر کے اپنی خلافت منوائی گئی تو پھر اس سے دست برداری کیوں اختیار کرتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شروع میں خلافت اور سرداری کا خیال ہوا اور بعد میں حضرت رسول خدا صلعم کی وہ حدیث یاد آئی جو ایسا کرنے والوں کے بارے میں فرمائی تھیں مثلاً انکم مستومون علی الامامة و انہا مستکون ندامة و حسنة یم القیامة۔ بہت جلد تم لوگ حکومت کی حرص کرو گے اور وہی تمہارے لئے بروز قیامت ندامت اور حسرت کا سبب ہو جائے گی۔ ایما دال دی من امر المسلمین شیئاً

وَقَفَّيْهِ عَلَى جَسَدِهِمْ فِيهِ تَنَزَّاهُ الْجَسَدُ حَتَّى يَزُولَ كُلُّ عَضْوٍ - جو حاکم مسلمانوں کے امور پر حکومت کریگا وہ جہنم کے پل پر ٹھہرایا جائیگا۔ اس کے اس عمل (حکومت) سے پل بننے لگیگا اور اس حاکم کا ہر عضو ٹوٹ ٹوٹ کر اُس میں گر جائیگا۔ لست اخاف عطا امتی غوغا ع
تَعْتَلَهُمْ دَلَاةٌ وَإِنَّمَا كُنَّ مِثْلُ مَضَلِّينَ إِنْ أَمَّا عَنِ هَؤُلَاءِ فَنَجِّهِمْ وَإِنْ
عَصَوْهُمْ فَاقْتُلْهُمْ - مجھے اپنی امت کے لئے کسی غوغا کا جو اُسے قتل کرے یا کسی دشمن کا جو اُسے
برباد کرے خوف نہیں ہے۔ البتہ یہ ڈرتا ہوں کہ میری امت پر ایسے گمراہ کرنے والے خلفاء
ہوں گے جن کی گمراہ اطاعت کریگی تو وہ لوگ اُس کو قتل میں مبتلا کر دیں گے۔ اور
اگر نافرمانی کریگی تو اُس کو قتل کرنا شروع کریں گے۔ مَنْ دَلَّ عَلَى عَدُوٍّ هُوَ لِعَلِّمْ أَنَّهُ لَيْسَ لَدَاكَ
الْعِلَّاءُ فَلْيَتَّبِعُوهُ مَقْعِدَهُ مِنَ الدَّارِ - جو شخص کسی ایسے کام کا والی ہو جائے جس کے بارے
میں جانتا ہے کہ وہ اُس کا اہل نہیں ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔ يَمُاءُ بَا
لَا مِيرُومَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ فَيُلْقَى فِيهَا كَمَا يُلْقَى الْحِمَارُ بِطَاحُونَتِهِ - حکومت کرنے والے
کو گرفتار کر کے بروز قیامت فرستے لیجائیں گے اور وہ جہنم میں جھونک دیا جائیگا
وہاں اُس سے چکی پسوائی جائیگی جس طرح دنیا میں گد ہوں سے چکیاں پسوائی
جاتی ہیں۔ دکنٹر العمال مطبوعہ حیدرآباد جلد ۴ کتاب الاخلاقہ ص ۱۹۷ چونکہ یہ کل
حدیثیں کتاب الاخلاقہ میں ہیں اس سبب سے ثابت ہوتا ہے کہ سب کا مطلب خلافت
ہی ہے۔ جس کے بموجب سے حضرت لوگوں کو باخبر کرتے جاتے تھے۔

پیسویں فصل

آپ کا قول کہ مجھ پر شیطان رہتا ہے

آپ اکثر فرمایا کرتے اِذَا دَانِيَتْ ذَنَّتْ فَعَمِيَتْ دَاعِلُوا اَنَّهُ لَيْسَ شَيْطَانًا يَعْتَرِفِي - جب
تم لوگ دیکھو کہ میں ٹیڑھا ہو رہا ہوں تو مجھے سیدھا کر دیا کرو اور جان رکھو کہ میرے
لئے ایک شیطان ہے جو مجھ پر تسلط کرتا ہے۔ دعو حق محرقہ ص ۱۱۱ باب فضل اوتارخ
الخلفاء ص ۴۹ وریاض نضرہ ص ۱۱۱ و تارخ طبری جلد ۳ ص ۲۱۱ و مسند احمد بن حنبل جلد ۱

و صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۵ و ۱۳۶ مار، الذائق و کنز العمال جلد ۳ ص ۱۲۶ و ۱۲۷ و ۱۲۸ و ۱۲۹۔
 حالانکہ خدا فرماتا ہے کہ شیطان کا تسلط جہنم اور گمراہوں اور مشرکوں پر ہوتا ہے۔
 جو اس کے بندہ اور خدا کے خاص بندے ہیں ان پر نہیں ہوتا شیطان سے خدا فرماتا
 ہے۔ ان شاء اللہ العزیز علیہ السلام ان لا یسلط علیہ شیطان الا من اتبعہ من الغافلین۔ اسے شیطان جو ہمارے
 بندے ہیں ان پر تو ہر کسی طرح تسلط نہیں ہو سکتا اسے ان گمراہوں کے جو
 تیری پیروی کرتے ہیں۔ اور ایسے تمام لوگوں کے لئے ہمارے ہاں جہنم کا وعدہ ہے کہ
 وہ اس میں داخل ہو جائیں گے۔ (پارہ ۱۸۰ ص ۳۰۷)۔ دوسرے جگہ فرمایا ہے۔
 فانما قرأت القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔ شیطان علی الذین امنوا علی
 یومئذ لا یطعم۔ ان شاء اللہ علی الذین یطعمون۔ الذین یطعمون۔ جب تم قرآن پڑھو
 تو شیطان ان مرد و عورتوں کی منہ مانگے لہجے میں۔ جو لوگ ایمان رکھتے اور اپنے رب سے
 پیروی کرتے ہیں ان پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا۔ اس کا تسلط تو ان ہی لوگوں
 پر ہوتا ہے جو شیطان کے دوست بن گئے اور جو اس کو تہہ کی خدا کھڑے ہیں۔
 (پارہ ۱۸ ص ۱۹)۔ اور عالم ابن حجر نے لکھا ہے۔ قوله تعالى، وان الله الساعی قال
 يتناول من سليمان ومن تبعه من المفسرين ان هذه الآية نزلت في المحدثين و ستات
 الاحادیث المصححة بانہ من اهل البيت النبوی، و حینئذ فی الاية دلالة علی البرکة
 فی نفسی خاتمہ و علیہ و ان الله یخرج منها کثیرا طیبا و ان یجاء یسلط ففایک الحکمة
 و معادنی الرحمة و انہ انما اذہا و ذہبہا من الشیطان الرحیم و و عالجہ
 تمیز الک و شہدہ ذالک کلہ یلم بسباق الاحادیث الدالہ علیہ۔ قرآن مجید کی آیت
 و ان الله الساعی (اور اللہ وہ قیامت کا علم ہے) کے متعلق متعلق ابن سلیمان اور
 دوسرے اس کے پیرو مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت مہدی کی شان میں نازل
 ہوئی اور وہ حدیثیں آگے آتی ہیں جو اس بات کی تصریح کرتی ہیں کہ حضرت مہدی
 البیت رسول معلوم سے ہونگے پس آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ خدا نے
 جناب خاتمہ و علی کی نسل میں برکت عطا فرمائی ہے اور ان دونوں سے بھرت
 پاکیزہ وجود پیدا کرے گا اور دونوں کی نسل کو حکمت کی کنجیاں اور رحمت کی کانیں

بائیسویں فصل

اَیُّکَا قَوْلُ لَسْتُ بِخَیْرَکُمْ وَعَلٰی فِیْکُمْ

(میں تم سے بہتر نہیں ہوں درحالیکہ علی تم میں موجود ہیں)

بعض کتابوں سے آپ کا یہ قول بھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ علامہ ابن روزبہان نے لکھا ہے

السَّالِحُ اَنْدَنِيَا فِي هَذَا رِوَايَةُ الصَّحَاحِ فَاَنْ اَرَبَابَ الصَّحَاحِ ذَكَرُوا فِي بَيْعَتِهِ عَلِيٌّ لَابِي بَكْرٍ اَنْ
بَنِي هَاشِمٍ لَمْ يَبَايَعُوْا اَبَا بَكْرٍ اَلَا بَعْدَ وِفَاةِ فَاطِمَةَ وَلَمْ يَتَعَرَّضْ اَبُو بَكْرٍ لِمَعْرُوفِهِمْ عَلٰی حَالِهِمْ
وَصَحَابِهِمْ اَيْتَرَدُّوْنَ عِنْدَ اَبِي بَكْرٍ وَيَدْخُلُوْنَ فِي الْمَشَاوِرَاتِ وَالْمَصَالِحِ وَالْمَهْمَاتِ وَ
تَدْبِيْرِ الْجِيْشِ - فَلَمَّا قُوِيَتْ فَاطِمَةُ بَعَثَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٌّ اِلٰى اَبِي بَكْرٍ وَقَالَ اَتُنْفِيْ وَحْدَكَ
فَجَاءَهُ اَبُو بَكْرٍ فِي بَيْتِهِ فَجَلَسَا وَتَحَدَّثَا - ثُمَّ قَالَ عَلِيٌّ رَغْمَ لَابِي بَكْرٍ اَنْتَ اسْتَأْثَرْتَ هَذَا الْاَمْرَ
دَوْنَنَا قَالَ اَبُو بَكْرٍ يَا اَبَا الْحَسَنِ كَاَنْ اَلْاَنْصَارَ يَدْعُوْنَ هَذَا الْاَمْرَ لَانْفُسِهِمْ وَكَأَنَّا اَبُو بَكْرٍ
اَنْ يَنْصَبُوْا اَمِيْرًا مِنْهُمْ وَكَأَنَّا يَخَافُ مِنْهُمْ الْفِتْنَةَ فَتَسَارَعْتَ اِلَى اِلْطِغَاءِ الْفِتْنَةِ وَاخَذْتَ
بَيْعَةَ الْاَنْصَارِ وَاِنْ كَانَ لَكَ فِي هَذَا الْاَمْرِ دَعْبَةٌ فَاَنَا اَخْطَبُ النَّاسِ وَاَقِيْلُ بَيْعَتَهُمْ
وَاَبَا يَعْنِي النَّاسَ - فَقَالَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الْمُوْعِدُ بِنَبِيِّ وَبَيْنِكَ بَعْدَ صَلَوةِ الظُّهْرِ
فَلَمَّا صَلَّى الظُّهْرَ دَقَّ اَبُو بَكْرٍ اَلْمَنْبَرُ وَقَالَ اَقْبِلُوْا نِيْ فَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ وَعَلٰی فِیْكُمْ - سَأَتُوْا سِرَّ يَهُدِيْ
بَاتِ اس رَوَايَتِ كَيْ خَلَا فِیْ جَوْ صَحَابِ سِتِّ مِیْنَ مَوْجُوْدِیْ كِیْنُكُمُ صَحَابِ سِتِّ كَيْ
جَامِعِيْنَ نَعْنِيْ حَضْرَتِ عَلِيٍّ كِيْ بَيْعَتِ اَبِي بَكْرٍ كَيْ بَارِیْ مِیْنَ لَكُمُ اَبُو بَكْرٍ كَيْ نَبُوْا هَاشِمٍ نَعْنِيْ حَضْرَتِ اَبُو بَكْرٍ
كِيْ بَيْعَتِ نَبِيْ كِيْ مَكْرُوْبِ وَفَاتِ خَنَابِ فَاطِمَةَ اَوْرِ اَبُو بَكْرٍ نَعْنِيْ اَنْ لَوْ كُوْنُ سِیْ كُیْ تَعْرِضُ لَهٰی
نَبِيْ كِيْ - بَلَكِیْ اَنْ كُوْنُ كَيْ حَالِیْ پَرِ چھوڑ دِیَا - اَوْرِ نَبُوْا هَاشِمٍ اَبُو بَكْرٍ كَيْ پَاسِ بَرَابَرِ اُیَا كَرْتِی
اَوْرِ صِلَاحِ - مَشُوْرُوْنَ مِشْكَلُوْنَ اَوْرِ شُكْرُ كَيْ اَنْطَا سُوْنِ مِیْنَ حَصَّةِ لِیَا كَرْتِی - پَرِ حَبِ
خَنَابِ فَاطِمَةَ كَا اَنْتَقَالَ هُوَ كِیَا تُو حَضْرَتِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ نَعْنِيْ حَضْرَتِ اَبُو بَكْرٍ كَيْ ہَاں كِهَلِیَا
كَيْ اَكِلِیْ اَكْرِ مَجْمَعِ سِیْ طَلْتِ - اس پَرِ حَضْرَتِ اَبُو بَكْرٍ حَضْرَتِ عَلِيٍّ كَيْ گھر گئے تُو دُو نُوْنِ صَاحِبِ

بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ حضرت علیؑ نے کہا اے ابو بکر تم نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر اس خلافت کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ حضرت ابو بکر بولے اے ابوالحسن انصار اس کو اپنے لئے چاہتے تھے اور ان کا ارادہ تھا کہ اپنی ہی جماعت سے کسی کو خلیفہ بنائیں اس سے فتنہ کا خوف پیدا ہوا تو میں نے فتنہ کے دبائنے میں جلدی کی اور انصار کی بیعت خود لیلیٰ۔ اگر تم کو اس کی خواہش ہو تو میں لوگوں کے سامنے اپنی بیعت اٹھا لیتا ہوں اور تمھاری بیعت کر لیتا ہوں۔ حضرت امیر المومنین نے کہا اچھا نماز ظہر کے بعد ہم تم ملیں۔ غرض بعد نماز ظہر حضرت ابو بکر منبر پر گئے اور کہا تم لوگ میری بیعت اٹھا لو میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں کیونکہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں درحالیکہ حضرت علیؑ تم میں موجود ہیں۔ (منقول از تشیید المطاعن جلد ۱)

میسویں فصل

حضرت علیؑ سے آپ کا برتاؤ

باوجودیکہ حضرت علیؑ کے فضائل و خصوصیات سے حجاب و مروج خوب واقف تھے یہاں تک کہ خود روایت کرتے تھے النظر الی علی عبادۃ۔ حضرت علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۶) وغیرہ پھر بھی آپ کا برتاؤ حضرت کے ساتھ جو ہوا وہ گزشتہ اوراق سے اچھی طرح واضح ہے۔ مورخ جلیل مسعودی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت میں ابوسفیان نے اپنے خاندان والوں سے کہا یا بنی امیہ تلغفوا تلغف الکثرة..... فقام عمار فی المسجد فقال یا معشر قریشی اما اذا صوتم هذا الامام بنی اہل بیت بنیکم ملہنا مرة وھنا مرة فاما با من ان ینزعہ اللہ فیضہ فی غیرکم کما نزعہ من اہلہ و وضعہ فی غیر اہلہ و قام المقداد فقال ما رأیت مثل ما وادی بہ اہل ہذا البیت بدنیسم۔ فقال لہ عبدالرحمن بن عوف و ما انت و ذاک یا مقلد بنی عمرو۔ فقال الی واللہ لا جہم بحب رسول اللہ ﷺ وان الحق معہم و فیہم۔ یا عبدالرحمن

قال عمر انا عبيد الله فتم وا ما اور رسولہ فلا واسو بكم ساكت لا تكلم - فقال رسولنا ما و فید باہو
 فقال لا اكره على شئ ما كانت فاعلم ان سنبه - خلق على بقا رسول الله ﷺ و يكي وينا دي
 يا ابن عم ان العوم رستع مسعودا كا دو ايلونى - تو حضرت عمر و غیرہ حضرت علیؓ کو کال کر
 حضرت ابوبکرؓ پاس لے گئے اور کہا بیعت کرو۔ حضرت نے فرمایا اگر نہیں کروں تب؟
 کہا خدا کی قسم ہم لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ حضرت نے فرمایا تو خدا کے ایک بندے
 اور رسولؐ کے بھائی کا خون کرو گے؟ حضرت عمر بولے خدا کے بندے تو ہو مگر رسولؐ
 کے بھائی نہیں ہو۔ اور حضرت ابوبکر خاموش تھے تو حضرت عمر نے کہا تم ان کو بیعت کا
 حکم کیوں نہیں دیتے؟ انھوں نے جواب دیا جب تک حضرت فاطمہؓ ان کے پاس
 ہیں میں ان کو کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتا۔ وہاں سے حضرت علیؓ چلے تو چچھے
 اور رستے ہوئے قبر رسولؐ پر پہنچ کر فریاد کرنے لگے کہ اے بھائی (رسولؐ)
 نے مجھے کمزور سمجھ لیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دے۔ کتاب الامانہ والایمانہ
 (۲۳)۔ اور علامہ سعودیؒ نے لکھا ہے کہ خلیفہ ماسونؒ کہتا تھا رسول اللہ ﷺ نے
 فولى الامۃ ابوبکر فقد عرفت ما کان فی الامۃ فیما اهل البیت ثم رہا عروم یسیدہا
 فعد من ندمہ ثم دلیہا عثمان فاقبل علی بنی امیۃ داعی من حق غیرہم ثم الالہ والی
 علی بن ابیطالب من غیر منکوفہا لغبہ بل مشوبہ بالاکدار۔ حضرت رسولؐ خدا
 کی وفات پر ابوبکر خلیفہ ہوئے تو ان کے حکم سے ہم اہلبیت پر جو گدڑی اس کو جاتے
 ہو۔ پھر عمر خلیفہ ہوئے تو اپنے پیش رو کی روش انھوں نے بھی نہیں پھوڑی۔
 پھر عثمان ہوئے تو بالکل بنی امیہ پر جھک پڑے اور دوسروں سے ہمہ موڑ لیا۔
 پھر یہ ثلاث حضرت علیؓ کی طرف ملیں مگر ویسی صاف نہیں تھی جیسی دوسروں
 کے لئے رہی بلکہ اس میں بہت سی کٹافیں بھر گئی تھیں۔ (مروج الذهب جلد ۱)

لہ اس جملہ پر زمانہ حال کے مشہور سیاسی مصری محقق و مورخ علامہ جرئی زیدان اڈیٹر سالہ
 الملل کی ایک انصاف میں ڈوبی ہوئی عبارت یاد آئی۔ ممدوح نے حضرت علیؓ کے بارے میں
 لکھا ہے۔ وكان شديد الحمية جاد حرم صا على العدل والحق... ولوقته اصوات المسلمين في

اسی جلیل القدر مورخ نے محمد بن ابی بکر اور مغویہ کی خط و کتابت بھی نقل کی ہے جس سے
مثیل آفتاب روشن ہو جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر وغیرہ نے حضرت علیؓ کے ساتھ کیا کیا۔
محمد بن ابی بکر کا خط مغویہ کے نام | محمد بن ابی بکر نے مغویہ کو لکھا۔ من محمد بن

ابی بکر الی الغاوی مغویہ بن منقر۔ اما بعد فان الله بنظمته وسلطانه خلق خلقه بلا هبث
منه ولا ضعف في قوته ولا حاجته الي خلقهم لكنه خلقهم عبيدا وجعل منهم ضويا ونورا
وشقيا وسعيدا۔ ثم اختار علي علم واصطفى وانتخب منهم محمدا فاتبعه لعله واصطفاه
لرسالته وأتممه علي وحيمه وبعثه رسولا ومبشرا ونذيرا۔ فكان اول من اجاب دأبا

ذهن عمرو الناس في وعشة النبوة ومدق الدين لكان نصيب من الحكم الحول ولما بدا في تدبير
ضعف ولكنه تولاها وقد فسدت النيات وطبع العمال في الاحكام واظهروا دواعيهم مغویہ بن ابی
سفیان فان جميع الرجال حوالبها والمجمله والبذل وعلى يضيع الاغراب بتدقيقه في محاسبه عماله
وقواده المبالغة في المحافظة على الدين واسباب التقوى فصار قه جلة العجابه۔ حضرت علیؓ مدد اور
حق کے اس درجہ پابند اور حریص تھے کہ اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ حساب کرنے میں بہت سخت رہتے
اور اگر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب لوگوں میں نبوت کی دہشت اور سچا تدبیر باقی تھا حضرت علیؓ ہی
مسلمانوں کے خلیفہ ہوتے تو ان کا حصہ حکومت اور زمانہ خلافت زیادہ شاندار اور کامیاب ہوتا
اور آپ کی تدبیروں میں کسی قسم کا ضعف نہیں ظاہر ہونے پاتا مگر آپ اس وقت خلیفہ بنائے گئے
جب لوگوں کی نیتیں بگڑ چکی تھیں۔ اور احکام میں عالموں کی طبع بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ اور سب سے
زیادہ طمع و مکر و فریب مغویہ بن ابی سفیان کا تھا کیونکہ اس نے دہوکا غریب جیلہ سازی اور خزانہ
بیت المال کا منہ (اپنے موافق لوگوں کے لئے) کھول کر لوگوں کو اپنی طرف جمع کر لیا تھا۔ اس کے بعد حضرت
حضرت علیؓ اپنے عاملوں اور سردارانِ فوج کو ان کے متعلق انتظامات اور تحصیل وصول کے حساب
کتاب میں وقت کر کے (کہ اس مال خدا کو اس لاپرواہی سے کیوں خرچ کیا اور مسلمانوں سے خطا کیا
فدا نہیں کیوں وصول کیا اور بندگانِ خدا سے فلاں فلاں چیزیں کیوں لیں) اپنے ہاتھ سے کھول
نیز ان لوگوں پر دین کی پابندی کرنے اور اسبابِ تقویٰ کا پاس و لحاظ رکھنے کے متعلق تاکید اور موعظہ
کر کے ان لوگوں کو ضایع کرتے جاتے تھے جس کی وجہ سے اکثر بڑے صحابہ نے بھی آپ کا سچا چہرہ
(تاریخ ائمن الاسلامی جلد ۳ ص ۳۱۱)

وامن وصدق واسلم وسلم اخوہ وابن عمہ علی بن ابی طالب صدقہ بالحبیب الکرم و
 اثنتہ علی کل حمیم ووقاہ بنفسہ حمل هول وحادب حوبہ وسالم سلمہ فلم یبرح مبتدئ
 لنفسہ فی ساعات اللیل والنہار والخوف والجموع والمخضع حق بزد سابقاً لا یظفر لہ فی
 من ابعده ولا مقارب لہ فی فعلہ - وقد رأیتک تسامیہ وانت انت - وهو هو - اصدق
 الناس نیتہ وافضل الناس ذریۃ - وخیر الناس زوجہ - وافضل الناس ابن عم - اخوہ
 الشاہی بنفسہ یوموتہ وحمد سید الشہداء یوم احد - وایہوہ الذاب عن رسول اللہ
 وعن حوزتہ - وانت العین ابن اللعین لم تزل انت وابوک تبغیان لرسول اللہم الحوایل و
 تجمدان فی اطفاء نور اللہ تجمعان علی ذالک الجموع - وتبذلان فی المال وتوتیان علیہ
 القبال - علی ذالک مات ابوک وعلیہ خلفتہ والشہید علیک من تد فی ولجاء الیک من
 یقیمہ الاحزاب ودوساء النفاق - والمشاہد لعل مع فضلہ المبین القدیم انصارہ الذین
 معہ الذین ذکرہم اللہ بنصلہم واتفی علیہم من المجاہدین والانصار دہم مد کما تب وعصائب
 یرون الحق فی اتباعہ والستفاء فی خلاقہ - فکیف یالک الویل تعدل نفسك بعلی وهو وارث
 رسول اللہ ووصیہ وابو ولدہ واول الناس لما تابعا واقربہم بہ عہدا یخبرہ بسوۃ
 ویطلعہ علی امرہ - وانت عدوہ وابن عدوہ فقمع فی دنیاک ما استطعت بباطلک و
 یعدوک ابن العاص فی غوایتک کما کان اجلک قد انقضی ویکدک قد وہی - ثم یبیین لک
 لمن تكون الماقبۃ العلیا - واعلم انک انما تکاید ربک الذی امانک کیدہ ویست
 من روحہ - فعولک بالمرماہ وانت منه فی غرور والسلام علی من اتبع الهدی
 یہ خطاب ہے محمد بن ابی بکر کی طرف سے گمراہ مغویہ کے نام - بعد حمد و ثناء واضح ہو کہ
 خدا نے اپنی عظمت و جبروت سے اپنی مخلوقات کو بے سبب اور بے غرض نہیں پیدا
 کیا - نہ خلقت عالم کی اس کو احتیاج تھی اور نہ بغیر اس کی پیدائش کے اس کی قوت
 میں کچھ ضعف تھا بلکہ اس نے لوگوں کو اپنی عبادت کے لئے اپنا بندہ پیدا کیا جن
 میں گمراہ بھی ہیں اور سیدھی راہ والے بھی - بد بخت بھی ہیں نیک بخت بھی -
 پھر اللہ نے علم کی بنیاد پر اچھے بندوں کو ہرگز زیادہ اور منتخب کیا - اور ان سب
 لوگوں پر ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا - اور اپنی رحمت

کے لئے ایمن مقرر کیا۔ اور حضرت کو رسول - مبشر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا تو سب پہلے جس نے حضرت کی دعوت قبول کی - حضرت کی بات مانی - حضرت پر ایمان لائے حضرت کی تصدیق کی - حضرت کے دین اسلام کو اختیار کیا اور اپنے کو حضرت کے حوالہ کر دیا۔ حضرت کے بھائی اور ابن عم علی ابی طالب تھے جنہوں نے فوراً حضرت کی پیروی خبروں کی تصدیق کی اور اپنے سب قرابت مندوں کے مقابلہ میں حضرت کا رخ دیا۔ اور جو فتنہ و دہشت کے ہر موقع میں حضرت پر اپنی جان نثار کرتے رہے۔ جس سے آنحضرتؐ کو جنگ کرنا پڑی اُس سے انہوں نے بھی جنگ کی۔ اور جس سے آنحضرتؐ نے صلح کی اُسی سے انہوں نے بھی صلح کی۔ غرض وہ ہمیشہ دن رات کے کل اوقات اور خوف و غم و غصہ کی ہر حالت میں حضرت کی حمایت میں اپنی جان قربان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کل امور میں سب لوگوں سے اس سچے بڑھ گئے کہ نہ پیروان رسولؐ میں ان کی کوئی نظیر مل سکتی ہے اور نہ (امتحان) عمل میں کوئی ان کی برابری کر سکتا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ تو ان کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ تو تو ہی ہے اور وہ وہ ہی ہیں۔ ان کی نیت سب لوگوں سے زیادہ سچی۔ ان کی ذریت تمام عالم سے افضل۔ ان کی بیوی سب لوگوں سے انست۔ ان کے چچا حمزہ جنگ احد کے سید الشہداء اور ان کے باب حضرت ابو طالب رسول خدا اور دین اسلام کے زبردست حامی رہے۔ اور اسے معویہ تو خود بھی ملعون ہے اور ملعون کا بیٹا بھی ہے۔ تم باپ بیٹے ہمیشہ حضرت رسول خدا کے لئے آفات و مصائب ہوتا کرتے رہے۔ اور نور خدا کے بجھا دینے میں کوشش کئے گئے۔ ان مظالم کے لئے تم دونوں جتھے آ رہے اور کافی ہاتھ خرچ کرتے۔ اور حضرت کے خلاف قبیلوں کو ہمیشہ ابھارتے رہتے تھے۔ انہیں کوششوں میں تیرا باب مرگیا اور تو انہیں باتوں پر اس کا جانشین ہوا تیرے خلاف ان امور کے گواہ بقیہ احزاب و رؤسائے منافقین سے وہ لوگ بھی ہیں جنکو تو نے اپنا مقرب بارگاہ بنا رکھا ہے۔ اور جو تیری پناہ میں آ گئے ہیں۔ اور حضرت علیؑ کا قدیمی فضل تو ظاہر و آشکارا ہے۔ علاوہ اس کے حضرت کے گواہ آپ کے وہ اصحاب

اور وہ خود ان سب سے بہتر اور ان سے سب سے زیادہ اچھے اور ان کی ہر بات کی حمایت میں جان قربان کرتے رہے۔

ہیں جو حضرت علیؑ کے ساتھ ہیں جن کے فضل و شرف کو خدا نے قرآن مجید میں ذکر کیا۔ جو حضرت رسولؐ خدا کے ہمارے ہیں۔ یہی لوگ حضرت علیؑ کی فوج اور لشکر ہیں۔ جن کا اعتقاد ہے کہ حضرت علیؑ کی پیروی میں حق اور حضرت کی مخالفت میں گمراہی اور بدبختی ہے۔ پس اسے ہونچھو تو اپنے کو حضرت علیؑ کے برابر کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ وہ رسول خدا کے وارث۔ وصی اور حضرت کی اولاد کے والد ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے آنحضرتؐ کی پیروی کی۔ اور جو سب سے زیادہ حضرت کے قریب الہد ہیں۔ جن کو حضرت برابر اپنے رازیر باخبر اور اپنے امور پر مطلع کرتے رہتے تھے۔ اور تو خود بھی آنحضرتؐ کا دشمن ہے اور تیرا باپ بھی دشمن ہی تھا۔ پس جس قدر تجھ سے ہو سکے باطل کی پیروی کر کے اس دنیا کا مزا اٹھالے اور عمرو بن العاص بھی تیری گمراہی میں جس قدر ممکن ہو مدد کر دے مگر یہ بھی جان لے تیری اجل آگئی۔ اور تیرا کید مست ہو گیا۔ پھر تجھ پر بہت جلد واضح ہو جائیگا کہ شاذار عاقبت کس کے حصہ میں آئی اور یہ بھی جان رکھ کہ تو اپنے اس پروردگار ہی سے مکر و فریب کر رہا ہے جس نے تیرے کید کی جزا سے تجھ کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ اور جس کی رحمت سے تو محروم ہو چکا ہے۔ وہ تیری گھات میں لگا ہوا ہے اور تو اس سے غفلت میں پڑا ہے۔ اور جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔

معو یہ کا خط محمد بن ابی بکر کے نام | معویہ نے اس خط کے جواب میں محمد

ابن بکر کو یہ مکتوب بھیجا۔ من معویہ بن صفوان الزاری علی ابیہ محمد بن ابی بکر اما بعد قد اتانی کتابک تذکر فیہ ما للہ اہل فی عظمتہ وقد رتہ و سلطانہ و ما صلیٰ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً فیہ تضعیف و لا ینک فیہ تعزیز ذکرت فیہ فضل ابن ابی طالب و قدیم سوابقہ و قربتہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ما ساتھ آیاتہ فی کل ہول و خوف۔ کان احتیاجک علی و عیبک لی بفضل غیرک لا بفضلک۔ فاحذر یا صوف ہذا الفضل عندک و جعل غیرک فقد کنا و ابطوک فینا نعرف فضل ابن ابی طالب و حقہ ان مالنا مبروراً علینا۔ فلا اختار اللہ لنبیہ ما عندہ و اتمہ ما وعدہ و اطمہ دعوتہ فابج حجتہ و قبضہ اللہ الیک کان ابن بکر و فارقتہ اول من ابدی حقہ و خالف علی امیرہ علی ذلک اتفقوا لتساق ثم انہما دعواہ

فاروق ہی اول وہ لوگ تھے جنہوں نے علیؑ کا حق چھین لیا اور ان کی خلافت کے متعلق ان کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اسی بات کو دونوں نے اپنے اتفاق سے طے کیا اور اسی کو رد کیا۔ پھر ان دونوں نے علیؑ کو بلایا کہ ان دونوں کی بیعت کریں مگر علیؑ نے دونوں سے کنارہ کشی کی اور ان کی بیعت میں توقف اور تامل کیا۔ اس پر دونوں نے ان کو مختلف قسم کے ہم و غم میں مبتلا کرنے کا ارادہ کیا اور بڑے بڑے آفات میں ڈالنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔ پھر ان دونوں نے خلافت کی تو علیؑ کو اپنے انتظام سے کسی امر میں شریک نہیں کرتے تھے نہ اپنے بھیدوں کی اور نہ کو خبر ہونے دیتے تھے یہاں تک کہ وہ دونوں دنیا سے چل بسے تو ان دونوں کے میسرے بزرگ عثمانؓ کھڑے ہوئے انہوں نے بھی انہیں دونوں کی روش اختیار کی اور انہیں کی سیرت و طریقہ پر عمل کرنے لگے۔ مگر ان میں تو نے اور تیسرے امام (علیؑ) نے حبیب گیری کی یہاں تک کہ اس کے بارے میں دور دور کے نافرمان لوگ بھی طمع میں پڑ گئے۔ پھر تم دونوں نے ان کو آفتوں میں ڈالنا چاہا اور اپنی دشمنی ظاہر کر دی یہاں تک کہ تم دونوں اپنی مرادوں کو پہنچ گئے۔ پس اے ابوبکرؓ کے بیٹے اپنے بچنے کی راہ اختیار کر اور اپنی حالت کو اپنی انگلیوں کی درمیانی وسعت پر قیاس کر۔ تو اس شخص (خود میں ملوہ) کے مقابلہ اور برابری سے جس کا علم پہاڑوں کے برابر ہے عاجز ہے!۔۔۔۔۔ اب جس مسئلہ (خلافت) میں ہم لوگ بحث کر رہے ہیں اگر درست ہے تو تیسرے باپ (ابوبکرؓ) ہی نے اکیلے اکیلے الگ اس کا انتظام کر لیا۔ اور ہم لوگ تو صرف ان کے کام میں شریک ہو گئے ہیں کیونکہ اگر تیسرے باپ اس کے قبل ایسا برتاؤ نہیں کئے ہوتے تو ہم بھی علیؑ بن ابی طالبؓ کی مخالفت نہیں کرتے۔ بلکہ اس کو ان کے حوالہ کر دیتے مگر ہم نے دیکھا کہ تیسرے باپ ہی نے

اے مولوی و جدائز خاں صاحب نے لکھا ہے "فاسدہ دم طینا" تم نے اکیلے اکیلے الگ ہی خلافت کا انتظام کر لیا ہم کو صلاح و شعور سے میں بھی شریک نہیں کیا یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔ (نور اللقہ ص ۲ ص ۱)۔۔۔۔۔ اور مجاہد الامارین ہے قول علیؑ فاسدہ دم طینا۔ استبداد اذا تفرجہ حقیقہ (جلنا ملہ) ترجمہ وہ ہے جو اور گذر ۱۲۔۱

۱۲۔۱۔۔۔۔۔ اور مجاہد الامارین ہے قول علیؑ فاسدہ دم طینا۔ استبداد اذا تفرجہ حقیقہ (جلنا ملہ) ترجمہ وہ ہے جو اور گذر ۱۲۔۱

ہم سے پہلے ایسا کیا تو انہیں کسے مثل ہم نے بھی کیا۔ اب تجھ کو جو عیب لگانا ہو وہ اپنے باپ ہی میں لگایا اس سے باز آ۔ اور سلام ہو اس پر جو حق کی طرف رجوع کرے دتار نسخ مروج الذهب برعاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ ص ۷۷ مطبوعہ مصر

غالباً انہیں خطوط کے متعلق علامہ طبری وابن اثیر نے لکھا ہے۔ ان محمد بن ابی بکر کتب الخ معدنیۃ لما ولیٰ فذکر مکاتبات جرت بینہما کوہت ذکرہا لما فیہ مما لا یقتل مناہا العامة جب معویہ خلیفہ ہوا تو اس میں اور محمد بن ابی بکر میں ایسی خط و کتابت ہوئی جس کی نقل کو میں پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں وہ مضامین ہیں جن کا سنا عام لوگ کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے۔ دتار نسخ طبری جلد ۲ ص ۲۳ و تاریخ کامل جلد ۲ ص ۷۷

حضرت رسول خدا صلعم نے کیسی صحیح پیشینگوئی فرمائی تھی اقبل فقیۃ من بنی ہاشم فلما دأبم النبیؐ اخذ وقت عیناہ و تخیر لوند قال فقلت ما نزل فی فی وجہک شئاً فکرمہ بنی ہاشم کے کچھ جوانوں کو آتے دیکھ کر حضرت رسول خدا صلعم کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور حضرت کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ راوی نے پوچھا کہ یا حضرت کیا بات ہے؟ اس پر حضرت نے فرمایا ان اہل بیتی سیلقون بعدی بلاء و تشدید و تطہید۔ میرے بعد بہت جلد میرے اہلبیت بلاؤں میں مبتلا کئے جائیں گے اور آئندہ وطن کر کے شہر بہ شہر پھرائے جائیں گے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۲) اس کے ساتھ حضرت نے یہ پیشینگوئی بھی صاف صاف فرمادی تھی کہ اگر تم لوگ علیؑ کو میرا خلیفہ اور اپنا امام ماننے رہو گے تو وہی تم کو سیدھی راہ پر لے چلیں گے مگر تم لوگ ایسا کرو گے نہیں۔

فرمایا ان قسروا علیا دلاۃا کہ فاعلین قعد دھا دیا مہدیا یا خذیکم الطریق المستقیم اگر تم لوگ علیؑ کو اپنا حاکم اور شوا مقرر کرو گے تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پر چلنے والا پائو گے اور وہی تم لوگوں کو سیدھے رستے پر لے چلیں گے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ تم لوگ ایسا کرو گے نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف باب مناقب عشرہ جلد ۸ ص ۱۲۸)۔

حضرت صاف صاف فرماتے ہیں کہ تم لوگ ایسا کرو گے نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت کا مطلب یہ تھا کہ تم لوگ ان کو میرا خلیفہ بلا فصل نہیں مانو گے اس لئے کہ خلیفہ چہارم تو ان لوگوں نے مان لیا۔ اور حضرت کا قول غلط نہیں ہو سکتا لہذا یقیناً اس کے

مرا وہی تھی کہ میرے وفات پاتے ہی تم لوگ ان کو اپنا خلیفہ نہیں مانو گے لیکن اگر ایسا کرو تو وہی تم لوگوں کو سیدھی راہ پر چلائیں گے۔

بہ جو بیسویں فصل

حضرت علیؑ کے احسانات

حضرت رسول خدا صلعم کی سیکڑوں حدیثیں ہیں جن میں حضرت نے جناب امیر کو تاکید کی تھی کہ جب میرے بعد لوگ دنیا پرستی کی وجہ سے تم پر ظلم کریں اور مصائب کے پہاڑ ڈھائیں تو تم صبر کرو۔ حضرت نے بالکل اس کی تعمیل کی ورنہ آپ آما وہ ہو جاتا تو ایک طرف قبیلہ انصار آپ کے لئے تلوار بھینچ لیتا۔ دوسری طرف ابوسفیانؓ کو سوار اور پیادوں سے بھر دیتا۔ اور تیسری طرف بنی ہاشم حضرت کیلئے جان دیدیتے مگر جس طرح حضرت رسول خدا صلعم نے آغاز رسالت میں کل مصائب برداشت کئے اور جہاد نہیں کیا اسی طرح حضرت علیؑ نے بھی اپنی حقیقی خلافت کی ابتداء میں صبر ہی سے کام لیا بلکہ اپنی طرف سے ان حضرات پر احسان ہی کرتے رہے ایک دفعہ اخذت ابابکر الخاصة فجعل علی یسخر یدہ فیکد بجا خاصۃ الی بکر۔ حضرت ابوبکر کو در پہلو ہوا تو جناب امیر اپنا ہاتھ سینک کر ان کی تمجید کرتے تھے منتخب کنز العمال جلد ۱ ص ۴۵۴۔ در مشور جلد ۴ ص ۱۰ وغیرہ۔ ایک دفعہ تلوار الیکزدی القصد کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت علیؑ نے آپ کو سمجھایا اور مفید مشورہ دیا۔ (منتخب کنز العمال جلد ۲ ص ۱۴۱)۔ آپ کو لواطہ کی حد نہیں معلوم تھی حضرت علیؑ نے بتائی۔ (کنز العمال جلد ۲ ص ۱۴۱)۔ ایک دفعہ ایسی شکل پڑی کہ آپ نے بڑے بڑے صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا مگر حضرت علیؑ خاموش بیٹھے تھے۔ جب آپ سے اصرار کیا تو آپ نے ایسی رائے بتائی کہ سب کی رائے چھوڑ کر حضرت ہی کے مشورہ پر عمل کیا۔ (منتخب کنز العمال جلد ۲ ص ۱۴۱)۔ خصوصاً ریاض النضرہ۔ کنز العمال۔ تفسیر در مشور وغیرہ میں سیکڑوں

واقعات ملتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نہایت درجہ پریشان ہوئے ہیں اور کسی طرح وہ مصیبت نہیں دفع ہوئی۔ مگر حضرت علیؑ نے آپ سے اُسکوزا لے لیا۔ اگرچہ لولہ علیؑ لعلک عمر د اگر حضرت علیؑ نہیں ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا، کی طرح حضرت ابوبکر کا کوئی قولی اقرار معلوم نہیں ہوتا مگر عملاً آپ نے بھی حضرت علیؑ کے احسانوں سے اسی طرح نفع حاصل کیا جس طرح حضرت خلیفہ دوم نے۔

۲۵ بی بی کیسویں فصل

حضرت ابوبکر کا خطبہ طرہنا اور حضرت امام حسنؑ کا کہنا کہ میرا پیکر میرے آئینے
علامہ ابن حجر مکی وغیرہ بحیثیت علمائے محققین و محدثین نے لکھا ہے انجوز الدار قطنی
ان الحسنى جاء لابی بکر بن و هو علی منبى رسول الله ﷺ فقال انزل عن مجلس ابی۔ فقال صدقة
والله انه مجلس ابیك ثم اخذوا جلسا فی حجره وکبوا۔ امام دارقطنی نے لکھا ہے کہ
حضرت امام حسنؑ جناب ابوبکر کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ رسولؐ کے منبر پر ہیں۔ اس پر
آپ نے فرمایا میرے باپ کے بیٹھے کی جگہ سے اتر آئیے۔ حضرت ابوبکر بولے سچ کہا
تم نے خدا کی قسم یہ تھا رسے باپ ہی کی جگہ ہے۔ پھر آپ کو گود میں بٹھا کر رونے لگے۔

۱۷ حضرت امام حسینؑ کے متعلق بھی ایسا ہی واقعہ خلیفہ دوم کے ساتھ ہوا علامہ ابن حجر نے لکھا ہے دفع
للعسین غود الله مع عمر وهو علی المنبر فقال له صبر ابيك والله لا منبر ابی۔ ایسا ہی واقعہ امام حسینؑ کا بھی ہے
کہ جب حضرت عمرؓ منبر پر تھے تو کہا میرے باپ کے منبر سے اتر آئیے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا بے شک تمھارے
باپ ہی کا منبر ہے اور خدا کی قسم یہ میرے باپ کا منبر نہیں ہے۔ (سواء حق محرقہ ص ۱۱۱) اور علامہ ابن
حجر عسقلانی وغیرہ نے لکھا ہے حدیثی الحسین بن علیؑ قال آیت سرور من خطب علی المنبر فصرع من
فقلت انزل عن منبر ابی وادع ابی منبر ابیك۔ فقال عمر لم یکن لابی منبر وادعی ما جلسف من
فلما نزل اطلق ابی الی منزله فقال لی من هلاک قلت قلت والله ما عطف احد قال باله لو جعلت قنصلنا

د صواعق محرقة ص ۱۰۱۔ و تاریخ الخلفاء ص ۵۵ و ریاض نصرہ ص ۱۲۵ و تاریخ خطیب -
 نہایتہ العقول فخر رازی وغیرہ) اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسنؑ کو بھی معلوم
 تھا کہ منبر پر رسولؐ حضرت علیؑ کے بیٹھنے کی جگہ اور حضرت علیؑ ہی کا حق ہے۔ اس وجہ سے
 فرمایا کہ اس پر سے اتر آئیے۔ اس کے جواب میں حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھا کر کہا کہ
 بیشک یہ آپ کے باپ ہی کی جگہ ہے۔ اگر خلافت حضرت علیؑ کا حق نہیں تھی تو حضرت

قال فانتم ہیو ما و هو خال بمعویة و ابن عمر مالباب فوجم ابن عمر فوجت مع فلقین بعد فقال لی ۱۔
 اردو - قال انی جئت وانت خالی بمعویة فوجت مع ابن عمر فقال انت الحق من ابن عمر فاما انت
 ما قوی فی رد منا الله ثم اقم حضرت امام حسینؑ بیان کرتے تھے کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا۔ دیکھا کہ
 وہ منبر پر چلے وے رہے ہیں۔ تو میں منبر پر چڑھ گیا اور کہا میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے اور
 اس منبر پر جا کر بیٹھ جو آپ کے باپ کا ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرے باپ کا تو کوئی بھی منبر نہیں ہے
 پھر مجھے اپنے ساتھ بٹھالیا اور جب اس سے اترے تو مجھے بھی اپنے ساتھ اپنے گھر لیتے گئے۔ وہاں
 پہونچ کر پوچھنے لگے۔ کیوں جی یہ بات تم کو کس نے سکھائی تھی؟ میں نے کہا خدا کی قسم کسی نے بھی نہیں
 سکھائی اپنے دل سے میں نے کہی اب حضرت عمرؓ نے میرا باپ تم پر خدا ہو جائے۔ تم کہی کہی میرے
 ہاں آیا کرو۔ اس پر میں ایک دن ان کے ہاں گیا۔ مگر معلوم ہوا کہ مٹویہ ان کے پاس ہے اور وہ دونوں
 تخلیہ میں کچھ کر رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے بیٹے دروانہ پر ہیں۔ وہ بھی اندر نہیں جاسکے بلکہ پلٹ آئے۔
 تو میں بھی پلٹ آیا۔ اس کے کچھ دنوں بعد حضرت عمرؓ سے ملے تو کہا تم میرے ہاں آئے نہیں؟
 میں نے کہا میں آیا تھا۔ مگر آپ اور مٹویہ تنہائی میں کچھ کر رہے تھے۔ تو میں بھی عبد اللہ بن عمرؓ کے ساتھ
 واپس گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرے لڑکے سے زیادہ تمہارا حق ہے کیونکہ ہم لوگوں کے سروں کا ایک ایک
 بال ایک صرف خدا کے فضل اور تمہارے طفیل ہی میں پیدا ہوا ہے۔ (۱) ص ۲ جلد ۲ صفحہ ۲ و تہذیب
 اکمال ص ۱۰۱ و کنز العمال جلد ۲ ص ۱۰۱ و ازالۃ الخوار جلد ۲ ص ۱۰۱۔ حضرت عمرؓ نے اس قول میں اعتراض
 کیا۔ گویا انکی خلقت۔ ان کا گوشت پوست اور ہر نعمت ان حضرات ہی کی طفیل میں تھی۔ اسی کے
 قریب حضرت رسولؐ خدا مسلم کے مشہور صحابی ابو ہریرہؓ نے بھی کہا تھا۔ علامہ طبری نے لکھا ہے
 عن ابی المہزم قال کنا مع ابی ہریرۃ فی جنازة فلما رجنا عیا الحسین علیہ السلام معہ فجع

امام حسنؑ نے کیوں فرمایا اور حضرت ابو بکرؓ نے کیوں قسم کھا کر کہا کہ یہ آپ کے باپ ہی کے بیٹے کی جگہ ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ منبر رسول خدا صلعم کا تھا حضرت علیؑ کا نہیں تھا پس اگر حضرت صلعم کے بعد حقیقت خلافت کے ذریعہ سے وہ جگہ حضرت علیؑ کے بیٹے کی نہیں ہو گئی تھی تو حضرت ابو بکرؓ کی یہ قسم کیسی تھی۔ کیا اس سے حضرت علیؑ کی اس شکایت کی تائید نہیں ہوتی جس کو امام مسلمؒ نے لکھا ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا و لکن استبددت علینا بالامر و کنا نحن نری لنا حقاً۔ تم نے ہم لوگوں کو الگ کر کے اپنی رائے سے اکیلے خلافت پر قبضہ کر لیا! (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۹) اور علامہ طبریؒ نے لکھا ہے۔

نوی ان لما فی هذا الامر حقاً فاستبددتم به علینا ثم ذکر قابله من رسول الله ۲ وحقم فلم یزل علی یقول ذلک حتی بکی ابو بکر۔ حضرت علیؑ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اس کو ہم لوگ اپنا حق جانتے تھے مگر تم لوگوں نے ہم کو الگ کر کے خود ہی اس پر قبضہ کر لیا۔ یہ حضرت نے رسول خدا صلعم سے اپنی قرابت بیان کی۔ اور اپنے حقوق ذکر کئے۔ حضرت برابر یہ بیان کرتے ہی رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ رونے لگے۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۲۱)

۴ حال ابو بکرؓ و حضرت علیؑ

بہ بھیسویں فصل

مانعین زکوٰۃ سے حضرت ابو بکرؓ کا جہاد
حضرت رسول خدا صلعم کی وفات تک تقریباً پورا عرب سلمان ہو گیا تھا مگر حضرت کی وفات

ابو ہریرہؓ ینفخ القباب عن قدیمیہ بشربہ فقال لما لحین انت یا ابا ہدیرۃ ففعل هذا۔ حال وعنی ذلک ما اوعیہ اللہ
ذلک ما اعلم علیہ علی عوا لقم۔ ابو ہریرہؓ بیان کرتا تھا کہ ایک جنازہ میں بہرہ رو کے ستھیں بھی تھا جب غی کر کے بیٹے
تو حضرت امام حسینؑ علیہ السلام بلند سی پر چڑھنے کی وجہ سے ٹھک گئے تھے۔ یہ دیکھ کر ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ حضرت کے دونوں
پاؤں اپنے کپڑے سے چھانٹنے لگے تو امام حسینؑ نے فرمایا اے ابو ہریرہؓ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ انھوں نے کہا مجھے ایسا
کرنے دیجئے۔ کیونکہ آپ کے جو فضائل مجھے معلوم ہیں اگر وہ دوسرے لوگوں کو بھی معلوم ہو جائیں تو وہ لگتا آپ کو
اپنے کاندھوں پر سوار کر کے لے جایا کریں۔ (تاریخ طبری جلد ۱۳ ص ۱۷۱)۔

کی خبر سن کر ان شرعبوں نے حضرت ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ حضرتؓ نے ان کو خلیفہ نہیں مقرر کیا تھا۔ اگر خاندان رسالت سے کوئی شخص خلیفہ ہوتا تو ہم لوگوں کو غدر نہیں ہوتا۔ تم لوگوں نے اصلی استحقاق خلافت کو محروم کر کے خلافت کو غصب کر لیا ہے۔ باوجودیکہ وہ لوگ خدا و رسولؐ و روز قیامت پر ایمان رکھتے۔
 حقایق اسلام کو تسلیم کرتے اور نماز پڑھتے۔ روزہ رکھتے۔ حج کرتے رہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پورے مسلمان تھے مگر حضرت ابو بکرؓ نے صرف زکوٰۃ کا روپیہ نہ ملنے کی وجہ سے ان لوگوں سے جہاد کا اعلان کر دیا۔ مورخ مسعودی نے لکھا ہے
 واددت العرب بعد استخلاف بعثۃ ایام۔ حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہؓ نے پردس و ذ کے اندر پورا عرب مرتد ہو گیا۔ (مروج الذهب جلد ۱ ص ۱۸۱) مرتد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ مورخین نے تصریح لکھا ہے۔ الخلاف السابع فی قتال مافی الزکوة فقال قوم لاقناہم قال الکفرۃ وقال قوم بل نقاتہم حتی قال ابو بکرؓ منعونی عقلا من ما یطوون رسول اللہ ﷺ لاقناہم علیہ ومعنی بنفسہ الی تمام ووافقہ الصحابة باسئہم وظ او ۵ اجتہاد عمرو فی ایام خلافتہ الی رد السبایا والاموال الیہم و اطلاق الحبوسین منہم حضرت رسولؐ خدا کی وفات کے بعد ساتواں خلافت زکوٰۃ روکنے والوں سے جہاد کے متعلق واقع ہوا۔ کچھ لوگ کہتے تھے جس طرح ہم کافروں سے جہاد کرتے تھے۔ ان مسلمانوں سے نہیں کر سکتے۔ اور کچھ لوگ کہتے تھے ہم ضرور جہاد کریں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ طے کیا کہ جو غیر یہ لوگ رسولؐ خدا صلعم کو دیتے تھے اگر ان میں سے جہاد باندھنے کی ایک سی بھی نہیں نہیں دیں گے جب بھی ہم ان سے ضرور لڑیں گے۔ اور خود ان سے لڑنے کیلئے روانہ بھی ہو گئے۔ اور صحابہؓ نے بھی انہیں کی موافقت کی۔ مگر حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ان کے اجتہاد نے یہ طے کیا کہ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے جو عورتیں لونڈی بنائی گئی ہیں وہ آزاد کر دی جائیں۔ اور ان کا جو مال لوٹا گیا ہے وہ واپس کر دیا جائے۔ اور ان کے قیدی رہا کر دیئے جائیں۔ (کتاب بطل و نخل شہرستانی ص ۱۸۱) اور علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔ لما اشہرت دفاۃ البقیۃ بالفواشی اردت ملاتف کثوۃ من العرب عن الاسلام و وضعوا الزکوۃ فہنہ ابو بکر الصدیق لقاہم فاشار علیہم و غیرہ ان یفتوحوا قتالہم فقال واللہ

لو منعونی عما لا اذننا کافا یشود و نہا لی رسول اللہ ﷺ لقاتلتم علیٰ منہا۔ فقال یرکبکم قتلنا
و قد قال رسول اللہ ﷺ ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ و ان عہدا رسول اللہ ﷺ من
قال عصم منی ماله و دمه الا بجمعہا و حسابہ علی اللہ۔ فقال ابو بکر و اللہ لا قاتل من فرق بین النکاح
و النکحۃ فان النکحۃ حق المال و قد قال الا بجمعہا۔ جب حضرت رسول خدا صلعم کی وفات
کی خبر تمام اطراف میں مشہور ہو گئی تو عرب کے بہت سے گروہ اسلام سے مُرتد ہو گئے۔
اور زکوٰۃ روک لی اس پر حضرت ابو بکر ان سے جہاد کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے مگر
حضرت عمرو وغیرہ نے ان کو مشورہ دیا کہ ان کے جہاد سے باز آئیں۔ انہوں نے جواب دیا
خدا کی قسم اس زکوٰۃ سے جو چیزیں یہ لوگ رسول خدا کے پاس بھجا کرتے تھے اگر اُس سے
ایک بند کن یا ایک بچہ (جائز) بھی مجھے نہیں دیں گے تو میں ان سے ضرور لڑوں گا
حضرت عمر نے کہا ان سے اب تم کس قاعدہ سے لڑ سکتے ہو حالانکہ حضرت رسول خدا ﷺ
فرما دیا ہے کہ مجھے اتنا ہی حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اُس وقت تک لڑوں جب تک وہ کہیں
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیں۔ اس کے بعد ان کا مال اور خون ہم سے محفوظ رہا۔
سوائے حق کے اور اس کا حساب اللہ پر ہو گا۔ حضرت ابو بکر نے جو شخص بھی نماز اور
زکوٰۃ میں فرق کر لیا خدا کی قسم میں اُس سے ضرور لڑوں گا کیونکہ مال کا حق تو زکوٰۃ ہی ہے
اور حضرت نے فرمایا ہے سوائے اس کے حق کے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۵۸)۔ اُس سے
معلوم ہوا کہ صرف زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ان لوگوں کو مُرتد سمجھا گیا ورنہ وہ پورے
مسلمان تھے۔ کیونکہ نماز وہی پڑھتا ہے جو مسلمان ہوتا ہے اور اسی وجہ سے حضرت
عمرو وغیرہ سے اس کے متعلق اختلافی بحثیں بھی ہوتی رہیں۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب ہجو
نے لکھا ہے بعد ازاں اُنکے لئے دیگر ظاہر گر دید در مقام منع کنندگان زکوٰۃ حالانکہ
بکلمۃ اسلام متکلم بودند۔ اس کے بعد دوسرا اُنکا ظاہر ہوا کہ زکوٰۃ روکنے والوں سے
جہاد کرنا چاہئے یا نہیں حالانکہ وہ کلمۃ اسلام کو پڑھ رہے ہیں۔ (ازالۃ الخلفاء جلد ۲ ص ۳۳۴)
اور علامہ دیار بکری نے لکھا ہے۔ کتبت القیابۃ قتال ما فی الزکوٰۃ و قالوا اهل البعد
قتلہ ابو بکر سیفہ و خروج وحدہ۔ صحابہ کو یہ ناگوار ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں سے
جہاد کیا جائے۔ اور ان سب نے کہا کہ یہ لوگ تو اہل قبلہ (مسلمان) ہیں (بہران سے)

جہاں کیونکر جائز ہوگا) اس پر حضرت ابوبکر نے اپنی تلوار کمر سے لگالی اور اپنے کیلئے
 ایک نعل پڑے۔ و قال بعضهم ثمنی باللہ و شہد ان محمداً رسول اللہ ﷺ و نصلی وکون
 لا اظلمکم امواتنا فابی ابوبکر الا قال عمر و جادل ابوبکر امھابہ فی جہادہم و کان من اشھم
 علیہ عمر بن الخطاب و ابو عبیدہ بن الجراح و سالم مولی ابی خدیفہ و قالوا لہ احسن حبش
 اسامہ بن زید فیکون عساکہ و اما نا بالمدينة و انفق بالعرب حتی ینفج هذا الامر فان
 هذا الامر شدید غویہ و مملکتہ من غیار وجہ۔ اور بعض مخالفین حضرت ابوبکرؓ نے
 کہا ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمدؐ خدا کے
 رسولؐ تھے۔ اور ہم غار بھی پڑھتے ہیں لیکن ہم اپنا مال تم لوگوں کو نہیں دیں گے۔
 حضرت ابوبکرؓ نے کہا جب تک زکوٰۃ نہیں دو گے ہم نہیں مانیں گے۔ ضرورت سے لڑیں گے۔
 اس بارے میں حضرت ابوبکرؓ اپنے اصحاب سے بھی لڑنے لگے۔ سب سے زیادہ
 مخالف حضرت عمرؓ و ابو عبیدہؓ و سالم مولی ابو خدیفہؓ تھے۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ اسامہ
 بن زید کے لشکر کو روک رکھو۔ جس سے مدینہ کی آبادی بھی رہسکی اور دشمنوں سے
 امن بھی رہیگا۔ اور عرب کے ساتھ نرمی کرو تاکہ یہ (بغاوت وغیرہ کا طوفان)
 فرو ہو جائے کیونکہ اس امر کی تہ بہت خطرناک ہے اور بغیر مناسب صورت اختیار
 کئے اس میں تباہی رکھی ہوئی ہے۔ قال عمر فقلت یا خلیفۃ رسول اللہ ﷺ تالف الناس و
 ادق ہم فقال لی اجمار فی الجاہلیۃ و خود فی الاسلام۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ میں نے
 کہا اے خلیفہ لوگوں کی تالیف قلب کیجئے اور ان کے ساتھ نرم برتاؤ کرنا چاہئے۔ پھر
 حضرت ابوبکرؓ سے کہنے لگے تم جاہلیت کے زمانہ میں تو جبار تھے اور اسلام میں خواجہ

ملہ جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب نے لکھا ہے اجمار فی الجاہلیۃ و خود فی الاسلام محض
 صدیق نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کیا جاہلیت کے زمانہ میں تو تم سرکش اور سخت تھے۔ اسلام میں اگر اتنا
 اور کمزور ہو گئے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد عرب کے کئی قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ حضرت صدیقؓ
 نے کہا میں ان سے لڑؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے یہ رائے دی کہ کو تالیف قلب چاہئے۔ تب حضرت صدیقؓ نے
 یہ فرمایا۔ (انوار اللغات ص ۱۳۱)

دواۓ دین فی کتابا و املی من قول عمر لابو بکر و انما شئت العرب عظاما و عادات لا تفسخ تقوی
 العرب عند غیما طورتک للناس صدقة هذه السنة - اس کی روایت زرین نے کتاب
 قادسی میں حضرت عمر کے اُس قول سے کی ہے جو آپ نے حضرت ابو بکر سے کہا۔
 کہ عرب اپنے مال کے متعلق بخل پر آمادہ ہو گئے ہیں اور جب تم عربوں کو اپنے سے
 متفرق کر دو گے تو پھر کچھ بھی نہیں کر سکتے ہو۔ بہتر ہے کہ اس سال کی زکوٰۃ اور
 صدقات کا مال چھوڑ دو۔ (تاریخ خمس جلد ۲ ص ۲۲۲) اور علامہ ابن الوردی
 لکھا ہے۔ د فی ایام ابو بکر منعت بنی بوع الزکوۃ و کان کیوم مالک بن نویرہ قدم علیہ
 و اسلم فوالہ صدقة قومہ لکما منع الزکوۃ اسل ابو بکر الیہ خالدانی معنی الزکوۃ۔ حضرت
 ابو بکر کی خلافت میں قبیلہ بنویر بوع نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ اس قبیلہ کا سردار اور
 بزرگ مالک بن نویرہ حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا تھا
 اور آنحضرت نے قبیلہ بنویر بوع کی زکوٰۃ وصول کرنے کا کام اسی کے سپرد کر دیا
 تھا۔ پس جب اوس نے (بعد وفات رسول) حضرت ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا
 تو آپ نے اُنس کی طرف خالد کو فرج کے ساتھ زکوٰۃ کے لئے جہاد کرنے کی غرض سے
 بھیج دیا۔ (تاریخ ابن الوردی ص -) اور علامہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے۔ فنبیہم
 البکر الحرب و اراد قتالہم فقالوا لعلی ولا تؤدی الزکوۃ۔ فقال الناس اقبل منهم یا خلیفۃ
 رسول اللہ فان العمد حدیث العرب کثیر و نحن شر ذمۃ قلیون لا طاقة لنا بالعرب
 مع انا قد سمعنا رسول اللہ یقول امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فاذا
 قالوا صاعوا منی صاعوا و اما لعمرا لا یجتعا و حسا جھم علی اللہ۔ فقال ابو بکر هذا
 من حقما لا بد من قتالہ۔ فقال الناس لعمرا اخل بہ فقطہ لعلہ یرجع عن رأیہ هذا
 فقبل منهم الصلۃ و اعفیم من الزکوۃ فخلد بہ عمر خارجۃ اجمع فقال واللہ لو منونی فقا
 کالوا یودونہ الی رسول اللہ لقاتلہم علیہ و لو لمر اجد احدا اقاتلہم بہ لقاتلہم
 و حدی۔ حضرت ابو بکر نے ان لوگوں سے جنگ چھیڑ دی اور جہاد کا ارادہ کر لیا تو ان بیچاروں نے کہا
 ہم سب نمازیں تو پڑھ رہے ہیں صرف زکوٰۃ ہی نہیں دیتے (پھر ہم سے جہاد کیوں کیا جائے) اس پر
 وہ صحابہ جو حضرت ابو بکر کے موافق تھے بولے کہ "نہ رسول ان بیچاروں کی مصیبت قبول

رسائل

اصلاح

تبرکات
ماہ بیع الاول ۱۳۵۵ ہجری
بسم

بسم

بسم اللہ علیہ السلام

۱۳۵۵

بسم

۱۳۵۵

[illegible]

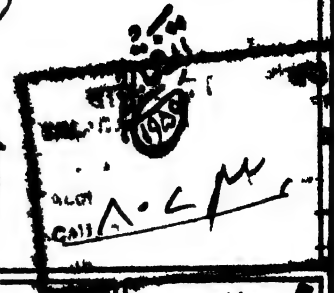
فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	پاٹھ
۱	سید غلام عباس صاحب جلد بیٹ اصلاح	۲
۲	تصویر عزادری ایک جدید رائے	۲
۳	وقف ہو گئی سے اصلاح کی اعانت	۳
۴	حضرت عمر کی سیاسی بدعواسی	۵
۵	سیدنا اسد اشتر الغالب (نظم)	۴
۶	شہید کا آواز حق	۸
۷	اچھوت کا نفرنس کھنڈ	۸
۸	مستحق خلافت کون ہے؟	۹
۹	خلفائے فاطمیین	۱۷
۱۰	انجمن وظیفہ سادات و مومنین	۲۱
۱۱	رشتہ کا انتظام	۲۱
۱۲	انجمن یادگار علماء	۲۱
۱۳	حمایہ عزاداری کے قانون	۲۲
۱۴	اچھوت کا نفرنس کھنڈ اور کھنڈ پرشیوں کا احسان	۲۳
۱۵	اخبار غنم	۴
۱۶	اخبار جدیدہ	۳۳ تا ۳۴
۱۷	سوانح عمری خلیفہ اول جلد دوم	۹۶

نظر میں کو اصلاح کی سوانح عمری خلیفہ دوم کا بہت
 کیا خلیفہ دوم کی سوانح عمری کی جائے اشتیاق ہے اور ہمارا ارادہ تھا کہ خلیفہ اول کی سوانح
 عمری خلیفہ دوم کی سوانح عمری زیادہ تحقیق و جامعیت سے شایع کی جائے مگر سچ بار بار اعلان کیا کہ تنہا ہم اس کام کو
 نہیں کر سکتے۔ کم از کم دو جدید عالم ہماری مدد کریں تو یہ خدمت انجام پاسکتی ہے۔ مولوی شبلی صاحب نے اتفاق
 ہم سال میں صرف ۵۰ صفحہ کی کئی دفتر اصلاح کی سوانح عمری گم سال سے کم میں نہیں ہو سکتی مگر اشد یہ بیوقوفی
 ہوئی۔ بشرطیکہ دو جدید عالم ہماری مدد کریں اب آپ حضرات جواب دیں کہ دو جدید عالم کی خدمت کیونکر حاصل کی جائے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اصلاح



نمبر ماہ ربیع الاول ۱۳۵۵ ہجری جلد

غلام عباس صاحب اصلاح اکثر ناظرین اصلاح کو خبر ہوگی کہ کئی سال قبل سید غلام عباس صاحب نے اصلاح کو اپنی کتاب میں چھپا کر اصلاح کے ایجنٹ مقرر کر کے مختلف مقامات پر بھیجے گئے تھے کہ لوگوں کو اصلاح کا خریدار بنائیں اور اصلاح مشین پریس کے لئے چندے وصول کریں۔ اس طرف پھر وہ پیارے تھے اور انکو اصلاح کی ایجنٹی حوالہ کی گئی ہے۔ رسید بھی دی گئی اور دفتر اصلاح کی کچھ کتابیں بھی سپرد کی گئی ہیں۔ خصوصاً تصویر عزرا۔ مجالس خاتون۔ سوانح عمری خلیفہ اول جلد اول وغیرہ۔ جس جس مقام پر وہ پہنچیں وہاں کے بہادران اصلاح سے اتنا اس ہے کہ انکی مدد کر کے، ہمیں شکر گزار کریں تاکہ مذکورہ بالا محققانہ کتابیں ہر شیعہ کے پاس کافی سے پہنچ سکیں اور محصول ڈاک کے مصارف کثیرہ کا بار ان پر نہ پڑے۔ سوانح عمری کی دیگر دفتر اصلاح کے مصارف بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ آپ حضرات ان کتابوں کے فروخت کرنے میں مدد فرمائیے کہ دفتر اصلاح کی خدمات کا حلقہ وسیع ہو۔ اور اصلاح کی اشاعت میں بھی ترقی ہو۔

عزاداری کی حمایت میں دفتر اصلاح کی ویسپ کتاب تصویر عزرا تصویر عزرا پر ایک ہی پیرا محض خدا کے فضل و کرم سے اس درجہ مقبول ہوئی کہ اسکی مدح و ثنائیں برابر خطوط آتے رہتے ہیں۔ حال جناب میر واجد حسین صاحب متغیر لکھنوی آئینہ و وسیعہ بہار ریاست پیر نور علی فیض آباد نے لکھا ہے ”خدمت عالی مرتبت حجت الاسلام ناصر الامتہ الافرام جناب مولانا السید علی حیدر صاحب مہکم العالی۔ تسلیم عزرا لکھنوی ہاؤس متعلق کتاب گوشت اولہ لے آخر میں نے دیکھا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا اپنے بندے کو اپنا کام لینے کے لئے کتنی قوت عطا کر دیتا ہے۔ ہزار ہا مقام سے ثبوت اور تائید اور پھر کمال یہ کہ جتنے مشہدات و ایرادات وہیں

اس اعانت پر جملہ طرہیں ان وقف محسنین کی ہولناکی کا عموماً اور برادر ممتولی صاحب نیز مکرنا جناب میر
 انصاف حسین صاحب کا توفیق تھا کہ ان خصوصاً نہایت پتاک سے شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم اپنی کمزور اور
 مظلوم قوم شیعہ کو بھی جاسکھا دیتے ہیں کہ مدت دراز کے بعد اب انکی بہترین قومی جائیداد شاداب ہوتی نظر
 آرہی ہے۔ جناب میر لوی امجد حسین صاحب بہت بڑے غم خوار قوم ہیں اور دینی خدمات کے لئے جہیزین دل
 و داغ پایا ہے۔ عربی علوم کے زبردست عالم اور علوم جدیدہ کے قابل قدر ڈاکٹر ہیں۔ خدا کے فضل سے یہ
 عمل بھی نہایت موزوں بلکہ قابل فخر ہے۔ اب جو موصوف کا فرض ہے کہ اپنے کو اس وقف کی اصلاح میں وقف کریں
 تاکہ جناب خانہوار سید محمد حسین صاحب ق مرحوم نے وقف منصبیہ میرٹھ کو جس طرح درست کیا اس کے کچھ
 وجہ زیادہ آپ وقف محسنین کی کامیابی اور شاندار بلکہ قابل فخر اصلاح کر سکیں۔ اسی جہاد وانی سبیل اللہ پر
 عمل کیجئے خدا ضرور آپکی مدد کرے گا۔ آپکا اولین فرض ہے کہ وقف محسنین کی آمدنی اور خرچ کا پتہ لگائیے اور
 خرچ کی ایک فہرست مرتب کر کے کل شیعہ علماء و مجتہدین ہندوستان و عراق سے استفتاء کیجئے کہ یہ مصارف
 صحیح ہیں یا باطل۔ پھر جن مصارف کے باطل ہونے کا فتوے وہ حضرات دیں ان سب کو باقاعدہ مگر ہموار
 اصرار موقوف کرانے کی کوشش بالحکمۃ و المواعظ الحسنۃ کئے جائیے۔ بیشک اس راہ میں ہزاروں خلے
 ہیں اور قدم قدم پر ہلکدیشیں آئینگے مگر آپ اپنے کا پناہ و ممتہ کاظم کا مصداق کو دکھائیے اور جس طرح
 لاکھوں روپیہ سالانہ کی ذاتی جائیداد بچانے کے لئے کوئی شخص اپنا سب کچھ ختم کر دیتا اور پوری کانسٹنٹ
 کی کوشش سے باز نہیں آتا ہے آپ بھی اس دینی مال۔ ملی دولت اور شیعہ جانماد کو جمع مصروف کی راہ میں
 لگانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیجئے اور جس غرض (یعنی خدمت دین و ایمان و حمایت مومنین) کے لئے
 آغا حسن مرحوم نے اس جائیداد کو وقف کیا تھا اس کو پوری کر دکھائیے۔ اور جناب میرٹھ کے اس قول کو پیش نظر
 رکھئے تنزول الجبال و لا تنزل بعض علی ناعذرت۔ اعر اللہ جمعہ۔ تدا فی الارض
 قد ملت۔ ۱۴۴۱ بمصرات اقصی القوم۔ و غرض بصرت و اعلم ان النصر من عند اللہ
 اشاعتہ اصلاح میں تاخیر میں التماس ہے کہ ہر ماہ ۲۲ صفحہ کا مضمون سوانح عمری خلیفہ اول لکھنا
 بڑی محنت اور دقت کا کام ہے۔ اگر آپ حضرات چاہتے ہیں کہ سوانح عمری پوری تحقیق اور جامعیت ممل ہو
 جائے تو تاخیر کے عیب نظر انداز کیجئے۔ اخباری مضامین تو گھنٹہ بھر میں بہت کچھ لکھے جاسکتے ہیں
 لیکن سوانح عمری کے مضامین میں تنہی ریاضت کرنی ہوتی ہے کہ ایک ایک مضمون کا حوالہ کتابت و توثیق و تصدیق
 ہوئے دن دن بھر صرف ہو جاتا ہے۔ پس دیر آید درست آید پر آپ حضرات نظر رکھیں

حضرت عمرؓ کی سیاسی حیاتی

حضرت عمرؓ کو بھی پیغمبرؐ کو اس کہتے ہیں اور کبھی خود بدو اس بن جاتے ہیں سیاست بہت اچھی چیز ہے اگر سیاست سے مراد سن تدبیر اور اخلاقی تنظیم ہو۔ دنیا کے وسیع کی تمام قوتوں کے مقابل میں ہم جن اصول کی ترویج ضروری سمجھتے ہیں وہ اصول اخلاق ہے۔ سیاست سے اگر تمہاری اذ حیملہ بازی، مکر، خدیعہ، دسیسہ اور دجل ہے تو پھر سیاست وہ شے ہے جس سے انسان مسلم پرستار حق و صداقت کی مدح کا پتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج سیاست کو جس معنی سے سراہا جا رہا ہے وہ سیاست یہی ہے جسے حضرت علیؓ "نکرا" اور "شیطنت" کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بڑا سیاست ہے یعنی مقصد کے لئے وہ قہریم کے وسائل کا استعمال جائز سمجھتا ہے نہ وہ اخلاق سے مرعوب ہوتا ہے اور نہ شرع اسے جبر کا پتی ہے اور نہ عقل و ضمیر کے قابو میں آتا ہے۔ اس معنی سے سیاست "ڈپلومیسی" ترویج جعل، فریب، غداری، غیر فروشی، کذب، جھڈکائی، بے وفائی اور ہر طرح کی بد معاہلی کی مراد ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سیاست سے رسولؐ کی آخری وصیت کو اس لئے پورا نہیں ہونے دیا کہ امت اسے قبول نہ کرتی اس کو یوں بھی ادا کیا جاتا ہے کہ رسولؐ نے جب وفات سے تین دن پہلے قلم و دوا طلب کیا تو حضرت عمرؓ نے مجمع سے کہا کہ آنحضرتؐ کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعض نے کہا کہ رسول اللہؐ یہی باتیں کر رہے ہیں۔ روایت میں بھی کالفاظ ہے جس کے معنی ہدیان کے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کے اسل را شا کو ہدیان کہا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ مسئلہ چھیڑا گیا کہ پیغمبرؐ سے ہدیان ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ ہدیان انسانی عواض میں سے ہے آنحضرتؐ کم و بیش ۱۳ یوم بیمار رہے۔ مسلم و بخاری کے موافق قلم و دوات کا واقعہ پنجشنبہ کا ہے لیکن کوئی واقعہ حضرتؓ کے اختلال حواس کا (معاذ اللہ) اس مدت میں نہیں ملتا۔ یہ روایت صحیح بخاری میں سیاست طریقوں سے مروی ہے۔ عبداللہ بن عباس اس کے راوی ہیں۔ علامہ قسطلی اس (بد تفسیر اور بیہودہ) حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں اور ان کو اس تاویل پر ناز ہے کہ لوگوں نے "جھج" کا استعمال حضرتؓ کی شان میں انکار و استعجاب کے طور پر کیا تھا۔ یہی حضورؐ کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔ خدا غواستہ حضرتؓ کا قول ہدیان تو نہیں کہ اس کی لحاظ نہ کیا جائے۔ لیکن بخاری و مسلم کی بعض روایتوں میں ایسے صاف الفاظ ہیں جن میں اس تاویل کی گنجائش نہیں۔ مثلاً ہجرا ہجرا (دو بار) ان رسول اللہؐ ہجرا سلم

بعض نکتہ سنجوں نے یہ نکتہ افرینی کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھانا نہیں جانتے تھے اس لئے آپ کا فرمانا کہ میں لکھو دوں ہذیان کا قرینہ تھا (باختصار از الفاروق شبلی ص ۳۲ جلد ۱ طبع دہلی ۱۸۹۹ء)

بہر حال ہمارا مقصد اس واقعہ کے پیش کرنے سے صرف یہ ہے کہ ضرورت کے لئے حضرت عمرؓ کی قتل کا استدلال عاشر رسول المسلیں اور بنی العقل اور امام الفہم حضرت خاتم الملکات پروردگار اسی اور اختلاف دماغ کا بہتان رکھتے ہیں۔ تم نے حضرت عمرؓ کی پالیسی دیکھی کہ رسولؐ کی حیات میں وہ رسولؐ کو بدو اس اور یادہ گونا گونا ہے ہیں۔ میرے ساتھ چند دقیقہ اور گزراویں ایک اور دچھنپنظر حضرت عمرؓ کی سیاست کا دکھاتا ہوں۔ رسولؐ کی وفات ہو گئی۔

حضرت عمرؓ اس قدر برا فروختہ ہوئے کہ مسجد نبویؐ میں جا کر اعلان کیا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی اس کو قتل کر دوں گا لیکن قرائن اس بات کی تصدیق نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک کلمہ مدنیہ میں شہرت سے منافقین کا گردہ موجود تھا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرتؐ کی وفات کا منتظر تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے مصلحت اس خبر کے پھیلنے کو روکا ہو گا۔ اس واقعہ نے روایتوں کے تغیرات سے مختلف صورت اختیار کر لی ہے لیکن شکل یہ ہے صحیح بخاری وغیرہ میں اس قسم کی تصریحات موجود ہیں جو ہمارے قیاس سے مطابق نہیں ہوکتیں (الفاروق شبلی ص ۳۲ جلد ۱) عبارت بالا مولانا شبلی کے زور قلم کے باوجود معنی کی غنوت کو نہ دھو سکی۔ اس دوسری روایت میں تم نے پڑھا کہ حضرت عمرؓ ضرورت کے لئے خود بدو اہل بن جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا مقصد اس اظہار بدو اہلی سے یہ تھا کہ آپ کا بھیجا ہوا آدمی حضرت ابو بکرؓ کی مقام ”سخن میں پہنچ جائے اور حضرت ابو بکرؓ جلد سے جلد مدنیہ میں پہنچ جائیں۔ درحقیقت یہ بدو اہلی تھی بلکہ حواشی کو حضرت عمرؓ نے مقصد براری کا وسیلہ قرار دیا تھا۔ جب تک تلے چمکتے رہیں گے جب تک لگیوں آسمان قوس قزح کی فلمیں دکھایا کریں گے جب تک مین گلاب کے پھول کا دامن اپنے دل کے عیس خون سے رنگا کریں گے جب تک آفتاب کی شعاعوں میں فدا ہے اور زمین کے قدموں میں تاپش ہے۔ جب تک صحراؤں میں آندھیاں خس خاشاک کے قافلوں کو انقلابات کے تماشے دکھایا کریں گے۔ جب تک دیبا کی موجیں غیظ آلود آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کائنات کو دیکھا کریں گے عقل و فہم ہوش و خرد علم و حکمت کی دنیا حضرت عمرؓ کے اس فعل پر منہ بستی۔ تاویل قعیف۔ تحریف اور تدابیر کے تمام اعضا شل ہو گئے۔ آنکھ والوں کے لئے مسئلہ صبح کے ترکے سے زیادہ روشن ہے۔ دنیا عقل اور علم کی زبان سے کہہ رہی ہے اور کہیں کہ حضرت عمرؓ عجب سیاست باز انسان تھے۔ وہ سیاست کے کھیل کھیلنے کے لئے کبھی انسانوں کے لئے علم

اور اخلاق و فضائل کے مروج اکر کر جو کس بناتے ہیں اور کبھی خود ضرورت کے وقت جو اس میں جاتے ہیں۔ ہم نے علم الاخلاق کی بہت سی قدیم و جدید کتابیں پڑھی ہیں۔ ہم نے علم سیاست کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ ہم کو مجوسیت، احمادہ، زندقہ کسی مذہب میں اس سیاست عمریہ کی تاویل نہیں ملتی۔ اچھی حضرت عمر دنیا کے ایک نرالی انسان تھے۔ وہ دنیا میں اپنے انھیں شاہکاروں کی وجہ سے ایک ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔ حضرت عمر کی یہ سیاسی جدیسی تاریخ عالم میں ضرب المثل بن کر رہیگا اور یہ واقعہ پہلی مثال ہوگا جس نے جو اسی سے اس قدر فائدہ اٹھایا کبھی دوسرے کو بدو اس ثابت کیا کبھی خود بدو اس بن گئے۔

نوٹ:- جو شخص ناظرین اصلاح میں سے حضرت عمر کی سیاسی بدو اسی عنوان مقرر کر کے رسول پر اتہام بدو اور خود حضرت عمر کے اتہام بدو اسی کو موثق حوالوں کے ماتحت رنگیں اور پر لطف عبارت میں ایک مضمون اصلاح کے کم از کم چار درجوں میں شائع کرایسے کی خدمت میں ایک کتاب ہدیہ پیش کروں گا۔ محمد علی غازی

اسد اللغات | سرور دو عالم کے برادر یہ ہیں: بخت شہر دارین کے شہر یہ ہیں
 جھوڑا نہ کبھی حق و صدا جس نے: وہ شیر خدا حیدر و صفدر یہ ہیں

صاحب گنج معارف نکتہ دان مرتضیٰ
 واقف رمز ولایت رتبہ دان مرتضیٰ
 کیسے کیسے فتنہ ہائے رہنریاں اٹھے
 صاحب زہد و ریاضت تارک لذات نفس
 مرجبا پہونچی کہاں تک بوسے گل ہاں کا
 لافتنے اعلیٰ کا قول ہے بالکل درست
 کعبہ راہ طریقت قبلہ صاحبات خلق
 جب بنے حسین سرور جوانان بہشت
 گلشن عالم تصدق روضہ رضوان نثار
 دیکھئے میرے سر شوریدہ کی پھر بے کلی
 تشنہ کامان حقیقت کی بجائے کیونکر پیاس
 اگر گیا دونوں جہاں میں نام کس عورت ساتھ

مالک گلزار رضوان مدح خوان مرتضیٰ
 رہرور او ہدایت طالبان مرتضیٰ
 راستہ بھولانہ پھر بھی کاروان مرتضیٰ
 خلعتہ ظہیرے شایان شان مرتضیٰ
 بلبیل سدرہ کشیں ہے مدح خوان مرتضیٰ
 کب ہوا کوئی شجاعت میں بسان مرتضیٰ
 ہے نظر میں عارفوں کے آستان مرتضیٰ
 باغ جنت کیوں نہ بن جاتا مکان مرتضیٰ
 مرجبا یہ تازگی بوستان مرتضیٰ
 مل تو جائے پہلے سنگ آستان مرتضیٰ
 لے رہا ہے لہریں بحر بے کران مرتضیٰ
 فقر و العجز والا حسنا دان مرتضیٰ

شکا آواز بہ حق | دوش چہ کو پسند نہ تھا | وہ حسین : سید اہل بچناں جسکو بنا یادہ حسین
ہیں کہ تھا خلقم حسین کا جو کاہ مقلد : دل بھاتی تھی بنی کا جسکے بچہ کی ادا

جسکی ہستی مردک تھی چشم حیدر کے لئے ایک سرور جاوداں قلب پیمبر کے لئے
فاطمہ کی زندگانی اور باز دے حسن وہ حسین بن علی ناعسم یا سمن
آ کے دیکھو کر ہلا کے دشت ہیناک میں آج آفستہ نظر آتا ہے خون اور خاک میں
دے رہا ہے دیدہ دنیا کو عبرت کا سبق صاحبان عشق کو معراج الفت کا سبق
فطرت اصل سے درس زندگی حاصل کرو پر تو خورشید سے تابندگی حاصل کرو

(منقول از اخبار الانجمن لکھنؤ ۴۴ راپریل ۱۹۳۶ء) (نوٹ: میں اسی اخبار نقل کر رہا ہوں)

کافر لکھنؤ | ۲۳ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۵ء کو لکھنؤ میں جلد مذہب کی بڑی کانفرنس
اچھوتوں میں منع کی گئی تھی جس میں مختلف مذہبی لیڈروں نے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کر کے اچھوتوں
کو اپنے میں ملائی کی کوشش کی مگر علی گامیابی کسی کو بھی نہیں ہوئی بس شستند و گفتند و برخواستند۔

حضرات اہلسنت کے زبردست پیشوا جناب مولوی صغۃ اللہ صاحب نے علی گھنوی نے اسلامی مساوات بیان
کرنے میں کہا کہ "اگر اچھوت مسلمان ہو جائیں تو ہم ابھی انکا جھوٹا کھانا کھائیں اور پانی پیئیں۔ مگر برادران
اہلسنت تو یوں بھی مشرکوں کے جھوٹے کھانے پانی کو حلال طیب ظاہر سمجھتے ہیں اور انالشرکون نجس
کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ پھر اس شرط کی کیا ضرورت تھی؟ آپ نے یہ بھی کہا کہ "اگر آپ لوگوں کو
شادی کی ضرورت ہو تو فرنگی محل کے خاندان کی لڑکیاں موجود ہیں" گویا تبدیل مذہب کے لئے لڑکیاں تک
پیش کر دی گئیں! مگر معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے اپنی ان لڑکیوں سے پوچھ کر یہ بات کہی یا اپنی طرف سے
تجویز کی۔ اگر ایسا تو چھے کہا تو ان کا صلاح ان اچھوتوں سے جائز نہ کہ ہوگا؟ کیا اسلام نے زبردستی طلاق کر دینے

کی اجازت دی ہے؟ اور اگر انھوں نے خود ہی خواہش کی اور آپ کو وکیل بنا کر بھیجا تھا تو آپ کے صاف کہنا
چاہئے تھا کہ ہماری لڑکیوں نے بھی آپ کو یہ پیغام دیا ہے کہ آپ کی خدمت کے لئے ہم صنف نازک
بھی حاضر ہیں۔ لیکن اگر وہ کچھ بیٹھے کہ آپ لوگ جب دہائیوں کو اپنی مسجدوں میں نماز نہیں پڑھتے دیتے
ان کو آئین بالآخر نہیں کہنے دیتے۔ ان کو قرابت فاتحہ خلف الامام نہیں کہنے دیتے تو آپ ہم لوگوں کے ساتھ
کیسا سب بڑا دکھائے۔ اسی طرح جب ابلی حضرات حنفی بھائیوں کی حرا داری کو برداشت نہیں کرتے
تقریب پر نظر کرنے سے انکی بڑی تک کو ان کے لئے حرام کہہ دیتے ہیں تو وہ فوسلم حضرات کے ساتھ کیسا نیت
کو دیکھتے ہیں پھر نہ تو بریں گے۔ تب آپ کیا جواب دیتے؟ یا اب کیا کر سکتے ہیں؟

مستحق خلافت کون ہے؟

(ربط کے لئے اصلاح محرم ۱۴۵۵ء ملاحظہ ہو)

قولہ خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ایک سچا راہنما ہیں۔
اقول ان کے حالات زندگی دیکھنے سے اسکا بھی ثبوت نہیں ملتا کہ حضور اکرم کو خدا کا فرستادہ
 سچائی سمجھتے ہوں۔

قولہ اور اپنی صداقت کے ثبوت میں نبی حیات کے آخری سکون تک عشق رسول کا...
اقول ازبانی اور صرف زبانی۔

قولہ آدم بھرتے رہے۔
اقول اپنی صداقت اور عشق کی کیفیت کچھ ابھی معلوم ہو چکی اور کچھ صلح حدیبیہ میں حضور اکرم کی نزول
 میں شک کرنے سے اور حضور اکرم کے مرض الموت کے زمانہ میں تخلف کرنے سے ہمیش اسامہ کے او
 قدا غلب علیہ الوجع اور ان الرجل لیجھر کہنے سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔

قولہ اپنی فوجان تخت جگر صاحبان دیوں کو ان کے جلال ازدواج میں دیدیتے ہیں۔

اقول اس سے کون سی فضیلت ثابت ہوئی۔ یہ سلسلہ تو سلف سے آج تک جاری ہے کہ
 دنیوی مفاد کے لئے لوگ نبی بیٹیاں مراور رؤسا و قوم اور شاہی محلات میں داخل کیا کرتے
 ہیں اگر انہوں نے بھی اپنے مفاد کے لئے ایسا کیا تو کون سی بڑی بات ہے جب خدا نے
 ترکیاں ہوں نہیں تو کسی نہ کسی کے سر تنہو پنا ضروری تھو رسول اللہ کے سر تنہو پا تو نہ اسکی کوئی
 دینی خدمت ہے نہ رسول اکرم کی ہمدردی بلکہ جو کیا وہ اپنے اغراض و مفاد کے لئے کیا۔
 پھر اگر دونوں صاحبان دیوں کے صفات و کردار پر نظر کی جائے اور ان دونوں کے جو سلوک رسول
 سے یا آپ کی اولاد سے کیا اس کے اسباب کی جستجو کی جائے تو ان کے والدین کی پوزیشن بعد
 اسلام بھی نازک سے نازک تر ہو جاتی ہے جو ارباب دانش و بینش کے لئے محتاج تشریح و توضیح
 نہیں ہے کہ ان تتوبا الی اللہ فقد صنعت قلوبنا آہ انھیں دونوں کی شان میں نازل ہوئی
 جس سے انکی صفات و کردار پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ البتہ یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے
 کہ جب ان صاحبان دیوں کی کوئی ذاتی یا نسبی شرافت نہ تھی تو حضور اکرم نے قبول ہی کیوں کیا اسکی

وجہ وہ حضرات اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے فلسفہ اسلام اور اسکے قبل کے حالات پر اطمینان قلب غور کیا ہو۔ تاریخ دیکھنے والے اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ زمانہ جاہلیت میں شرافت نسبی اور مالی خاندانی مایہ ناز اور وجہ تفاخر سمجھی جاتی تھی اور یہ حد اعتدال تکمیل قیثنا محدود ہے۔ مگر عرب جاہلیت اعتدال سے بہت آگے بڑھ گئے تھے اور اس کے مقابل اخلاق و صفات ذاتی جہذاں قابل وقت نہ تھے۔ عرب اس باب میں اس قدر سختی سے پابند تھے کہ جنگ جہاں میں بھی لڑا کرتا تھا اور کھتا تھا اور کوئی مالی نسب بہادر دنی النسب پہلوان سے جنگ کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا اور اس کا قتل کرنا اور اس کے ہاتھ سے مارا جانا دونوں حد درجہ عار و ننگ سمجھا جاتا تھا یہ جائیکہ شادی بیاہ۔ اسمیں تو ایک سرے کا کفو ہو تا ضروری و بسا ضروری تھا۔ اسلام چونکہ راہ مستقیم کا نام ہے۔ اس نے کبھی کسی جگہ افراط و تفریط کو پسند نہیں کیا اور ہم درواج میں بھی اعتدال کو قائم رکھا اور حسب نسب کے مقابل افعال و اخلاق ذاتی پر زیادہ زور دیا ان اکہ حکم عنلا اللہ تعالیم اس کے قواعد و ضوابط اسلام نے تعلیم کئے اور جہاں ضرورت داعی ہوئی ہادی اسلام نے عمل کر کے بتایا چنانچہ حقوق زوجین۔ ان کے مراتب ان کے صفات کی حدیں بھی اسلے وجہ الاتم بیان کر دیں کہ مرد و مسلم خواہ کتنا ہی مالی خاندان اور صفات حمیدہ کا جامع ہو اور عورت کتنی ہی پست و دنی النسب صفات حمیدہ سے عاری ہو۔ مگر کلمہ شہادتین پڑھنے کے بعد دونوں میں ازدواجی رشتہ قائم ہو سکتا ہے۔ اس شکل و صورت کا ازدواجی رشتہ زمانہ جاہلیت میں انتہائی ناپسندیدہ اور غیر مروج تھا اور اسلام اس کو اس وجہ سے قوی و ناجاہت تھا کہ اس خدو خال کی عورت کو اپنے جذبات صنفی کے پورا کرنے میں کسی نامناسب راہ روی کی طرف مائل نہ ہو نا پڑے۔ لہذا ازدواج و طبایع ناس کا کاٹا کرتے ہوئے خلاق عالم نے اس ازدواجی رشتہ کے لئے صرف زبانی حکم کو کافی سمجھا بلکہ مشیت ایزدی داعی ہوئی کہ ہمارا رسول اس پر عمل کر کے اپنی انکساری تو خضع بے نفسی کا اسوہ حسنہ قیامت تک کے لئے قائم کر دے۔ شاید اسی وجہ سے شریعت اسلام نے اولاد کے حق میں باپ کے نسب معتبر قرار دیا ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ تعلا و دواج کا بھی فلسفہ ہو۔ کبھی دونوں صاحب ادبوں کے محل سرسرا رسول میں داخل کر لینے میں یہ فلسفہ مضمر ہے جس پر بڑی حساسیت غور کر رہے ہیں۔

قولہ اس کے ایک ایک اشارے پر کٹھ پتلیوں کی طرح ناچتے ہیں۔

اقول جس کا ثبوت مختلف غزوات میں میدان جنگ چھوڑ کر دیا۔ اور رسول اللہ کے پکارنے پر پہنچ کر بھی نہ دیکھا۔ اذ تصعدون دکلون علی احد والترسول یدعوکم فی آخرکمہ اس وقت کو یاد کرو جب تم پہاڑ پر بھاگے جا رہے تھے۔ اور رسول تمہارے پیچھے کھڑے ہوئے تم کو بلاؤ تھے۔ مگر تم کسی کو پلٹ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ یہاں ہم بزمی صاحب کی تہذیب شائستگی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے اپنے دو مایہ ناز خلیفہ کے لئے کیسا پیارا اور خوبصورت نطق دنا چتے، استعمال فرمایا۔

قولہ اس کے حکم کے سامنے اپنی ساری دھن دولت لٹا دیتے ہیں۔

اقول یہ وہ مسلوب اللعانی الفاظ ہیں کہ جس کا ثبوت دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتا۔ اور اگر کچھ ثبوت ملتا ہے تو اس کا کہ ان دونوں سخاوت شعار ہستیوں نے کبھی ایک ہی سید بھی راہ خدا و رسول میں صرف نہیں کیا۔ چنانچہ جب رسول کریم صحابہ کی فضول دے فائدہ باتوں سے پریشان ہوئے تو آیہ بخوی کا نزول ہوا کہ کچھ تصدق دیکر بنی کریم سے باتیں کیا کرو۔ اس میں دراہم و دینار کی قید نہ تھی بلکہ کم سے کم رقم میں بھی آیت کی تعمیل ہو سکتی تھی۔ مگر میدان جنگ کی طرح دربار رسول بھی خالی ہو گیا۔ اور سوائے حضرت علی کسی نے بھی آیت پر عمل نہیں کیا۔ ہجرت کے موقع پر حضرت ابو بکر نے ایک ناقہ رسول کریم کے ہاتھ پچا اور پانچ سو یا سات سو درہم کا فائدہ اٹھایا (مراجع جلد اول ص ۵۳)۔

قولہ اغضنک وہ سب کچھ کرتے ہیں جو ایک جان فروش کو کرنا چاہئے۔

اقول سب کچھ کے ہر عہد کی حقیقت اور تفصیل سے بیان کر چکے۔ فلیرجع الیہ

قولہ لیکن اسکے باوجود بھی اگر وہ رسول کی بارگاہ میں

اقول یعنی جب تاریخ میں ان کی کوئی فضیلت ثابت نہیں تو اس کے باوجود بھی لوگ ان کو بارگاہ رسول میں با وقعت سمجھیں تو یریدوں کا صرف حسن ظن نہیں بلکہ رسول کریم پر اتہام بھی ہے۔

قولہ صرف اس لئے

اقول صرف صفات حمیدہ سے عاری ہونے کی وجہ سے رسول کی

قولہ نظروں سے گمے ہوئے ہیں

اقول نہ اس وجہ سے

قولہ کہ ان کے مقابلہ میں رسول کا چچر بھائی اور ان کا داماد ہے تو پھر اس کا نام متعصب اعز ہے

اقول کیونکر ہو سکتا ہے۔

قول تاریخ اسلامی کا برا سٹوڈنٹ جانتا ہے۔

اقول جاننے والے تو سب کچھ جانتے ہیں مگر خدا کرے بڑی صاحب بھی جانیں۔

قول کہ بنی کریم کی ذات گرامی اس قسم کی تنگ نظری سے بہت بلند ہے۔

اقول اس قسم کی تھکیں کی ضرورت نہیں بلکہ ہر قسم کی تنگ نظری سے رسول کریم کی ذات بہت بلند ہے۔

قول اب ہم بحث کے اس رخ کی طرف آتے ہیں جہاں یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ تمام صحابہ سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے۔

اقول اللہ شوق سے تشریف لائے مگر ثبات قدم کے ساتھ آئیے۔ جناب لانا تو بحث شروع ہونے

سے پہلے پہلو بدل کر ہوا کے رخ تشریف لیجاتے ہیں۔ یہ نہ کوئی بہادری ہے نہ فروت و اخلاق۔ مریض

بنے اور جرم کسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے شکست ہو تو ہو جان کا خطرہ نہیں ہے۔

قول اس حقیقت کو بے لوث تحقیقی نگاہ سے جانچنے کے لئے ایک بہترین طریقہ ہو سکتا ہے کہ

اقول تاریخ کی ورق گردانی کی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ رسول کریمؐ نے اپنی خلافت کے لئے کس کو

نامزد فرمایا جس کو رسول کریمؐ نے خلافت کے لئے نامزد فرمایا ہو اس سے زیادہ کوئی مستحق خلافت

نہیں ہو سکتا۔ رسول کریمؐ کے فعل و قول کے مقابلہ میں تشریقین یورپ کی رائے کوئی وقت نہیں نکلتی

اس لئے کہ خلافت و امامت صرف ملکی سیاست کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق دین و دنیا دونوں سے

ہے جس کو خود بڑی صاحب بڑے شدید سے تسلیم کر چکے ہیں (اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ

بنی کریمؐ کی سب سے بڑی حیثیت ایک اخلاقی مودب کی ہے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں لئے جاسکتے

کہ آپؐ کی اس حیثیت سے سیاست ملکی خارج ہے (رسالہ مکارم ۵) جب بڑی صاحب کو بنی کریمؐ کی یہ

حیثیت تسلیم ہے تو آپؐ کا جانشین بھی اسی حیثیت کا ہونا لازم و ضروری ہے۔ ایسی حالت میں تشریقین

یورپ کی رائے کیا مفید ہو سکتی ہے۔ خصوصاً جبکہ اسلامی سیاست اور یورپ کی سیاست میں فرق

اور دونوں کا طبع نظر ایک دوسرے سے جدا گانہ ہو۔ نیز اس وجہ سے کہ اگر انکی رائے کا اخذ تو تاریخ و سیر

و غیرہ میں جو ہمارے پاس بھی موجود ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے دل و دماغ کو مضطرب کر کے انکی رائے

پر بلا دلیل اعتما د کریں اور وہ دن کو رات اور رات کو دن کہیں تو ہم سر تسلیم ان کے سامنے خم کر دیں

تاہم اگر بڑی صاحب رسول کریمؐ کے قول و فعل پر ایمان نہ رکھتے ہوں اور صرف متعین یورپ کی طرف

پروایان کا انحصار ہوتا ان کی رائے بھی پیش کر دیا جاسیگی۔ بہر کیف تاریخ و سیر و تفاسیر سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جب یہ اندر عشرینکلا قرین کا نزول ہوا تو حضور اکرم نے دعوت قریش کی بنا کی اور اس دعوت کا تمام انتظام علی رضیؑ کے سپرد فرمایا۔ آپؐ موافق حکم بنوی تھوڑا کھانا۔ ایک ان ایک شیر فراہم کر کے قریش کے چالیس آدمیوں کو جمع کیا جنہیں آپؐ کے چچا ابو طالب حضور عباس بھی شامل تھے کھانا اگرچہ ایک ہی شخص کے موافق تھا لیکن یہ ایک معجزہ تھا کہ عرب کے چالیس آدمی خوب سیر ہو گئے۔ یہ کھانے کے بعد رسول کریمؐ نے اسلام پر تقریر کرنا چاہی لیکن ابولہب کی مخالفت نے تقریر کرنے والے کو تقریر کرنے کا موقع نہ دیا اور آپؐ کے ایسے نمایاں معجزہ کو سحر کہہ کر جمع کو منتشر کر دیا۔ علی رضیؑ نے بحکم رسولؐ دوسرے روز پھر ویسا ہی سامان مہیا فرما کر دوبارہ لوگوں کو جمع کیا جب سب گئے کھانے سے فارغ ہو گئے تو آنحضرتؐ نے ارشاد کیا کہ میرے خیال میں تو کوئی ایسا شخص عرب میں نہیں ہے جو مجھ سے بہتر چہرہ اپنی قوم میں لایا ہو۔ میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی لیکر آیا ہوں مجھ کو خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کو اس راہ پر لگا دوں لہذا تم لوگوں میں کون ایسا شخص ہے جو اس تبلیغ میں میرا ہاتھ بٹا کر میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا جانشین و خلیفہ تم لوگوں میں ہو (اس جلسہ میں صرف دو کام آپؐ کو ٹھونا خاطر ہیں۔ ایک تبلیغ اسلام۔ دوسرا انتخاب خلیفہ)۔

یہ قابلِ تامل حقیقت ہے کہ اہل دنیا کے اعتقادات فاسدہ اور انکی خواہشات نفسانیہ کے خلاف کسی کام کے آغاز کرنے میں بڑی بڑی مصیبتوں کے پہاڑ اور افواج و اقسام کی قیامت خیز غلطیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اپنا ویگانہ ہر شخص ساتھ چھوڑنا کیسا جانی دشمن ہو جاتا ہے۔ ایسے سخت و مشکل کام کے بانی کے لئے جیسے دل و دماغ کی ضرورت ہے ویسے ہی دل و دماغ کی اس کے شریکین معین کے لئے حاجت ہے۔ کیونکہ زمانہ کی سرور گرم ہوا کا تحمل کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے قریش کے چہاندیدہ اور تجربہ کار سب کے سب جمع تھے مگر کسی کو لبیک کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔

بجز ایک عمر لاڈلا مگر شیر دل مستقل مزاج۔ قول کا دشمن۔ باہمت۔ جسکی گردن میں رسول اللہ کا خون دوڑ رہا تھا جیسے گدلیں گدلیں ظاہر و باطن رسول اللہ کا ظاہر و باطن تھا یا علیؑ لحد لحدی ہو گیا وہاں وحی و سیرت و حدیث من سیرت و حدیث من علانیتہ من علانیتہ (یا بیع الموئذ)۔ بلکہ عرفس رسولؐ تھا (آپؐ مباہلہ) لبیک کہہ کر کھڑا ہو گیا اور عرض کی یا نبی اللہ اگرچہ میں دن سب لوگوں میں کم سن ہوں اور بظاہر کمزور لیکن آپؐ کے بوجہ اور ہاتھ بٹانے کے لئے بول جاؤں

سے حاضر ہوں ناخذ رسول اللہ برقبۃ علی وقال ان هذا اخی ووصیتی وخليفتی فيکم فاسمعوا واطيعوا ۱۱ تاریخ ابوالفدا۔ جلد اول ص ۱۱۱ و ۱۱۲ ماقنطنطنیہ۔ تاریخ کامل جلد ۲۸ مصر۔

پس رسول اللہ نے مسرت و خوشی کے ہاتھوں کو علی مرتضیٰ کے گلے میں ڈال کر فرمایا کہ یہی میرا بھائی اور میرا وصی ہے اور تم لوگوں میں یہی میرا جانشین و خلیفہ ہے۔ انکی اطاعت و فرماں برداری کرو۔ اور جو کچھ یہ کہیں اس کو قبول کرو۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ایسے سخت وقت میں جبکہ رسول اللہ کا کوئی معین و مددگار نہ ہو اور کفر کی گھنگور گھٹائیں چاروں طرف سے آپ کو گھیرے ہوئے ہوں حضرت علیؓ ایک کہنے سے رسول اللہ کے دل کو کتنی قوت ہوئی ہوگی اور آپکی امیدوں میں تازہ روح پھنگ گئی ہوگی۔ دو دل یک شود و یک کند کوہ را۔ یہ تاریخی واقعہ جس طرح حضرت علیؓ کی خلافت پر روشنی ڈال رہا ہے وہ اہل انصاف و بصیرت کے لئے بہت کافی دوائی ہے۔ الفاظ (ان هذا اخی ووصیتی وخليفتی فيکم) ایسے صاف و صریح ہیں کہ کسی تاویل و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد فاسمعوا واطيعوا فرمایا حضرت علیؓ کی عصمت کی روشن دلیل ہے۔ کیونکہ اطاعت و فرماں برداری کسی خاص وقت و حالت کے ساتھ مخصوص و مقید نہیں ہے بلکہ عام و مطلق ہے جو بجز مصوم کسی غیر کے لئے سزاوارد و موزوں نہیں ہے۔ لہذا اگر لفظ اطیعوا کو جو ترجمان وحی نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے۔ بے تعصبی اور انصاف دیکھا جائے تو مثل روز روشن یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؓ اخلاقی فضیلت میں دنیا کے مکمل ترین انسان اور سیاسی حل و عقد میں دنیا کے مہذب ترین فرماں بردار ہیں کیونکہ مصوم سے زیادہ نہ دنیا میں کوئی مہذب فرماں روا ہو سکتا ہے نہ اخلاقی فضیلت میں مکمل انسان۔ اس کے بعد ہمارے سامنے جو جیز ابو بکر و عمر کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کے شرف و فضیلت کا صحیح معیار پیش کر سکتی ہے۔

اقول وہ کلام اللہ اور احادیث رسول ہیں۔ لیکن چونکہ نرمی صاحب کج اس میدان وسیع میں اپنے مدد و عین کے لئے کوئی ذرہ بھی نظر نہیں کیا۔ لہذا اپنی شکست کو یقینی جانتے ہوئے اس رزمجہ سے بھی کنارہ کرتے ہیں اور ایک نئی راہ پر قدم رکھتے ہیں۔

قولہ اہل و دونوں کے عہد خلافت کا مقابلہ ہے۔

اقول ثبت الجدا اسٹم افش علیہا۔ پہلے دیوار بنا لیجئے پھر اس پر نقش و نگار اور یہی

جو کچھ بھی چاہے بنائے۔ پہلے ان حضرات کی صحیح معنی میں خلافت ثابت کیجئے پھر مقابلہ کیجئے گا۔
 بالخصوص اسی حالت میں کہ ایک طرف جہل دوسری جانب علم۔ ایک طرف ظلم و جور دوسری طرف
 عدل و انصاف۔ ایک طرف جہن دوسری طرف شجاعت ہو۔ لہذا اگر دونوں خلافتوں میں نفی
 و اثبات کا تقابل نہیں ہے تو تقابل تضاد یقینی ہے۔

قول اپنی رزمگاہ کے دو اور میدان تلاش کئے ہیں یعنی ایک یہ کہ آیا خلافت کے مفہوم میں سیاست
 داخل ہے یا نہیں اور دوسرے کہ بنی کریم کے اقوال سے حضرت علی کی بے انتہا فضیلت ثابت ہوتی ہے
اقول پہلا میدان تو بڑی صاحبِ کرامتِ اعلیٰ ہے کیونکہ نہ تو ہر نام صاحب نے خلافت سے سیاست
 کو الگ کیا اور نہ کسی شیعوں نے اس کو علیحدہ کیا پھر اپنے خیالی نظریہ کو گھڑی گھڑی کیوں پیش کرتے ہیں
 ہر نام صاحب کا مفہوم غور سے پڑھئے کہ وہ کیا لکھتے ہیں اور آپ کیا سمجھتے ہیں۔ ہر نام صاحب
 لکھتے ہیں خلافت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی جانشینی یا قائم مقامی کے ہیں۔ لیکن جانشینی
 کا مفہوم صرف جگہ پر بیٹھ جانا نہیں ہے۔ بلکہ جانشینی بحیثیت عہدہ بحیثیت منصب بحیثیت
 فرائض بحیثیت اخلاق و اعمال اور بحیثیت مراتب کمال ہو کرتی ہے۔ ایک شاعر کا جانشین
 شاعر۔ طبیب کا جانشین طبیب۔ قاضی کا جانشین قاضی اور وکیل کا جانشین وکیل ہوا کرتا ہے
 ایک شاعر کا جانشین حکیم اور حکیم کی جگہ قاضی اور قاضی کی جگہ وکیل سے پُر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ایک
 ہی نوع میں صنف کے بدلنے سے بھی خصوصیت مختلف ہو جاتی ہے یعنی خود شعرا میں مرثیہ گو کا
 جانشین غزل گو اور غزل گو کا جانشین قصیدہ گو نہیں سمجھا جاسکتا۔ چہ جائیکہ شاعر کی جگہ لوہار اور
 قاضی کی جگہ مہاراجہ کا جانشین سمجھا جائے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ حقیقتاً وہ ہے جو اپنے
 کمالات اور خصوصیات میں اپنے پیشرو کے کمالات اور خصوصیات کا زیادہ شریک اور حصہ دار
 ہو۔ اگر آپکی حیثیت صرف ایک نیا دیلم بادشاہ کی ہوتی تو بے شک آپکی خلافت کے لئے ایک
 بادشاہ ہونے کی حیثیت کافی تھی اور جو کوئی آپ کا خلیفہ مقرر کر دیا جاتا کسی کو اعتراض کا حق نہ تھا
 لیکن اگر رسولؐ کی حیثیت صرف ایک بادشاہ کی سنی تھی بلکہ مسلم روحانی ہونے کی خصوصیت بھی آپؐ
 پائی جاتی تھی تو ہم کو دیکھنا چاہئے کہ اس باب میں فضیلت کس کو حاصل تھی؟ انتہی کلام
 اگر بڑی صاحب زبان اردو سے کچھ بھی ذوق رکھتے ہیں تو لفظ (مرثیہ) اور لفظ (بھی) پر زرا
 غور کریں اور مطلب سمجھنے کی کوشش فرمائیے کہ ہر نام صاحب کیا لکھتے ہیں اور آپ کیا سمجھتے

ہیں۔ ہر نام صاحب کی عبارت اس قدر صاف ہے کہ ایک سہولی اردو دلی بھی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ رسول کریم کی ذات میں بادشاہ اور معلم روحانی ہونے کی دونوں صفیتیں موجود تھیں اور آپ کا جائز و صحیح جائزین صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جیسے یہ دونوں صفیتیں علی و عبدالاحسن موجود ہیں لہذا آپ کی خلافت کے لئے صرف دنیاوی بادشاہ ہونا ہرگز کافی نہیں ہو سکتا۔ یہی ہر نام صاحب کی بحث کا پہلا میدان اور مناظرہ کا پہلا رد محکم ہے۔ اور یہی خلافت و امامت کا صحیح معیار ہے۔ اسی میدان میں ہر نام صاحب کے قدم مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں مگر بزمی صاحب اس میدان سے گریز کرتے ہیں اور ہر نام صاحب پر غلط الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے دو اور میدان تلاش کئے اس کا نام ہٹ و دھرمی نہیں تو پھر کیا ہے۔ ہر نام صاحب کے تمام ادلہ قاطعہ اور منطقی ساطعہ کو نظر انداز کر کے اور جواب سے عاجز ہونے لگتے ہیں۔

قولہ اس سلسلہ میں مویدین امامت انا مدينۃ العلم و علی بابہا کی حدیث کو نہایت شدت کے ساتھ پیش کرتے ہیں لیکن اس کے مقابل حضرت عمرؓ کے متعلق صحیح بخاری کی ان احادیث کو ملاحظہ فرمایا جائے۔ رسول خداؐ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواب میں میرے سامنے کچھ لوگ پیش کئے گئے جو کرتے پہنے ہوئے تھے انہیں سے کسی کا کرتا سینہ تک تھا کسی کا اس سے نیچے۔ پھر عمرؓ کے سامنے لائے گئے ان کا کرتا اتنا لمبا تھا کہ اس کا دامن زمین میں گھسٹتا جاتا تھا۔ لوگوں نے بوجھ اس کی تعبیر اپنے فرمایا عمر کی دینداری۔ اسی قسم کی دوسری حدیث جس میں آپؐ نے خواب میں ایک مجلس سے کچھ دودھ پیا اور باقی حضرت عمرؓ کو دیدیا اور لوگوں کو اس کی تعبیر علم تہلانی۔

یہ قول اخذ اور نہ کریم اس منزل میں بزمی صاحب کو ثبات قدم عنایت فرمائے اور گریز کی راہوں کو مسدود فرمائے۔ ہر کیف حضرت عمرؓ کی خلافت کی تائید میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ جو پیش کیا جاسکتا تھا وہ بزمی صاحب نے پیش کر دیا جو صرف خواب خیال پر منحصر ہے۔ اور اپنی گھر بک کر کتاب سے جو منظرہ کے لحاظ سے ہمارے لئے نہ حجت ہے نہ دلیل۔ بلکہ بزمی صاحب کی شکست کا شاہکار پہلو ہے۔ نیز ہم اصول مناظرہ سے قطع نظر ایک فیروانہ انداز نہ حیثیت سے بوجھنا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا موضوع۔ اس کے جانچنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپؐ کے حالات زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے اگر تاریخ آپؐ کے علم و تدبیر کے خلاف کچھ مواد پیش کر دے تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ حدیث کھوٹی ہے اور اگر آپؐ کی دامن جہالت کی آلودگیوں سے پاک صاف نکلے تو حدیث کی صحت میں کیا کلام رہا (آئیے آئیے)۔

خلفاء فاطمیین

[حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے جناب اسماعیل کی اولاد سے ایک نیک
عبید اللہ مہدی گزرے ہیں۔ جو ۳۲۹ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے ۳۹۹ھ میں ایک
زبردست سلطنت افریقہ میں قائم کی۔ اس خاندان کے بادشاہ تاریخی دنیا میں خلفاء فاطمیین
کے نام سے مشہور ہیں جب یہ سلطنت کمال ترقی پر تھی تو اسکی حدیں بحر ظلمات سے مصر شام تک
اور بحیرہ روم سے صحرائے اعظم افریقہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مراکش۔ بلاد الجزائر۔ تونس۔ مراکش
برقہ۔ مصر۔ شام۔ یمن۔ حجاز۔ جزیرہ صقلیہ اور بحیرہ روم کے بعض اور جزیرے بھی اسکی حکومت
میں داخل تھے بلکہ بغداد اور موصل تک میں ان کا خطبہ بہت دنوں تک جاری رہا۔ حدود
اور وسعت مدت کے اعتبار سے بنو امیہ اور بنو عباس کے بعد اسلامی سلطنت میں اسی کا درجہ
ہے۔ شروع شروع تونس میں قیروان کے پاس مہدیہ ان کا دار الحکومت تھا۔ پھر جب ۳۵۸ھ
۶۹۹ھ میں ان لوگوں نے مصر فتح کیا تو قاہرہ کو اپنا دار الخلافہ مقرر کیا۔ انکی بادشاہت ۵۲۹ھ
۶۹۹ھ سے ۵۹۶ھ تک قائم رہی۔ ان بادشاہوں کو علوم فنون کا نہایت درجہ شوق تھا بخود
بھی بڑے ذی علم اور حامی اسلام تھے۔ انھوں نے مصر کو تاریکی سے روشنی میں جہاں
علم و فضل میں اور بربریت سے تہذیب و تمدن میں بدل دیا بلکہ اس کو اتنی ترقی دی کہ آسمان
عروج تک پہنچا دیا۔ ایک عیسائی مورخ اسٹینی لین پول نے لکھا ہے کہ خاندان فاطمیین
کی دولت و حشمت و تجارت بحیرہ روم کی خوشحالی کا ذریعہ قرار پائی۔ اس خاندان میں ۱۴ بادشاہ
ہوئے جن سب کے حالات نہایت عجیب و غریب اور عالم افروز ہیں۔ انشاء اللہ رسالہ اصلاح
میں ان کل حضرات کے مفصل حالات زندگی صبح کئے جائیں گے۔ سر و دست ہم اپنے برادر محترم
فاضل محقق جناب مولانا سید مجتبیٰ حسن صاحب موسوی کامونہ پوری فاضل مشرقیات دام فضیلہ
کا ایک مضمون صبح کرتے ہیں۔ ممدوح ان دنوں اسلامی اور فاطمیہ کا گویا درجہ اجتہاد حاصل
کرنے کے لئے مصر میں مقیم ہیں اور وہ ہم سے یہ مضمون بھیجا ہے۔ چونکہ خلفاء فاطمیین نے اپنے علمی
و عملی کاموں کو دنیا کو ہجرت کر دیا تھا۔ اس سبب غیر مسلم اور مسلم سب ہی نے ان پر حسد کیا اور اس خاندان پر
مختلف قسم کے افتراء و بہتان قائم کرتے رہے جسکی سلسلہ اب تک جاری ہے۔ مدیر اصلاح

معلوم نہیں لوگوں کو حقائق و معارف اور صداقت و دیانت کی ہنسی اڑانے میں کیا مزا ملتا ہے کذب و افترا کی اشاعت۔ دروغ بانی۔ افترا پر دوازی اور بہتان تراشی کیا فی نفسہ کوئی لذیذ شے ہے؟ آخر باطل میں کیا جاذبیت ہے کہ اس کے مندر پر حق و صداقت کو بھیجٹ بڑھایا جاتا ہے؟ ہر قوم اور ہر گروہ میں کچھ ایسے انسانیت کش۔ اعدا و محبت انسانیر۔ دشمن راحت و طمانینہ افراد پیدا ہو جاتے ہیں جن کو حقائق کے اُلٹ پلٹ کرنے ہی میں لطف آتا ہے۔ آہ ہمارا کام ہدایت بشر۔ تنویر بصیرت اور توضیح غرضیات ہونا چاہئے تھا لیکن ہم معارف پر اور زیادہ کثیف پروکڑا لٹنے کا سامان کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کو یہ سکر حیرت ہوگی کہ حکومت مصر نے ۱۹۳۱ء کی تقویم اس بے احتیاطی سے مرتب کی کہ اوسیں فرس سیمیکہ پاشا قبلی کے اسم امین مقالہ کو بھی جگہ مل گئی۔ سیمیکہ پاشا "سن کس دیرابی سیفین" کے عنوان سے لکھتا ہے کہ خلیفہ علوی فاطمی المعز لدین السد فارج مصر و بانی قابرہ اور مصر قدیمہ کنیسہ ابی سیفین میں دفن ہوئے۔ سیمیکہ پاشا کی عربی عبارت تقویم مکہ میں حسب ذیل ہے:- ان هنا كنيسة صغيرة بها حجة من العصر الفاطمي لا بنقوش باسنادة تمثل القديسين ومعمودية يقال ان الملك المعز لدين الله تعمد فيها مستراً یعنی یہاں ایک چھوٹا گرجا ہے جس میں خلفائے فاطمین کے زمانہ کے بہت سے پروکڑے جو ایسے عمدہ نقوش سے آراستہ ہیں جو قدیسین اور معمودیہ کے فوٹو معلوم ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ معز لدین اللہ نے اس میں ایک پردہ طیار کرایا تھا۔

قرس کون ہے ناظرین یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں گے کہ سیمیکہ پاشا کون ہے سیمیکہ پاشا پہلے حکومت مصریہ میں منوط تھے۔ لغت الآثار العربیہ کے عضو۔ مجلس الاثنین لندن کے زمیل اور متحف قبلی کے محسوس ہیں۔

تقویم حکومت مصریہ نے شایع اور کسی کو عرصہ تک اس وسیسہ کی اطلاع نہیں ہوئی دفعہ مصری مسلمانوں کی نگاہیں اس تقویم کی طرف پڑیں اخبارات میں ایک آگ سی لگ گئی مسلمانوں اور قبلیوں کے سر پر آور وہ اخبار نے صف آرائیاں کیں۔

اہرام۔ سیاست۔ دادی القمل۔ البلاغ اس قلمی جنگ کے معرکہ کارزار بنے ہوئے تھے۔ مصری مسلمانوں میں جن لوگوں کی خدمتیں نمایاں تھیں اون میں زکی پاشا اوستاد ابراہیم

جلال۔ اوستاد بکر الساتی احمد نواز اہری۔ ڈکٹر ابراہیم حسن محمد عبدالودعان۔ محمد ماضی ابو اعزاز۔ محمد شیخ عرفہ کا شمار ہے۔ مصر کے اساتذہ۔ مصر کے قضاۃ و کلاہ مصر کے ارباب قلم نے پوری طاقت سے قبطیوں کا مقابلہ کیا۔ قبطی علماء کی فوج نہایت بہادری سے جھکے ہٹ گئی۔ وزارت مصریہ نے سمیکہ سے مطالبہ کیا اور ۲۰ اگست ۱۹۳۱ء کے اہرام میں سمیکہ کو شکست نامہ شائع کرنا پڑا۔ سمیکہ باشا کی جہارت کا ایک حصہ میں نقل کرتا ہوں۔

اما اذا كانوا يريدون هذا ان يسمعوامنى لعبادة جليلة انى لا اصدق هذا الرواية فما انا قولها غير متوحد وماسمع احد عنى او عن غيرى من القبط اننا اقمنا دنائلا رواية كهذا او جعلناها موضوع تصديق لا تخا ظاهرة البطلان۔

کسی مصری اخبار نویس نے بعض مقالات کو کتابی صورت میں جمع کر لیا ہے۔ مصطفیٰ اہلبی تاجر کتب جو از ہر قاہرہ کے عنوان سے منگائی جاسکتی ہے۔ مصارف برید کے علاوہ ۵۰ میں کتاب مل سکتی ہے۔

ایک مورخ کا فریضہ صرف یہ نہیں ہے کہ وہ بعض منقولات پر فتح پالے علل و معلول کے دقیق اور مبہم سلسلے کا تہ لگانا بھی مورخ کا منصب ہے۔ جب میں نے استاد سمیکہ باشا کا یہ مقالہ پڑھا تو غور کیا کہ کیا وجہ ہے کہ قبطی بار بار اپنا نشانہ بنانے کے لئے فاطمیوں کو منتخب کرتے ہیں۔ میں نے خط مقررہ ۱/۱۸ میں دیکھا تھا کہ حاکم بامر اللہ کے متعلق بھی قبطیوں نے ایسا ہی شاخسانہ اٹھایا تھا۔

آج سمیکہ باشا بھی جب اپنا تیر چلاتے ہیں تو اس کا نشانہ فاطمی ہی ہوتے ہیں۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ فاطمیوں کو نسبت غیروں کے رسول اسلام سے زیادہ قرب ہے ان کی رگوں میں رسول کا خون ہے۔

اگر ان کے اعمال کو عیسائیت کے سانچے میں ڈھالا جاسکے گا تو آسانی سے دوسری قوموں کو سمجھایا جاسکتا ہے کہ رسول اسلام کا خاندان رسول اور اسلام کو بہتر سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان لوگوں میں تمام وہ کمالات جو مسلمانون میں موجود تھے مساری یا تہج کے ساتھ موجود تھے۔

یہ اضافہ بھی تھا کہ یہ رسالت اور اسلام کے اسرار سے بھی واقف تھے۔ مگر ان لوگوں نے
 صلیب کے سامنے گردن جھکا دی اور تسلیم کر لیا کہ ایک تین ہو سکتا ہے اور تین ایک۔
 میں بے حد غلطوٹا ہوا جب کہ میری نظر سے مصری علماء کی یہ تحقیق بھی گزری جس سے میرے
 خیال کی پوری پوری موافقت ہوتی ہے۔ بعض علماء مصری کے الفاظ حسب ذیل ہیں
 راجعت الی ذاکم فی استحضار الترشد فی الی ہذا العاجلۃ فہما شدتہ الی الان
 ہذا الخلیفۃ ہوا قرب الخلفاء الی بیت نبیہ الکریم رحمہم من سالہ الخلیفۃ المعن
 اصل یہ ہے کہ آفتاب کو گرد آلود کرنے کا ارادہ ایک دیوانچی ہے عز لدین۔ الد کوئی تارخ کی
 مجہول ہستی نہیں ہے جس کے متعلق جو چاہے جو کھدے۔ جس کا دل چاہے معز کو بدنام
 کرے۔ معز کے پائدار محاسن اور معز کی ابدی نیکیاں ان تمام دسانس کے جواب میں
 پڑھ دیجی۔ تلک آثارنا تدل علینا۔ فانظر وابدنا الی الکا نامہ
 میں نے سمیکہ ہاشمی کی تحقیق کو سامنے رکھ کر اسفار تارخیہ لٹے اور زندگی کا ایک عزیز ہفتہ
 ضائع کیا لیکن اس تحقیق کا کوئی نشان نہیں ملا۔ میں نے مسیحیوں کے معاصر ادلیہ اہلیہ
 کا مطالعہ کیا۔ انگریزی۔ فرانسیسی اور جرمنی کتابوں کے عربی ترجمے دیکھے آخری نتیجہ اس محنت
 شاقہ کا جو میں نے نکالا وہ یہ تھا کہ اس قطعی فیلسوف کی تائید حقیقت مادہ محسوسہ جہاں
 عقلی۔ حوالہ نظری اور محاکمات سوسفٹائیہ سے بھی نہیں ہو سکتی حیرت بالائے حیرت تعجب بالائے
 تعجب کہ معز محیط اطلاعی۔ شاہی افریقہ۔ مراکش۔ جزائر۔ تونس۔ طرابلس۔ برقہ۔ مصر۔ شام
 کا حاکم رہ چکا ہے۔ اگر اس کے نسلی امتیازات سے بحث نہ کی جائے جب بھی وہ قرنِ دہائے
 میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان تاجدار گزرا ہے اور اس عظمت و جلالت کے باوجود ایک
 چھوٹے سے قطعی کنیسہ کے سامنے اپنے عقیدہ اپنے خاندانی اجلال اور باپنی سلطانی سلطوت
 کا خزانہ لٹا دیتا ہے اور قوسہ و قاصد اسے آپ محبوبیت سے ہٹا کر نصرانی بناتے ہیں
 نہ بحث نہ مناظرہ۔

اور اس واقعہ کی خبر صرف سمیکہ ہاشمی کو ملتی ہے۔

اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس عالمی عظم اس خلیفہ اکبر اس بابائے
 کے زمانہ میں قطبیوں کو کسی قسم کو جاہت بھی نہیں حاصل تھی جسکا تحت کہا جاسکے کہ سیاسی ضرورت تھی اسکا
 (باقی آئندہ)

انجمن وظیفہ سادات انجمن خوش انتظامی اور سود مندی کے لحاظ سے سفرو قومی انجمن ہے جو سالانہ سے قائم ہے اور نادار شیعہ طلبہ کی امداد کا تہنہ وسیلہ ہے

اس کے مختصر حالات ملاحظہ ہوں۔ (۱) ایک ایک لاکھ ستائیس ہزار روپیہ وظائف پر چمکی ہے اور تقریباً ہر سال نو ہزار روپیہ کے وظائف تقسیم کرتی ہے۔ ایک طالب علم کو اسی سال بھی وظائف دینے کا رہے ہیں۔ (۲) ۵۱۶ طلبہ انجمن سے وظیفہ پاکر میڈیکل کالج لاہور، لکھنؤ، پٹنہ و انجینئرنگ کالج رومی وغیرہ کالج لاہور و کلکتہ و دیگر کالج میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں دو طالب علم انجمن سے وظیفہ پاکر ولایت میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور دو طالب علم نجف اشرف میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور اب بھی ایک طالب علم کو نجف اشرف میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے وظیفہ دیا جا رہا ہے۔ (۳) اس وقت سرمایہ محفوظین نصف لاکھ روپیہ موجود ہے جس کا منافع وظائف پر تقسیم ہوتا ہے۔ (۴) انجمن کی باقاعدہ سرکاری ہو چکی ہے اس کا انتظام چودہ ممبروں کی کمیٹی کے ہاتھ میں ہے جن کا انتخاب ہر سال ممبروں کی کثرت آرا پر ہوتا ہے سرکاری انجمن چودہ ممبروں میں سے منتخب ہوتا ہے (۵) ممبروں کی اولاد اگر خدا خواستہ اونکے بعد قابل امانت ہو جائے تو وظیفہ کے لئے اُن کا حق سب پر مقدم سمجھا جاتا ہے۔

انجمن کیا چاہتی ہے آپ اس کے قواعد پڑھیں اور اپنی آمدنی کا فیصدی ایک روپیہ یا کم از کم انجمن کی چاہتی ہے راہوار جو کہ بہترین خیرات ہے دیگر اسکے ممبر نہیں اور مستندہ رقوم سے اسکے سرمایہ مستقل کو ترقی دیں تاکہ قوم کے نادار اور سستی اور قابل رحم طلبہ جو محض مفلسی کی وجہ سے محروم رہے جلتے ہیں زبرد ملے سے آراستہ ہو کر قومی ترقی کا باعث ہوں۔

احقر سید احمد مرزا آفریدی سرکاری انجمن ہذا کا ۱۶ میر مردہ ڈ۔ بنو دہلی

انتظام جلد جنین و ناظرین اصلاح سے عمر اور ناظرین آئین و مصلح لدھیانہ سے خصوصاً انہاس ہے کہ میں قوم راہچوت مذہب حق پر عمر مکہ مشرف ہوں۔ براہ مہربانی مطلع کوں کہ اصلاح کمر نال۔ لدھیانہ۔ ہوشیار پور۔ انبالہ میں کس کس گاؤں میں راہچوت شیعہ ہیں تاکہ رشتہ دیگر کا انتظام ہو سکے۔ راقم کیدان خاں پٹوادی ہر جگہ بھنگ رینج ضلع پلہور۔ پنجاب

انجمن یادگار علماء لکھنؤ ایک انجمن اس فرض سے قائم کی تھی کہ علماء کی صفات شائع کی جائیں مگر معلوم نہیں اب انجمن کیا کر رہی ہے اس کا سرمایہ کس میں صرف ہوتا ہو اور کتاب المیتہ و محاد کیوں نہیں

وعدہ نہیں ہو ایک لٹ کا جام ہے: ایسا عہد مسیح کی صحت کا نام ہے
حملہ عزاداری قانون اقلیت کے پردے اور ٹھکانے: مصیبت کو راحت بنا دیجئے

محسن ملت فیصد جنت و امت بزرگم۔ آپ کی ذات مسیح عام ہے ایسے خلوص ہمدردی انوت کے اوصاف و خوبی
 وکالہیت اہلکار کے فی زمانہ مفقود ہیں۔ میرکول پرچا ٹو ہے اسکو نہ فاصلہ کم کر سکتا ہے نہ دت بھلا سکتی
 ہے۔ آپ کے مقدس یاوگار ہیں ظاہر میں دور گردل سے نزدیک تھے۔ خدا کرے قوم میں آپ جیسے کارکن ہمدرد و اذ
 چند ہوں۔ ہمارا اخباروں کے مدیر صاحبان و اعلیٰین مدوہ و غواہوں کو اس کا طبعی احساس نہیں کیا وگرنہ
 شائستگی انتہائی سخی حقیقت کی زنجیر میں وہابیت کی کڑی جوڑ کر ہو رہی ہے۔ جابجا شہر و قریہ میں مذکور
 و عظیم پورے پھٹ جہلا قوم کو شتمل کر کے عمال و اہلکار ان سے درپردہ غائبانہ امدادی جاتی ہے مگر غیب
 غفلت میں ہیں بکثرت عزاداروں کو خلاف قانونی نقص امن اور بد امنی کا ہوا دکھا کر دم تعزیت سے
 محروم کر کے دفعات ۴۴ الف ۱۰ سے مرعوب بنا کر خاموش کیا جاتا ہے۔ حنفی عزاداروں پر قوی اثرات
 کا دباؤ ڈال کر ترک عزادار مجبور کیا جاتا ہے مختلف شعبہ بازی سے عناد کی تخم ریزی کر کے فتنہ و فساد برپا
 کرتے ہیں۔ لہذا اس لحاظ سے قوم کو بیدار کر کے ذلت و سوالی۔ دشواری۔ گرفتاری سے
 بچانا ہر فرد قوم پر فرض ہے مگر میرا ذاتی مشاہدہ تجربہ یہ ہے کہ قوم کو بجائے دلسرے کے بخدا قلمی امداد
 اور روزیویشن محضر سپوریل گورنمنٹ میں سمجھنے سے بھی گریز ہے۔ اعلیٰ و شہرہ و شکل کا فرنس بکھٹ
 کمیٹی کا سب نالیٹی برنامہ تھا۔ اور اکثر پیمان اخبار و خوش ہیں۔ قصور میں سال بھی ۷۷ سوئین حرکت
 ہو کر زیر تجویز عدالت ہیں۔ لاہور و پنجاب میں تو قریب و بہت نہیں کہ جواز عزا ثابت کر کے شہادت سے سنیوں کی
 عذر دل آناری کی تردید کروں۔ حضرت شیخ و کلاؤ قانونی خلاف ورزی کے نکات بحث و جمع میں ثابت کر کے
 تصدیق ہی حال کارکنان کا ثابت کروں۔ ہر دو دیش بجاہ درویش بد کوں مست ہے فظان حدیث قوی
 نقار خانے میں میری خفیہ آواز کا گند نہیں۔ قوی مدیر صاحبان نیز جناب والاکہ خدمت میں بھی تبدیلیاں
 خورشید حقیقہ چند مضامین خود ارسال کئے۔ یہ فہرست قانون و نظارت کی بھی ارسال کی گئی جو خیر سالی کے
 عملی کام قلمی امداد کا بھی نہیں ہو سکتا تاکہ بحث۔ جرح۔ عام مقدمات میں کارآمد ہو۔ اخبارات کے ذریعہ
 اعلان عام خود ہو کر عوام کو علم ہوتا ہے۔ اکثر حکام ایسے اخبارات سے فیصلہ میں بنظر انصاف امداد کے کرپٹ
 کے قصی حرکات۔ افعال پر غور فرماتے ہیں۔ انجن امایہ حضور کے سکریٹری مالی جناب محمد قی صاحب
 میرکول واکا جواب تک نہیں دیتے۔ اگر بعض کا جواب بھی ملا تو چند ماہ بعد بے سود حالانکہ قلمی۔ مالی ہر قسم کی

آمد اور گزشتہ مقدمہ میں یہاں دیکھی۔ دو مرتبہ قرینۃ لفظ کی بحث مقدسہ سابق کی تحریر کے بھی اور خاص تحریر کے استقرا حق کے دعوے دیوانی کے ہوئی تاکہ میں خود شہادت دیکر سہمی کروں جیسا کہ بعض جگہ لکھیا جاتی ہوئی۔ مگر اس خاموشی کی وجہ نہیں معلوم ورنہ اس سال لازمی دیوانی سے کامیاب ہو کر ذرا بکمال نکالتے۔ اس طرح پر بے عریٰ تبرکات کی ہو کر قومی ذلت اور عوام کو دلیری نہ ہوتی اس کا عکس دیگر مقامات میں غلاف پڑتا ہے۔ فقط خادم بلی شیر علی

۲۳ مئی ۱۳۳۰ء مطابق اربعہ الاول ۱۳۵۰ ہجری کو
اچھوت کھنڈ اور شیوخ کا احسان لکھنؤ کی جملہ مذاہب کی کانفرنس میں کچھ لیڈر پروفیسر
 لکھا سنگھ نے نہایت خوشی کے الفاظ میں کہا کہ ”ہمارے مذہب کے بہت سے اصول مسلمانوں سے بہت
 زیادہ ملتے جلتے ہیں خصوصاً شیعوں سے ہمارے مذہب کو بہت مشابہت ہے۔ شیعہ مظلوموں کے ساتھ
 ہیں اور ان پر آنسو بہاتے اور سینہ زنی کرتے ہیں۔ اور ہم بھی مظلوموں کے طرفدار ہیں۔ ہمارے
 پیشوا بھی مظلوموں کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں اور ہمارے گرو بھی بڑی بڑی مصیبتیں دا
 کرتے رہے ہیں۔ یہ قوم شیعہ حضرات کی ہمیشہ ممنون رہی کیونکہ ابتدائی مشکلات و مصائب
 کے زمانہ میں اسی جماعت کے افراد سید بڑے شاہ صاحب اپنے لڑکوں اور پانچ سو سیدوں کے
 ساتھ ہمارے گرو گوبند سنگھ کی مدد کی۔ سکھوں کے دوش بدوش اُس وقت کی حکومت کے مقابلہ
 کیا اور سکھوں کے پیشواؤں کی جانوں کو بچایا اور انکی حفاظت کرنے اور انکو پناہ دینے میں اپنی عزیمت
 اور قیمتی جانیں قربان کر دیں۔“ تاریخی حیثیت سے خلفاء ثلاثہ کے عہد میں خاندان رسالت
 کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا ذکر بھی کیا اور فرقہ شیعہ سے سکھوں کے خلوص و محبت پر
 بہت زیادہ نعرہ دیا۔ واقعات کو بلا کالہ دیتے ہوئے ان سکھوں کا ذکر کیا جو نشانہ ستم بنا
 گئے اور کہا کہ ہمارے اہل شیعوں کی روایات ملتی جلتی ہیں جس طرح شیعوں نے خلافت پر مہر نصیب
 ثمت نہیں کی اور ایک فقیر کو اپنا امیر بنایا اسی طرح سکھوں نے بھی کیا (منقول از اسد والاعظ لکھنؤ)
 افسوس ہمارے عزیز جناب ابنہ حسن صاحب کی صاحب زادی اور جناب لوی سید
 انجیا رحمہ اللہ صاحبہ صاحبہ انجمۃ و الجموعہ کی اہلیہ محترمہ نے ماہ صفر میں طویل علالت کے بعد انتقال
 کیا (۲۰ جنوری ۱۳۵۱ء) صاحبہ صاحبہ کن بگرام کی نانی صاحبہ نے شہید ربیع الاول کو انتقال
 کیا (۱۳ مئی ۱۳۵۱ء) علق کے محترم بزرگ قاسم محمد علی آل بحر العلوم طباطبائی اعلیٰ الشہ مقام نے بھی انتقال کیا

خدا مروجین کے درجات عالی کرے اور سپہانہ گان کو جبروے۔ یونین سورہ فاتحہ و توحید کا ثواب سب کی روحوں کو ایصال کریں۔

جنگ اٹلی و حبشہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اٹلی نے اس ملک پر پورا قبضہ کر لیا اور بادشاہ اخبار جدیدہ حبشہ انگلستان چلا گیا۔ مدنی کے مشہور کانگریسی لیڈر ڈاکٹر انصاری نے مدنی ۸۶ صفر ۱۳۵۵ھ کو ریل میں انتقال کیا۔ جاپان نے روس کو جنگ کی دھمکی دی ہے۔ حکم مدنی کے شیو اخبار اتحاد اروہ میں کوئی نظم شایع ہوئی تبس پراڈیٹر اخبار مذکور سے ضمانت طلب لگائی (خدا مدنی کو بری کرے)۔ صوبیات متوسط کے گورنر ایک کھڈر پیش ہندو صاحب مقرر کئے گئے ہیں مسٹر گاندھی کے بیٹے ہیر لال گاندھی ۲۹ مئی ۱۹۳۵ء کو مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلامی نام عبد اللہ گاندھی رکھا گیا۔ چین اور جاپان میں جنگ کا خطرہ بڑھتا جاتا ہے۔ مسجد شہید گنج لاہور کا محضر مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کیا گیا۔ اس پر سکون ہی کا قبضہ بحال رہا۔ برہان پور کے ایک نوجوان نے ایسی سائیکل طیار کی ہے جو پانی پر بھی چلی سکتی ہے۔ شاہ آؤد و ہشتم کی تاج پوشی کے لئے طیارے ان ہو رہے ہیں۔ شاہ نوہ ہندوستان نہیں آئیں گے بلکہ ملی میں ہونے والے دربار میں ان کے چھوٹے بھائی ڈیوک آف یارک آپکی نمایندگی کریں گے۔ بعض اخبارات میں شایع ہوا ہے کہ لنکاشائر کا ایک شخص جسکی عمر ۴۴ سال تھی ایک آپریشن کے دوران میں گیا لیکن پھر زندہ ہو گیا۔ پنڈ وادن خاں ضلع جھلم میں شیعوں کا قتلان قرآن کو شاندار فتح ہوئی۔ برادران اہلسنت نے مان لیا کہ بے شک شیعوں میں حافظ قرآن بہت ہوتے ہیں۔ لکھنؤ میں جھلم کے روز چند سنیوں نے مدح صحابہ پڑھنی شروع کر دی جس پر اہم شخص گرفتار کر لئے گئے۔ عاشقہ کو بھی دو شخص اسی جرم میں گرفتار کئے گئے تھے۔ ان سے دس شخصوں کو ۱۶ ماہ کی سزا قید لگائی اور دس شخصوں نے معافی مانگ لی۔ حکومت ایران نے اب پرفاندرہ داری پر عورتوں کے لئے بھی ان کا فوٹو چسپاں کرنا ضروری قرار دے دیا۔ ۷ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۵ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ہجری کو تقریباً ۱۲ بجے دن کے وقت پھر زلزلہ آیا اور مختلف صوبوں میں واضح طور پر محسوس ہوا۔ ایران میں ملکی مصنوعات کو ترقی ہو رہی ہے جس سے برطانوی اشیاء کو شدید نقصان پہونچ رہا ہے۔ ریاست خیبر و سندھ کی مسند حکومت کے متعلق ملک منظم نے پرنس فیض محمد خاں صاحب پلاردام اقبالہ کا حق وراثت تسلیم کر لیا ہے۔ لندن میں ۱۰ جولائی ایک عالمگیر کانفرنس منعقد ہوئی

اور زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عامل ڈر کر واپس آیا تو حضرت نے عیبہ سے فرمایا کہ انکا مناسب ارک کر۔ انہیں بھی حضرت ابوبکر کی کسی خدمت کا تیا نہیں مل سکا (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۱۳۱) اس امر کے متعلق مورخین کی عبارتوں کا خلاصہ یہودی شبلی صاحب

بشکنی کیلئے سیرالمانے اس طرح بکھا ہے ”اسی سلسلہ میں وہ سیرایا بھی داخل ہوا جو فتح مکہ کے بعد بت شکنی کے لئے اطراف ملک میں روانہ کئے گئے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ تمام عرب میں مختلف قبیلوں کے الگ الگ بتخانے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب عام طور سے قبائل نے اسلام قبول کر لیا تو بتوں کی عظمت اور جباری کا جاہلانہ اور وہم پرستانہ تخیل بعض قبائل سے دفعہ نہ مٹ سکا۔ اب گو وہ ان کو لائق پرستش نہیں سمجھتے تھے تاہم ان کے دنوں پر ان اصنام کی وراثۃ ایک مدت سے جو ہیبت بیٹھی ہوئی تھی اُس سے یہ ہمت نہیں بڑھتی تھی کہ ان باطل پرستیوں کے مرکز کو خود اپنے ہات سے مٹا دیں۔ جاہلوں کو یقین تھا کہ ان مقدس پتھروں کا ایک بڑھ بھی اپنی جگہ سے ہٹا تو آسمان ٹوٹ پڑے گا زمین پھٹ جائیگی۔ مصائب اور بلاؤں کا ایک طوفان برپا ہو جائیگا۔ اہل طائف نے بیعت کرتے ہوئے شرط پیش کی تھی کہ ان کا بت خانہ ایک سال تک ٹھکانا جائے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظور نہ فرمایا تو دوسری شرط یہ پیش کی کہ ہم ان کو اپنے ہاتھ سے نہ توڑینگے۔ بعض اور نو مسلم قبائل بھی اس اداسے فرض میں الجھکتے تھے۔ اس بنا پر ان مقامات میں چند راسخ العقیدہ اور صحیح الفہم مسلمان بھیجے گئے کہ وہ انکی طرف سے اس فرض کو انجام دیں چنانچہ سریہ خالد بن ولید بت خانہ عرّنے۔ سریہ عمرو بن العاص بتخانہ سواع۔ سریہ سعد بن زید انہلی بت خانہ مناة۔ سریہ ابوسفیان و معیرہ بن شیبہ بتخانہ لات۔ سریہ جریر بت خانہ ذی الخلد (صحیح بخاری غزوہ ذی الخلد)۔ سریہ طفیل بن عمرو دوسی بت خانہ ذی الکفین اور سریہ علی ابن ابی طالب بت خانہ فلس کے توڑنے کو روانہ کئے گئے (اس باب میں تمام تروا قات ابن سعد جزو مغازی سے ماخوذ ہیں) لہٰذا خودی صاحب نے جن راسخ العقیدہ اور صحیح الفہم مسلمانوں کا ذکر کیا انموس ہے کہ ان

حضرت ابوبکر کا نام نہیں لکھا۔ اور زیادہ حیرت یہ ہے کہ عرب کی مفصل کتب تاریخ و سیرت میں کسی موقع پر مدوح کا نام نہیں ملتا۔ نہ حضرت رسول خدا صلعم ہی نے اس ضروری کام کے لئے اپنا انتخاب کیا۔ نہ دوسرے صحابہ ہی نے اسے دی کہ یا حضرت آپ اسخ العقیدہ اور صحیح الفہم مسلمانوں کی طرح حضرت ابوبکر کو اس کام کے لئے کیوں موز نہیں فرماتے۔ نہ خود حضرت ابوبکر ہی نے اپنے کو اس زحمت کے لئے پیش کیا۔ معلوم نہیں ہر شخص کے خاموش رہنے کی کیا وجہ تھی حالانکہ خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور ابوسفیان مکہ میں شرف سے سرفراز کئے گئے۔ مدینہ اور دمشق کے درمیان نصف راہ میں مدینہ سے ۴۰ منزل پر ایک شہر غزوہ تبوک مقام تبوک ہے۔ جنگ تہ کے بعد رومی سلطنت نے عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مدینہ میں یہ خبریں اکثر مشہور ہوتی رہتی تھیں۔ اس بنا پر آنحضرت صلعم نے فوج کی طیاری کا حکم دیا مگر اس وقت قحط اور شدت کی گرمی تھی۔ اس سبب سے لوگوں کو گھر سے نکلنا نہایت شاق تھا۔ منافقین کا پردہ فاش ہو چلا۔ وہ خود بھی جی چڑھتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ آنحضرت کا معمول تھا کہ جب آپ مدینہ سے تشریف لے جاتے تو کسی کو شہر کا حاکم مقرر فرما کر جاتے۔ اس دفعہ حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرما گئے اور امہات المؤمنین کو حکم دے دیا کہ وہ بکھو امیر المؤمنین کے حکم سے ہرگز باہر نہ ہونا۔ مگر حضرت امیر المؤمنین کو جہاد سے علیحدہ ہونا نہایت شاق ہوا اور آنحضرت سے عرض کی کہ حضور مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جائے ہیں؟ ملے اس پر آنحضرت صلعم نے اپنی مشہور حدیث منزلۃ ارشاد فرمائی کہ

لہ صحیح بخاری پارہ ۸۰ کتاب المغازی غزوہ تبوک ص ۸۹ میں ہے:- عن مصعب بن سعد عن ابيہ ان رسول اللہ خرج الی تبوک فاستخلف علیا قال اتخلفنی فی الصبیان والنساء۔ قال لا بد منی ان نکون منی بمنزلۃ ہارون من موس۔ الا انہ لیس بنی بعلی۔ مصعب بن سعد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علیؓ کو اپنا خلیفہ بنا گئے۔ جب حضرت علیؓ نے عرض کی۔ کیا حضور مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ حضرت

یا علی اما تر ضئے ان تكون منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا بنی بعدی اے علی کیا تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی درجہ حاصل ہے

(تقریب حاشیہ ص ۶۶) نے فرمایا کیا تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی بنی نہیں ہوگا۔ یہی حدیث صحیح بخاری کے پارہ ۴ کتاب المناقب باب مناقب علی ابن ابیطالب (ص ۳۸) میں بھی ہے۔ اسکی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی اسی صفحہ میں لکھتے ہیں انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال لعلی لا بد ان اقیم او تقیم فانام علی۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ ضروری ہے یہاں یا میں رہوں یا تم رہو۔ اس پر حضرت علیؑ رہ گئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ آپ کا کام کرنے والا اور آپ کے فرائض کا انجام دینے والا اس وقت بھی مسلمانوں میں حضرت علیؑ کے سوا کوئی شخص نہیں تھا ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز یہ نہیں فرماتے کہ ضروری ہے اور اس سے چارہ نہیں ہے کہ یا تم رہو یا میں ہوں۔ پھر علامہ ابن حجر لکھتے ہیں قال معاوية لسعد ما منعك ان تسب ابا تراب۔ قال اما ما ذكرت ثلثا قالن له رسول الله فلن اسبه فذكر هذا الحديث وقوله لا عطين الراية سر جلا يجتبه الله ورسوله وقوله لما نزلت فقل تعالوا ابناءنا وابتناءكم دعا عليا وفاطمة والحسن والحسين فقال اللهم هولا اهل امير معاوية نے سعد صحابی سے دریافت کیا کہ تم علی کو بُرا کیوں نہیں کہتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تین حدیثیں مجھے یاد ہیں اُس وقت تک مجھ سے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت کو بُرا کہوں۔ ایک حدیث منزلت۔ دوسری حدیث رایت (جو جنگ خیبر میں آنحضرت نے فرمائی تھی کہ کل میں یہ علم اس بہادر کو دوں گا) تیسری یہ کہ جب یہ مباہلہ قتل تعالوا ندع ابناءنا وابتناءکم نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ۔ فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو بلا کر خدا سے عرض کی کہ اے اللہ میرے اہلبیت بس یہی ہیں۔ پھر علامہ مدووح لکھتے ہیں واستدل بحدیث الباب علی استحقاق علی للخلافة دون غيره من الصحابة فان هارون كان خليفة موسى اس حدیث منزلت سے اس

جو جناب ہارون کو حضرت موسیٰ سے تقابس فرق صرف اسی قدر ہو گا کہ میرے بعد کوئی

(بقیہ حاشیہ ص ۶۷) بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ صحابہ کو خلافت کا حق نہیں تھا۔ اس کے مستحق صرف حضرت علیؑ تھے۔ اس لئے کہ حضرت ہارون بھی حضرت موسیٰ کے خلیفہ تھے رفع الہدایہ جلد ۳ ص ۳۸۷) علامہ ابن حجر کے اس قول سے ثابت ہو کہ علماء اسلام اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس حدیث سے صاف طور پر حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل متحقق ہوتی ہے یعنی حضرت صلعم کے بعد ہی خلافت کا حق حضرت علیؑ کو تھا نہ کسی اور شخص کو۔ یہ دلیل اتنی مضبوط ہے کہ علامہ ابن حجر نے بھی خود اس سے اختلاف نہیں کیا نہ اسکے رد کرنے کی کوشش کی۔ البتہ دوسروں نے اس کے متعلق جو خیال ظاہر کیا تھا اس کو علامہ مدوح اس طرح نقل کرتے ہیں واجب بان ہارون لم یکن خلیفۃ موسیٰ الا فی حیاتہ لا بعد موتہ لانہ مات قبل موتہ باتفاق حضرت علیؑ کی خلافت پر اس حدیث سے جو استدلال کیا جاتا ہے اس کا جواب بعض لوگوں نے اس طرح دیا ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے خلیفہ نامی زندگی ہی میں تو تھے۔ ان کے بعد نہیں تھے۔ اس لئے کہ جناب ہارون حضرت موسیٰ سے پہلے انتقال کر گئے جس پر سب کا اتفاق ہے (ص ۳۸۷)۔ علامہ ابن حجر نے اجیب کا لفظ بکسر گویا بتایا کہ یہ جواب نہایت لغو اور قابل مضحکہ ہے اسی وجہ سے مدوح نے جواب دینے والوں کا نام بھی ذکر نہیں کیا اور اجیب بکسر نقل کر دیا۔ اور قاعدہ ہے کہ جو قول بہت کمزور اور بے حقیقت ہوتا ہے اس کے قائل کا نام نہیں لکھتے بلکہ قیل (کہا گیا ہے) یا اجیب (جواب دیا گیا ہے) وغیرہ سے اس کو ظاہر کرتے ہیں۔ غرض ان وجوہ سے اس جواب کا ناقابل لغات ہونا واضح ہے اور استدلال مذکور اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ یہ حدیث منزلہ تفسیر حدیث سیرۃ اور تاریخ کی بے حدود حساب کتابوں میں مرقوم ہے۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اس کو اور زیادہ شاندار الفاظ میں نقل کیا ہے کہ فقال لہ اما ترضے ان نکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لیس بنی بعدی۔ انہ لاینبی ان اذہب الا و انت خلیفۃ حضرت رسول خدا صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جو مرتبہ جناب ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھا وہی درجہ تم کو بھی مجھ سے ہے۔ فرق صرف

شخص بنی نہیں ہو سکتا۔ غرض حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ سے

(ملقہ حاشیہ ص ۶۸) اس قدر ہے کہ میرے بعد پھر کوئی بنی نہیں ہوگا۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۶۱) اور علامہ سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے فقال لا ترفضی ان تكون منی بمنزلة هارون من موسى الا النبوة وانت خليفة ابي علي ثم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی مرتبہ حاصل رہے جو جناب ہارون کو حضرت موسیٰ سے حاصل تھا سو اس کے کہ تم کو نبوت نہیں ملے گی۔ اور میرے خلیفہ تم ہی رہو گے (تذکرہ خواص الامم ص ۱۲) اور علامہ علی شریعتی نے لکھا ہے قال رسول الله حين خلفني علي المدينة فقلت ان تكون خليفة حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میں تم کو اس لئے چھوڑ کر جاتا ہوں کہ تم ہی میرے خلیفہ رہو (کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰) اور امام حاکم نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا فان للمدينة لا تقلم الا بي اذ بعث ابي علي مدینه کی حالت یا میرے رہنے سے درست رہیگی یا تمہارے رہنے سے (کسی تیسرے کی حکومت صحیح نہیں) (مستدرک جلد ۱ ص ۱) ان خیالاتوں کے کلف سے نہیں ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو اپنے اہل و عیال پر خلیفہ مقرر کیا تھا خود حضرت علیؑ نے بوجھا کر کیا آپ مجھ کو لڑکوں اور عورتوں میں جھبکا جاتے ہیں۔ پس اگر حضرت نے آپ کو اپنے اہل و عیال کے لئے اپنا خلیفہ مقرر کیا ہوتا تو حضرت ضرور یہ جواب دیتے کہ ہاں میں تم کو اپنے لڑکوں اور عورتوں ہی کی مگرانی اور مخالفت کے لئے چھوڑے جاتا ہوں۔ لیکن کسی کتاب سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو بلکہ ارشاد کیا کہ تم اس سے کیا خوش نہیں ہوتے کہ جو مرتبہ جناب ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھا وہی تم کو مجھ سے حاصل رہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کی ازالۃ الخفاء کا آخری فقرہ کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو اس بحث پر پوری روشنی ڈال رہا ہے اور اس امر میں کوئی شبہ نہیں چھوڑتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا یہ محض اُس وقت یا صرف

نکلے اور مقام تبوک میں پہنچے۔ مگر یہاں معلوم ہوا کہ وہ خبر صحیح نہیں تھی۔ تاہم آنحضرت

(بقیہ حاشیہ ص ۶۹) غزوہ تبوک کے موقع ہی پر نہیں تھا بلکہ دائمی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہیں جائیں تو حضرت علیؑ ہی آپ کے خلیفہ ہوں (چنانچہ ہجرت کے موقع پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں حضرت علیؑ ہی کو اپنا خلیفہ معین فرمایا اور حکم دیا کہ حضرت کی جگہ سوئیں اور حضرت کے قرضوں اور امانتوں کو ادا کریں) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا آخری جملہ انہذا بنی بعدی (بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا) ہمارے اس دعوے کی پوری تائید کرتا ہے کہ اے علیؑ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو تم ہی نبی بھی ہوتے اور میرے خلیفہ بھی رہتے۔ جیسے حضرت ہارونؑ کو دووں مرتبہ (نبوت اور حضرت موسیٰؑ کی خلافت) ملے تھے۔ لہٰذا جو تکہ نبوت مجھ پر ختم ہو گئی ہے تو میرے بعد صرف میری خلافت کا درجہ نہیں حاصل رہیگا۔ غرض اگر آنحضرت کا مقصود صرف آپ کی زندگی میں جناب امیرؑ کا خلیفہ ہونا رہتا تو حضرت کا بنی بعدی نہیں فرماتے مگر حضرت خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیرؑ کو صرف اپنی زندگی میں نہیں بلکہ اپنے بعد کے لئے بھی اپنا خلیفہ مقرر فرمادیا تھا۔ اس وجہ سے اپنے بعد کی حالت واضح فرمائی کہ اے علیؑ تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو گے مگر میرے بعد نبی نہیں ہو گے اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ جناب ہارونؑ کو بھی حضرت موسیٰؑ کی خلافت آپ کے اہل و عیال میں نہیں بلکہ حضرت کی کلامتہ میں حاصل تھی۔ ارشاد باری ہے۔ قال موسیٰ لاخیه ہارون اخلفنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی جناب ہارونؑ سے فرمایا کہ میری امت میں تم میرے خلیفہ رہنا اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں سے نہ ہونا یاد رہے۔ ۹۔ سورہ اعراف آیت ۱۶۲۔ حدیث میں حضرت ہارونؑ مشتبہ بہ ہیں اور ان کو حضرت موسیٰؑ کی خلافت حضرت کی امت میں حاصل تھی تو حضرت علیؑ کو بھی جو مشتبہ ہیں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت حضرت کی امت ہی میں حاصل ہونی دونوں میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ شبہ کہ حضرت ہارونؑ تو حضرت موسیٰؑ کی زندگی ہی میں مر گئے۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد کی خلافت آپ کو ملی ہی نہیں۔ اسی طرح حضرت علیؑ

نے بیس دن تک وہاں قیام فرمایا۔ دومتہ الجندل میں جو دمشق سے پانچ منزل پر ہے ایک عزلی سردار جس کا نام اکیدر تھا قیصر کے زیر اثر رہتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

(بقیہ حاشیہ ۷) کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کی خلافت نہیں ملنی چاہئے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ خود قرآن مجید سے حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کی خلافت کا استحقاق علی الاطلاق بغیر کسی زمانہ کی تخصیص کے حاصل ہوا۔ لہذا اگر جناب ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے بعد زندہ رہتے تو یقیناً وہی خلیفہ ہوتے اور کوئی دوسرا شخص اس جگہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح آنحضرتؐ کا ارشاد حضرت علیؑ کی خلافت کے متعلق خلافت علیؑ علی الاطلاق ہے کہ آنحضرتؐ نے کسی زمانہ کی تخصیص اور تحدید نہیں کی۔ بلکہ غیر موقت فرائض تو بے شبہ آنحضرتؐ کے انتقال پر بھی حضرت علیؑ ہی خلیفہ رسولؐ تھے اور آپ کے رہتے کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا تھا۔ ہاں جس طرح حضرت موسیٰؑ کے سامنے جناب ہارونؑ انتقال کر گئے۔ اسی طرح اگر حضرت رسولؐ کے سامنے جناب میرؑ رحلت فرما جاتے تو البتہ دوسرا شخص آنحضرتؐ کا خلیفہ ہو سکتا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جب خدا نے جناب ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کا خلیفہ مقرر کر دیا تھا اور جناب ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں نہ انتقال کرتے بلکہ آپ کے بعد زندہ رہتے تو کیا آپ کے سوا کوئی شخص حضرت موسیٰؑ کا خلیفہ ہوتا اور اس کی خلافت صحیح سمجھی جاتی؟ غالباً ہر شخص اس کا جواب یہی دے گا کہ نہیں جناب ہارونؑ کے رہتے دوسرا شخص حضرت موسیٰؑ کا خلیفہ نہیں ہو سکتا تھا پس اسی طرح حضرت علیؑ کے رہتے حضرت رسولؐ کا خلیفہ بھی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔ مختصر یہ کہ جملہ کلابی بعدی واضح کرتا ہے کہ حضرت علیؑ کے جس مرتبہ کی خوش فہمی حضرت رسولؐ اسلعم دے رہے ہیں اس کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بعد و آزمانہ سے ہے (ورنہ یہ جملہ بے ضرورت ہو کر مہمل اور لغو کلام ہو جاتا جس سے حضرت رسولؐ اسلعم کی ذات کہیں ارفع و اعلى ہے) پس مطلب ہوا کہ اے علیؑ جس طرح حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ جناب ہارونؑ تھے اسی طرح میرے خلیفہ تم ہو اور میرے بعد بھی تم ہی میرے خلیفہ رہو گے مگر تم بنی نہیں ہو گے کیونکہ میرے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا

خالد کو چار سو کا جمعیت کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ خالد نے اسکو گرفتار کیا اور وہ آنحضرتؐ کے ساتھ مدینہ آیا۔ ان تمام واقعات میں بھی حضرت ابوبکرؓ کی کسی خدمت کا پتا نہیں مل سکا (تاریخ طبری جلد ۳ مکتبہ)

جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے مدینہ کی طرف واپس تشریف لارہے واقعہ عقبہ آتھے عقبہ ذی قنق کا واقعہ پیش آیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی پر پہنچے تو رات کا وقت تھا خوب اندھیری چھائی تھی حضرت نے حکم دیا کہ ایک منادی بکار کر کے ساتھیوں سے کہے کہ جبکہ حضرت رسولؐ اس گھاٹی سے نہ گزر جائیں کوئی شخص اس پر نہ جگ۔ اس اعلان کے بعد حضرت اونٹ پر سوار آگے بڑھے۔ ایک صحابی حذیفہ بن الیمان حضرت

(بقیہ حاشیہ ملے) گیا ہے اور روایت کا یہ جزو کہ ”لا ینعی ان اذہب کلاوات خلیفتی یہ مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو“ بھی عام ہے خواہ مدینہ سے جانا ہو یا دنیا سے جانا۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے مدینہ جانے کی کوئی خصوصیت کر نہیں کی۔ ان تمام وجوہات ماننا پڑیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی جب کبھی تم کو چھوڑ کر کہیں جاؤ گے تم ہی کو میرا خلیفہ ہونا ضروری ہے اس کے خلاف کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں کہیں جاؤں یا دنیا سے اٹھوں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے ان ارشادات کے خلاف کوئی بات نہیں فرمائی۔ اس وجہ سے یہ یقینی ہے کہ حضرت کا یہ قول بھی منسوخ نہیں سمجھا جاسکتا اور آنحضرتؐ کے بعد ان سب منصوصات کا تعلق ویسا ہی قائم رہا جیسا آنحضرتؐ کی زندگی میں تھا۔ بعض یورپین مورخین (مثلاً ایرونک) نے لکھا ہے کہ اس حدیث منزلت کا مطلب یہی تھا اور اکثروں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرتؐ نے طے کر لیا تھا کہ حضرت علیؓ ہی کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کریں۔ اس موقع کے متعلق یہ چند شعر بھی کہے گئے ہیں۔

کہ اے کردہ درکار دیں اہتمام
کہ نسبت زہارون بہ موٹے رسید
نبوت ز مردم شود چینی
(حبیب السیر)

عشلی را چنیب گفت خیر الا نام
ثرا از من آں منزلت شد پدید
مگر آں کہ نبود پس از من بنی

کے اونٹ کی ہار پکڑے ہوئے تھے۔ حذیفہ کا بیان ہے کہ اس اثنا میں بجلی چلی تو اسکی روشنی میں ۱۲ یا ۱۴ اسوار کہیں نے دیکھا کہ آنحضرت کی سواری کی طرف بڑھے اور چاہا کہ حضرت پر حملہ کر کے آپ کو ہلاک کر دیں۔ یہ کل منافقین صحابہ سے تھے مگر خدا نے جناب جبریل کو بھیجا کہ آنحضرت صلعم کو ان دشمنوں کے ارادہ سے مطلع کر دیا اور حضرت ان کے شر سے محفوظ رہے (تاریخ پنجویں جلد ۲ ص ۱۱۱ وغیرہ) لہ افسوس مورخین نے

لہ حضرت رسول خدا صلعم نے ان منافقین کے نام حذیفہ کو بتا دیئے تھے مگر تاکید کر دی تھی کہ ان کو پوشیدہ رکھنا اور ان صحابہ کو فضیلت نہ کرنا لیکن معلوم نہیں کیوں حضرت عمر کو اسکی خاص فکر ہوئی کہ ان لوگوں کے نام معلوم کرے۔ آپ کو خوف ہوا کہ حضرت رسول خدا صلعم نے شاید مجھ کو بھی انہیں لوگوں میں نہ سمجھا ہو جو حضرت کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے چند گاہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ می آمد و اور اسوگند می داد کہ در آن زمان کہ آن سرور ذکر منافقان می کرد عمر را در اں میان ذکر کرد و کئی مرتبہ حضرت عمر جناب حذیفہ کے پاس آتے اور پوچھتے رہے کہ اُس زمانہ میں رسول خدا صلعم نے جن منافقوں کا ذکر کیا تھا انہیں کیا عمر کا نام بھی لیا تھا؟ (معارج النبوة رکن ۴ ص ۳۲ وغیرہ) مگر حذیفہ برابر ملتے رہتے تھے۔ آخر حضرت عمر کو خود ہی اس بات کا اقرار کرنا پڑا علامہ ذہبی لکھتے ہیں: من روايته قول عمر باحذيفة بالله انا من المنافقين زید بن وهب جو تابعین کے سب سے جلیل الشان لوگوں اور ان کے مومند علیہ حضرات میں ہیں روایت کرتے تھے کہ حضرت عمر نے خود فرمایا اے حذیفہ خدا کی قسم میں بھی منافقین سے ہوں (میزان الاعتدال ترجمہ زید بن وهب مطبوعہ لکھنؤ جلد ۱ ص ۳۲۶) حضرت ممدوح کا اس قسم کا قول متعدد کتابوں میں ملتا ہے۔ ایک اور موقع کی حالت ممدوح خود اس طرح بیان کرتے تھے: عن عمر بن الخطاب قال نصب رسول الله عليا علما فقال من كنت مولا فاعلى مولا اللهم وال من ولاه وعاد من عاداه واخذل من خذله وانص من نصره اللهم انت شهيدى عليهم۔ قال وكان في جنبى شاب حسن الوجه طيب الريح فقال لي عمر لقد عقد رسول الله عقد الايمه الا منافق فاحذروا ان تحلوه

ان لوگوں کا نام درج نہیں کیا جن کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ مگر یہ یقینی ہے کہ وہ

(بقیہ حاشیہ ص ۷۳) قال عمر فقلت یا رسول اللہ! نکتہ حیث قلت فی علی کان فی جنبی شاب حسن الوجه طیب الريح قال نعم یا عمر انه لیس من ولد آدم لکنہ جبائیل اراہ ان یؤکد علیکم ما قلتہ فی علی۔ حضرت عمر بن الخطاب بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بطور امام و پیشوا مقرر کر کے اعلان کر دیا کہ جس کا میں مولا تھا اب اس کے مولا علی ہیں۔ اے خدا جو ان کو اپنا مولا سمجھے اس کو تو دوست رکھ اور جو ان دشمنی کرے تو اس کو دشمن رکھ جو ان کو چھوڑے اس کو تو بھی چھوڑ دے اور جو انکی مدد کرے اسکی تو بھی مدد کر۔ اے اللہ اس بات میں تو میرا ان لوگوں پر گواہ رہنا۔ حضرت عمر کہتے تھے کہ اس وقت میرے بغل میں ایک خوبصورت اور خوشبودار جوان تھا۔ مجھ سے کہا اے عمر حضرت رسول خداؐ نے اکیلا تیری گروہ باندھ دی ہے جس کو وہی شخص کھول دیکھا جو منافق ہو گا۔ تم ڈرو کہ کہیں تم ہی اس خلافت کی گروہ کھولنے کا بار نہ اٹھاؤ۔ حضرت عمر کہتے تھے کہ یسئیر میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے خدا کے رسول جب آپ علیؓ کے بارے میں وہ حکم دے رہے تھے تو میرے بغل میں ایک جوان خوبصورت عمدہ خوشبودار تھا۔ حضرت نے فرمایا ہاں اے عمر (مجھے بھی معلوم ہو گیا) لیکن وہ آدمی نہیں بلکہ جناب جبرائیلؑ تھے انھوں نے چاہا کہ میں نے علیؓ کی خلافت کے بارے میں جو کہا ہے اس کے متعلق تم پر تاکید کر دیں (مودۃ القرنی سید علی ہمدانی مطبوعہ بمبئی ص ۱۶) اور جناب محقق دہلوی شیخ عبدالحق صاحب اپنی قابل قدر کتاب میں لکھتے ہیں قبل تحدیثہ کیف عرفتم امر المناقبین علم لیرفہ ابو بکر ولا عمر۔ قال ابی کنت اسیر خلف رسول اللہؐ فنام علیؓ را حلتہ فسمعت اناسا منهم یقولون لو طر حنا عن را حلتہ فاند فقت عنقه فاسترحنا منه فسرت بینہم فبینہم وجعلت ارض صوتی فانتبه فقال من هذا قلت حدیثہ۔ قال من اولئک قلت فلان وفلان حتی عللہ اسمائہم۔ ہم منافقون لا یتخبرون احدا بوجاہ عن نافع بن جبیر قال لم یخبر رسول اللہؐ باسماء المناقبین الذین صحبوا بہ لیلۃ

منافقین و منافقین جو آنحضرت صلیم کے ساتھ ہر غزوہ میں جاتے تھے لیکن نہ جہاد کرتے نہ کسی کافر کو قتل کرتے نہ رکتے بلکہ آرام سے بیٹھے رہتے تھے۔

غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت مسجد ضرار کے ڈھوانے کا واقعہ پیش مسجد ضرار کا ہم آ آیا۔ ایک شخص ابو عامر نے مدینہ کے منافقین کو آماہ کیا کہ مسجد قبا کے مقابلہ میں ایک مسجد بناؤ کہ ہم لوگ اپنے املا اس میں انجام دیں۔ ان لوگوں نے ایک بہت مضبوط مسجد تیار کر لی۔ جب حضرت غزوہ تبوک کے لئے جانے لگے تو ان منافقوں نے دھوکے کے طور پر عرض کی کہ آپ اس نئی مسجد میں نماز پڑھا دیں تو یہ قبول ہو جائے حضرت نے فرمایا اس وقت تو میں لوگ ہم پر جلاہا ہوں جب حضرت واپس ہوئے تو ان منافقین نے پھر درخواست کی کہ اپنے وعدہ کے مطابق اس مسجد میں ایک غزوہ نماز پڑھ لیجئے۔ اسی وقت جناب جبریل یہ آیت لائے والذین اتخذوا مسجدا ضلما۔ اس پر آنحضرت صلیم

(بقیہ ما شیء ص ۷۶) العقبة غیر حدیفہ۔ لوگوں نے حدیفہ پوچھا کہ تم کو منافقین کا حال کیسے معلوم ہو گیا؟ حالانکہ ابو بکر و عمر کو نہیں معلوم ہوا۔ انھوں نے کہا شب عقبہ میں رسول کی سواری کے پیچھے چلتا تھا اور حضرت کو نیند آگئی تھی تو میں نے سنا کہ کچھ صحابہ کہتے ہیں آؤ ہم لوگ رسول کو اونٹ سے گرا دیں کہ انکی گردن ٹوٹ جائے اور ہم لوگوں کو ان کے ہاتھ سے نجات ملے۔ یہ سنکر میں ان کے درمیان پہنچ گیا اور زور زور سے باتیں کرنے لگا جس پر حضرت بیدار ہو گئے۔ پوچھا کون! میں نے عرض کی حدیفہ۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ میں نے سب کے نام بتائے۔ حضرت نے فرمایا یہ سب منافق ہیں مگر تم کسی کو ان کے نام نہ بتانا۔ اور نافع کہتے تھے کہ رسول صلیم نے حدیفہ کے سوا اور کسی صحابی کو ان منافقین کے نام نہیں بتائے جنھوں نے شب عقبہ میں حضرت کو ہلاک کرنا چاہا تھا۔ کان عمر یسأل حدیفہ عن حدیث العقبة ویسألہ عن علامات النفاق هل یسأل فیہ شیئا منھا حضرت عمر بن الخطاب نے حدیفہ سے حدیث کی حدیث پوچھا کرتے اور یہ بھی پوچھتے کہ اے حدیفہ تم نے بھی تم نفاق کی کوئی علامت یاد ہو؟ اس سوال پر حدیفہ نے فرمایا کہ میں نے یہ علامت یاد کی ہے کہ حدیفہ سے اس قدر اسرار کہتے کہ یہ بھی انھوں نے یہ نہیں کہا کہ اے رسول خدا صلیم نے منافقین میں سے ایک نام نہیں لیا تھا اور آپ میں منافقین کی علامت بھی نہیں ہے ۱۲

مالک اور معن بن عدی کو بھیجا ان دونوں نے جا کر اس مسجد خرابہ کر دیا اور وہ جگہ برباد کر دی گئی۔ اس خدمت میں بھی حضرت ابو بکر کی کسی شرکت کا پتا نہیں ملا (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۸۷)۔

وادئ الرتل ایک شخص نے حضرت رسول خدا ص سے آکر عرض کی کہ وادی الرتل میں کچھ لوگ کٹھے ہوئے ہیں جو مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت نے اصحاب سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ اصحاب صفہ سے ایک جماعت طیار ہوئی کہ ہم جا کر ان کا تذکرہ کریں۔ آنحضرت نے منظور فرمایا حضرت ابو بکر کو علم ملا اور لشکر کی سرداری عنایت ہوئی آپ اس فوج کے ساتھ دشمنوں کی طرف گئے۔ وہ سب ایک وادی میں تھے حضرت ابو بکر نے ان کے قریب پہنچ کر چاہا کہ وادی کے اندر پہنچ جائیں اور ان پر قبضہ کر لیں مگر عین دفعہ باہر نکل پڑے اور اس زور کی جنگ شروع کر دی کہ حضرت ابو بکر کو سخت شکست ہوئی بہت سے مسلمان مار گئے اور باقی لوگ بھاگ کر مدینہ واپس آ گئے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو علم دیکر اور فوج کا سردار بنا کر بھیجا جب مدوح اس وادی کے قریب پہنچے تو دشمنوں نے گدین گاہ سے نکل کر مسلمانوں پر زور کا حملہ کیا۔ اہل سلام کسی طرح مقابلہ نہ کر سکے اور پھر سب شکست کھا کر مدینہ واپس آئے۔ اس کے بعد عمرو عاص نے غزائیں کی کہ حضور مجھے حکم ہو کہ جا کر مکہ و فریب سے ان کا کام تمام کر دوں۔ آنحضرت راضی ہو گئے اور مسلمانوں کو اس کے ماتحت کر کے پھر وادی الرتل کی طرف روانہ کر دیا۔ یہ سب گئے لڑائی ہوئی مگر حضرت اول و دوم کی طرح یہ بھی شکست کھا کر واپس آئے۔ اس دفعہ بھی کئی مسلمان مارے گئے۔ جب اس طرح کئی روز تک مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ اہل اسلام کا معاملہ نازک اور دشمنوں کا دل قوی ہو گیا تو آنحضرت کو ترہقہ ہوا۔ آنحضرت نے جناب امیر کو علم عنایت فرما کر اور مسلمانوں کو آپ کے ساتھ کر کے روانہ کیا پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کہ حضرت کے لئے دعا کی اور مسجد احزاب تک خست کرنے کو تشریف لے گئے اس دفعہ حضرت ابو بکر و عمرو عاص بھی جناب امیر کے ماتحت بھیجے گئے اور ان سب کو حکم دیا گیا کہ سب علی کی اطاعت کریں جناب امیر نئی راہ سے روانہ ہوئے اور جب وادی الرتل قریب آیا

۱۵ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ پھر سریہ ذات السلاسل ہے جو شہر ہجری میں ہوا تھا اور جس کا ذکر صفحہ ۵۵ میں ہو چکا ۱۲

تب اُس طرف مڑ گئے۔ حضرت نے کمال احتیاط برتنی کہ دشمن کسی طرح قابو سے باہر ہو جائے رات بھر چلتے اور صبح ہوتے ہی کسی مقام پر آرام کرنے کے لئے ٹھہر جاتے تھے۔ جب دشمنوں کے قریب پہنچ گئے تو حکم دیا کہ فوج بہت آہستہ آہستہ چلے اور خود آگے بڑھے ان مذاہیر سے عمرو عاص کو انداز مل گیا کہ اس دفعہ ضرور مسلمانوں کی فتح ہوگی اور حضرت علیؓ کامیاب ہو کر واپس ہونگے جس سے ہم لوگوں کی اور ذلت ہوگی اس وجہ سے حضرت ابو بکرؓ عمر کو بہکانے لگا کہ اس راہ میں بڑے بڑے خطرے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ وادی کے اوپر سے دشمنوں پر رات کے وقت حملہ کر دیں۔ اس کا جادو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ پر چلی گیا اور ان لوگوں نے کہا کہ ہاں تمہاری رائے درست ہے۔ پھر دونوں صاحبوں نے حضرت علیؓ سے اس تجویز کو پیش کر کے کہا کہ اس کے مطابق جنگ کیجائے۔ مگر جناب میٹر اس چالاکی کو سمجھ گئے اور انکار کر دیا۔ تب عمرو عاص نے فوج والوں کو بھڑکانا چاہا اور کہا کہ تم لوگ اپنی جان کیوں ہلاکت میں ڈالو۔ وادی کے اوپر سے چلو کہ وہ محفوظ راہ ہے مگر لشکر نے جواب دیا کہ حضرت رسول خداؐ نے ہم لوگوں کو حضرت علیؓ کی اطاعت کا حکم دیا ہے ہم اس کے خلاف کیونکر کریں۔ غرض جناب میٹر نے جو راہ اختیار کی تھی اسی پر چلے جاتے تھے یہاں تک کہ صبح ہوتے دشمنوں کے سر پر پہنچ گئے اور ان کو ہر طرح زیر کر دیا۔ سب شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اور جناب میٹر فتوح کی خوشخبری لیکر واپس ہوئے۔ جب آنحضرتؐ کو آپ کے تشریف لانے کی خبر ملی تو آپ کے استقبال کے لئے تشریف لیٹے جب جناب میٹر نے حضرتؐ کو دیکھا تو سواری سے اتر پڑے مگر آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؓ سوار ہو کہ خدا اور اس کے رسولؐ تم سے راضی ہیں۔ جناب میٹر اس ارشاد پر مد خوشی کے رونے لگے۔ اس موقع پر بعض مؤرخین نے یہ اشعار لکھے ہیں ۷

چنین گفت آں روز خیر الانام	کہ اندیشہ دارم ز بعضی ہمام
وگر نہ حدیثی ز قد علی	ہمئی گفتم از غایت یک دلی
کہ ہر کہ کردے ز امت گزر	نہادے بجائے قد ہاشم سر
ز خلک قد ہاشم برداشتنے	ازاں آبروے و گرداشتنے

وہاں بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ بعد غزوہ تبوک میں مدی کر بنے میں فساد کیا۔

اسکی خبر آنحضرت صلعم کو ہوئی تو جناب میر المومنین کی ماتحتی میں ایک فوج اسکی سرکوبی کے لئے مین کی طرف بھیج دی اور خالد بن ولید کو ایک لشکر کے ساتھ اعراب معنی پر روانہ کیا اور فرمایا کہ جبے لوں لشکر کیجا ہوں تو دو دنوں کے سردار حضرت علیؑ بھی رہیں حضرت علیؑ نے اپنی فوج کا ہر اول خالد بن سعید بن عاص کو اور خالد بن ولید نے اپنی فوج کا ہر اول ابو موسیٰ اشعری کو مقرر کیا۔ آگے بڑھنے پر وہ لوگ جن کے لئے خالد بھیجے گئے تھے دو فرقے ہو گئے۔ ایک مین کی طرف چلا گیا اور دوسرا بنو زبید سے مل گیا۔ حضرت علیؑ کو یہ بات معلوم ہوئی تو خالد کو پیغام بھیجا کہ جہاں تک پہنچے ہو وہیں ٹھہرے رہو مگر وہ نہ آیا تو آپ نے خالد بن سعید کو حکم دیا کہ خالد کی طرف بڑھو۔ خالد بن سعید ادھر بڑھے لیکن میں حضرت علیؑ بھی آگئے اور خالد کو نافرمانی پر ملامت کی پھر عمر بن سعدی کرب کی طرف حملہ آور ہوئے۔ عمر و جناب میٹر کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا بھاگ کھڑا ہوا۔ تب جناب میر نے خالد بن سعید کو صدقات وصول کرنے کے لئے وہاں مقرر کر دیا اور خود مدینہ واپس آئے۔ اس موقع پر بھی حضرت رسول خدا صلعم نے جناب میٹر کے بارے میں فرمایا اے منی و انا منہ (روقتہ الاحباب حبیب السیر وغیرہ) اس واقعہ میں بھی حضرت ابو بکر کی کسی خدمت کا پتا نہیں مل سکا۔

سلسلہ ہجری میں حضرت رسول خدا صلعم نے جناب میٹر کو ملک مین بھیجا آپ نے جناب میٹر کے پہلے آنحضرتؐ نے خالد بن ولید کو وہاں روانہ کیا تھا کہ اہل مین کو اسلام کی طرف بلائیں۔ وہ گئے بہت کوشش کی مگر کچھ بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ مومنین نے تقریب کر دی ہے اقام علیہ ستہ اشہر لایجبونہ اسے شئی۔ خالد بن مین چھ مہینہ تک رہے اور وہاں والوں کو اسلام کی طرف بلائے رہے مگر کسی نے کچھ بھی نہیں سنا۔ آنحضرتؐ صلعم نے حضرت علیؑ کو بھیجا اور حکم دیا کہ خالد اور اس کے ساتھیوں سے جسکو چاہیں معزول کر دیں۔ جناب میر المومنین نے وہاں پہونچ کر اہل مین کو آنحضرتؐ کا نام سنایا فاسلمت ہمدان کلہا فی یوم واحد فکتب بذلک اے رسول اللہ قتال السلام علی ہمدان شمر تابع اہل العین علی الاسلام وکتب بذلک اے رسول اللہ فبعد شکر اللہ تعالیٰ جس وقت جناب میٹر نے آنحضرتؐ کا خط پڑھا تو

والوں کو سنایا (اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دی) تو (یہ اثر ہوا کہ) ایک بنی من
 میں پورا قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا۔ جناب میثرنے اس کامیابی کی خوش خبری جناب رسول
 صلعم کو لکھ بھیجی۔ حضرت کو بھی اس سے اتنی مسرت ہوئی کہ فرمایا قبیلہ ہمدان پر سلام
 ہو۔ اس کے بعد اہل یمن بے دریغ اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ حضرت علیؑ نے
 آنحضرت صلعم کو اس بات کی خبر بھی لکھ بھیجی۔ جب آنحضرت نے یہ سنا تو ارے خوشی کے
 درگاہ ایزدی میں سجدہ شکر ادا کیا اور بار بار فرمایا۔ السلام علی ہمدان السلام علی
 ہمدان قبیلہ ہمدان پر سلام ہو۔ قبیلہ ہمدان پر سلام ہو۔ اس وقت بھی حضرت ابو بکر
 کی کسی خدمت کا پتا نہیں ملا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ قال کعب الاحبار لما قدم علی
 الیمن لقیته قلت له اخبرنی عن صفة رسول الله فجعل یخبرنی عنہا وجمعت
 اتبسم۔ فقال لی تم تبسم۔ قلت مما یوافق ما عندنا فی صفته۔ وقلت ما یجمل
 وما یحرم۔ فاخبرنی۔ قلت هو عندنا کما وصفت وصدقت برسول الله هو
 وامنتم به ودعوت من قبلنا من الاحبار واکخرجت الیہم سفرا قلت هذا
 همان ابی یغمہ علی ویقول لا تفقدہ حتی تسمع بنی یحزج بیغروب قال فاقمت
 علی اسلامی بالیمن۔ کعب الاحبار بیان کرتے تھے کہ جب حضرت علیؑ یمن میں تشریف
 لائے تو میں حضرت سے ملا اور عرض کی کہ آپ محمد سے رسول اللہؐ کی صفت بیان کریں
 حضرت علیؑ بیان کرتے جاتے اور میں مسکراتا جاتا تھا۔ اس پر حضرت نے پوچھا کہ کس
 بات پر تم تبسم کرتے ہو۔ میں نے کہا یہ دیکھ کر کہ آپ جو کچھ بیان کرتے ہیں یہ سب ان اوصاف
 کے مطابق ہے جو ہمارے کتابوں میں حضرت کے متعلق لکھے ہوئے ہیں۔ پھر میں نے
 پوچھا حلال بائیں کیا ہیں اور حرام کیا ہیں۔ حضرت علیؑ نے یہ سب بھی اچھی طرح بیان کر دیا
 میں نے کہا یہ سب بھی بالکل اس کے مطابق ہیں جو ہماری کتابوں میں ہیں۔ اس کے بعد
 میں نے حضرت رسولؐ کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا۔ پھر میرے ملنے والے
 جو علماء یہود تھے۔ ان سب کو اسلام کی طرف بلایا اور ایک کتاب نکال کر انکو دکھائی
 اور کہا کہ میرے والد نے یہ کتاب میرے لیے دی تھی اور کہا تھا کہ اس کو کبھی نہ کھولنا
 اب جب تمنا کہ مر رہے ہیں کوئی نئی آئے ہیں تب اس کو کھول کر اس پر عمل کرنا۔ غرض میں

مسلمان ہو کر یمن ہی میں رہا یہاں تک کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تا رات پانچ (پانچ جلد ۲ ملا ۱) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کل غزوات و سرایا کے حالات کا بیان کرنا طوالت کا باعث ہو گا جو مشہور اور مہتمم بالشان تھے ان کا مختصر ذکر کیا گیا۔ مگر افسوس سنوت ابوبکر کا کوئی قابل فخر کام کسی غزوہ یا سریہ میں نہیں مل سکا۔ اکثر میں تو آپ کے شریک ہونے بہ عافیت موجود رہتے اور بسلامتی واپس تشریف لانے کے سوا کوئی خدمت ملتی ہی نہیں ہے اور بعض دفعہ آپ کو جہاد کا موقع دیا گیا تو حکم قضا و قدر سے آپ کو کامیابی نہ ہو سکی۔

فیضائل جہاد و مجاہدین

چونکہ مذہب اسلام اور اس کے قبول کرنے والوں کے مخالف مشرکین و یہود و نصاریٰ عرب سب ہی تھے اور وہ اس دین کے مٹانے کی پوری کوشش کرتے رہتے تھے اس وجہ سے اس کی حفاظت نہایت ضروری تھی۔ اسی سبب سے خدا نے ہر مسلمان پر جہاد کرنا (یعنی دشمنوں کے حلوں کو روک کر اسلام و مسلمین کو بچانا) واجب اور اس فریضہ کو بھی مثل نماز و زکوٰۃ کے اہم قرار دیا اس لئے کہ اگر مسلمان اپنے دشمنوں سے جہاد نہ کرتے تو نہ وہ دنیا میں ہو سکتے نہ اسلام باقی رہتا۔ چنانچہ قرآن مجید میں بار بار فرمایا ہے کہ تم لوگ جہاد کرو۔ لڑو۔ قتال کرو۔ ارشاد باری ہے۔ کَتَبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالَ وَ هُوَ کَرَّہٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُجِیْدِیْنَ لَکُمُ الْجَزَاءُ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ الشَّيْءَ وَ لَکُمُ الشَّيْءُ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ الشَّيْءَ وَ لَکُمُ الشَّيْءُ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ الشَّيْءَ وَ لَکُمُ الشَّيْءُ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ الشَّيْءَ

فرض کیا گیا۔ اگرچہ یہ تم پر شاق ہوتا ہے اور عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور خدا تو جانتا ہی ہے مگر تم نہیں جانتے (پہلے رکوع ۱۰) وَ قَاتِلُوا فِی سَبِيلِ اللّٰهِ وَ اَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اے مسلمانو! خدا کی راہ میں جہاد کرو اور جان رکھو کہ خدا ضرور سب کچھ جانتا اور جانتا ہے (پہلے رکوع ۱۶) فَلَقَاتِلُوْهُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَعَلَّکُمْ تَنْصَرُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ یَا اَحْمَدُ وَ مَنْ یُقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَمُتَ قَتْلًا اَوْ یَغْلِبُ فَسَوْفَ نُوْتِّیْہِ اَمْۤ اَجْرًا عَظِیْمًا لِّمَنْ جُوْدٌ وَ دِیْنًا زَکٰی (جہان نمک) آخرت کے واسطے دے دے گا

موجود ہیں ان کو خدا کی راہ میں جہاد کرنا چاہئے۔ اور جس نے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ پھر شہید ہوا تو۔ یا غالب آیا تو (دونوں حالتوں میں) ہم عنقریب ہی اس کو بڑا اجر عطا فرمائیں گے۔ مَا لَكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الْآيَةُ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد نہیں کرتے ہو (پ ع ۷) فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تَكُفَّ إِلَّا نَفْسُكَ وَحَرَامٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ عَمَّسَ اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا خدا کی راہ میں جہاد کرو اور تم اپنی ذات کے سوا اور کسی کے ذمہ دار نہیں ہو اور ایمانداروں کو جہاد کی ترغیب عنقریب خدا کافروں کی ہیبت روک لیگا اور خدا کی ہیبت سب سے زیادہ ہے اور اس کی سزا بہت سخت ہے (پ ع ۸) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اے ایمان والو خدا سے ڈرتے رہو اور اس کے تقرب کے ذریعہ کی جستجو میں رہو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ (پ ع ۹) وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً الْآيَةُ اور شرکین جس طرح تم سے سب کے سب ملکر لڑتے ہیں تم بھی اسی طرح سب کے سب مل کر اُن سے لڑو (پ ع ۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً۔ اے ایمان والو کفار سے جو لوگ تمہارے قریب کے ہیں اُن سے لڑو اور اس طرح لڑو کہ وہ لوگ تم کو اپنے لئے سخت پائیں (پ ع ۱۵) وَ جَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادٍ اور جو حق جہاد کرنے کا ہے ویسا ہی جہاد خدا کی راہ میں کرتے رہو (پ ع ۱۷) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا قُتِلُوا وَافْقَرُوا الْآيَةُ قَاتِلُوا حَتَّى إِذَا أَخَذْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْأُوثَاقَ فَأَمَّا مَنْ بَعْدُ وَإِنَّمَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْغُلَامِ أَوْ زَنَاءٌ مِمَّا لَكُمْ بِهِمْ أَوْ حُرٌّ مِمَّا لَكُمْ بِهِمْ أَوْ حُرٌّ مِمَّا لَكُمْ بِهِمْ أَوْ حُرٌّ مِمَّا لَكُمْ بِهِمْ أَوْ حُرٌّ مِمَّا لَكُمْ بِهِمْ أَوْ حُرٌّ مِمَّا لَكُمْ بِهِمْ

اعدھا اللہ للمجاہدین فی سبیل اللہ۔ بہشت میں سو رہے ہیں جو خدا نے ان لوگوں کے لئے ہیا کر رکھے ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں (صحیح بخاری ص ۷۹) مثلاً المجاہد فی سبیل اللہ کمثل الصائم القائم القانت بآیات اللہ لا یفتر من صیام ولا صلوة حتی یرجع المجاہد فی سبیل اللہ جو شخص خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہے اسکی مثال اس شخص کی ہے جو روزہ رکھنے والا شب بھر عبادت خدا کرتا اور برابر آیات خدا کی تلاوت کرنے والا ہو جو اپنے روزوں اور نمازوں سے نہیں ٹھکتا یہاں تک کہ جہاد کرنے والا لڑ کر اپنی جگہ واپس آجائے (مشکوٰۃ شریف جلد ۵ ص ۶۹)

قال رسول اللہ من مات ولم یغزو لم یجد ثبہ لنفسہ مات علی شعبۃ من نفاق جو شخص اس طرح دنیا سے اٹھے کہ اس نے جہاد نہیں کیا ہو نہ اس کا خیال کیا ہو وہ ایک طرح منافق مرچکا (مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۷۰) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا افضل عمل کیا ہے تو حضرت نے فرمایا ایمان لاشک فیہ وجہاد لا غول فیہ وجہۃ مبرورہ وہ ایمان جس میں کبھی شک پیدا ہو اور وہ جہاد جس میں کسی قسم کی خیانت نہ ہو اور صحیح مقبول

(مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۷۰) قال رسول اللہ ان ابواب الجنۃ تحت ظلال لسیوف حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً بہشت کے دروازے تلواروں کے سایہ میں ہیں (ص ۷۱) اسکو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی متعدد حدیثوں میں واضح کر دیا ہے کہ لوگ جہاد کے لئے جائیں گی نیت اگر واقف لڑنا اور دشمنوں سے اسلام اور مسلمین کی حفاظت کرنا ہوگی تب وہ مجاہدین کا ثواب حاصل کریں گے لیکن اگر وہ اور کسی غرض سے شریک ہوئے ہیں تو وہ اس اجر سے محروم رکھے جائیں گے۔ چنانچہ صاف مرقوم ہے ان ساجد قال یا رسول اللہ جب

یرید المجاہد فی سبیل اللہ دھو یتغی عن من آمن عرض الدنیا فقال النبی لا اجر لہ۔ ایک شخص نے عرض کی کہ اے رسول خدا ایک شخص خدا کی راہ میں جہاد کے لئے جانا چاہتا ہے مگر اسکی غرض دنیا کے مال و اسباب سے کچھ حاصل کرنا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا اس کو آخرت کا کوئی اجر نہیں مل سکتا ہے (مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۷۱) اس سے واضح ہو کہ اس زمانہ میں ایسے لوگ بھی تھے جو جہادوں میں آنحضرت کے ساتھ جاتے تو تھے مگر نہ لڑتے تھے نہ کسی کو قتل کرتے تھے۔ بلکہ اس انتظار میں رہتے تھے کہ مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آئے

تو ہم بھی حصہ لینے کو حاضر خدمت رہیں۔ وہی حدیث مذکور بالا کے مصداق ہیں۔

پہلے فصل

جناب سیدۃ شادی کی تمنا اور اس کا نتیجہ

سہ ہجری میں جناب سیدۃ کی شادی حضرت عائشہ کے ساتھ حکم خدا ہوئی مگر اس سے پہلے حضرت ابو بکر و عمر نے اسکی تمنا کی محمد بن و موثر بن نے لکھا ہے :- جاء ابو بکر الی النبی فقعد بین ید یہ فقال یا ہ رسول اللہ قد علمت مناصحتی وقد می فی الا سلام وانی وانی قال وماذا قال تنہ وجنی فاطمة فسکت عنہ او قال اعرض عنہ فرجع ابو بکر ا عمر فقال هلکت واهلکت قال وماذا قال خطبت فاطمة الی النبی فاعرض عنی۔ قال مکانک حتی آتی النبی فاطمة بل الذی طلبت۔ فاتے عمر النبی فقعد بین ید یہ فقال یا رسول اللہ قد علمت مناصحتی وقد می فی الا سلام وانی وانی قال وماذا قال تنہ وجنی فاطمة فاعرض عنہ فرجع عمر الی بکر۔ حضرت ابو بکر جناب رسول کے پاس مقابل بیٹھ گئے اور کہا اے رسول خدا آپ میری خیر خواہی اور اسلام کی حالت سے واقف ہیں اور میں ایسا اور میں ویسا حضرت نے پوچھا تو پھر کہا یہی کہ فاطمہ کی شادی مجھ سے کر دیجئے۔ اس پر حضرت بالکل خاموش ہو گئے یا انکی طرف سے منہ پھیر لیا یہ (غیظ و غضب) دیکھ کر حضرت ابو بکر حضرت عمر کے پاس گئے اور کہا میں ہلاک ہو گیا۔ میں ہلاک کر ڈالا گیا۔ حضرت عمر نے پوچھا کیوں کیا ہوا؟ کہا میں نے فاطمہ سے شادی کا پیغام دیا تو آنحضرت نے میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ حضرت عمر نے کہا اچھا آپ ٹھہریے میں خود رسول کے پاس جاتا ہوں اور یہی درخواست اپنے لئے کرتا ہوں۔ عرض حضرت عمر جناب رسول خدا صلعم کے پاس پہنچے اور رورور رو بیٹھ گئے پھر کہا اے رسول خدا آپ میری خیر خواہی اور اسلام کی حالت سے باخبر ہیں اور میں ایسا اور میں ویسا حضرت نے پوچھا تو پھر کہا یہ کہ فاطمہ کی شادی آپ مجھ سے کر دیں۔ اس پر بھی حضرت (کو اتنا غصہ اور جھج ہو ا کہ آپ نے انکی طرف سے بھی منہ پھیر لیا۔ تب حضرت عمر حضرت ابو بکر کے پاس واپس آئے لے حضرت

نے صرف منہ ہی نہیں پھیر لیا بلکہ صاف انکار بھی کیا۔ علامہ ابن اثیر جزیری نے لکھا ہے کہ خطب ابوبکر یعنی فاطمہؓ کے رسول اللہؐ فاطمہؓ کے رسول اللہؐ فقال عمر انت لھا یا علی حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہؓ سے شادی کرنے کی درخواست حضرت رسولؐ کی خدمت میں پیش کی تو حضرت نے بالکل انکار کر دیا۔ تب حضرت عمرؓ نے کہا اے علیؓ فاطمہؓ کے لئے تم ہی ہو حضرت ابوبکر و عمرؓ کی درخواست پر تو حضرت نے ان کا جواب نہ دیا یا دیا تو انکار میں اور انتہائے غصہ میں منہ بھی پھیر لیا لیکن حضرت علیؓ نے آنحضرتؐ سے درخواست کرتے ہیں یہ پیغام بھیجتے ہیں اور خود خدا اور رسولؐ کی طرف سے آپ کو پیغام دیا جاتا ہے اور آپ قبول کرتے ہیں۔

محدثین نے تصریح کی ہے کہ عن انس بن مالک قال کنت عند النبیؐ فغشیہ الوحی فلما افاق قال تدرسی ما جاء بہ جبریل۔ قلت اللہ ورسولہ اعلم۔ قال امرنی ان انا مع فاطمة من علی فانطلق فادع علی ابابکر و عمر و عثمان وعلی وطلحة و انتر یرو بعد تامن الانصار انس بن مالک صحابی کہتے تھے کہ میں حضرت رسولؐ کے پاس تھا اتنے میں حضرت پر وحی نازل ہونے لگی جب حضرت اس سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا جاتے ہو ابھی کیا وحی اُتری ہے؟ انس نے کہا نہیں۔ فرمایا خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہؓ کی شادی علیؓ سے کروں۔ تم جا کر ابوبکر و عمر و عثمان و علیؓ و طلحہ و زبیر اور چند انصار کو بلا لاؤ۔ فلما قبل علی قال له یا علی ان اللہ امرنی ان انا و جئت فاطمة وقد زوجتکما علی اربعة مائة مثقال فضة ارضیت۔ قال رضیت یا رسول اللہ۔ قال شمر قام علی فخر ساجدا شکرا۔ قال النبیؐ جعل اللہ منکما الکثیر الطیب وبارک اللہ فیكما قال انس فواللہ لقد اخرج منہما الکثیر الطیب۔ جب آنحضرتؐ صلعم کے طلب کرنے پر حضرت علیؓ آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؓ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہؓ کی شادی تمہارے ساتھ کروں۔ اس وجہ سے میں انھیں تمہارے نکاح میں دیتا ہوں۔ تم کو بھی منظور ہے حضرت علیؓ نے عرض کی ہاں یا حضرتؐ مجھے منظور ہے۔ پھر حضرت علیؓ اپنی جگہ سے اٹھے اور سجدہ میں گر کر شکر خدا بجالائے۔ اور حضرت رسولؐ نے دعائیہ کلمات دو دنوں سے پاکیزہ نسل کثیر تعداد میں پیدا کرے۔ انس کہتے تھے کہ خدا کی قسم خدا نے دونوں

بزرگوں سے نہایت پاکیزہ اور کثیر تعداد کی نسل سپید کی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے :-
 اختصاصه بتزويج سيدة نساء العالمين واخذ بآن ذلک بوحی من اللہ تعالیٰ
 وان اللہ جل ذریۃ نبیہ فی صلبہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدۃ نساء العالمین
 کی شادی کے لئے خاص حضرت علیؑ کو اختیار کیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ تزویج خود جناب
 باری کے حکم سے ہوتی ہے اور یہ کہ خدا نے اپنے حبیب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی فریت حضرت علیؑ
 ہی کے صلب میں قرار دی ہے اے اور شاہ عبدالحق صاحب ہلوی نے لکھا ہے - فرمود
 یا انس آدم را جبرئیل از نزد پروردگار عرش و گفت بدستی خداے تعالیٰ امر می
 کند ترا کہ تزویج کنی فاطمہ را با علیؑ - رسولؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا
 خدا آپ کو حکم دیتا ہے کہ فاطمہ کی شادی علیؑ سے کر دیجئے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خدا
 کی پابندی میں اس قدر اہتمام فرمایا کہ حضرت علیؑ موجود نہیں تھے اور آنحضرتؐ نے آپؐ
 غائبانہ نکاح کر دیا علامہ ملا علی قاری لکھتے ہیں :- عن انس بن مالک قال خطب

ابوبکر الی النبیؐ ابتہ فاطمہ فقال یا ابا بکر لم یزل القضاء شمر خطبہا عمر مع
 عدۃ من قریش کلمہ یقول لہ مثل قولہ لا بی بکر فقیل لعلی لخطبت الی النبیؐ
 فاطمہ عہ ان ینر وجکما - قال کیف وخطبہا اشرف قریش فلم ینر وجہا فخطبہا
 فقال قد امرنی ربی بذلک - قال انس شمر دعای النبیؐ بعد ایام فقال
 لی یا انس اخرج وادع لی ابا بکر الصدیق وعمر بن الخطاب وثمان بن عفان و
 عبد الرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وطلحہ والزبیر وبعثہ من الکاتب
 قال فدعوتہم فلما اجتمعوا عندہ واخذ وایجاد السہم وكان علی غائباً فی حبیۃ
 النبیؐ فقال النبیؐ الحمد لله الحمود بنعمتہ المعبود بقدرتہ المطاع بسلطانہ
 المہوب من عذابہ وسلطوتہ المانذرہ فی سماءہ وارضیۃ الذی خلق
 الخلق بقدرتہ ومیزہم باحکامہ واعزہم بدینہ واکرمہم بنبیہ محمدؐ
 ان اللہ تبارک وتعالیٰ اسے وعظمتہ جعل المصاہرۃ سبباً للاحقار و امر

مفترضاً وشیخ بہ کلام و النہ للانام فقال عز من قائل وهو الذی خلق
 من الماء بشر فجعلہ نسباً وصہراً وکان ربک قدیراً۔ فاما اللہ تعالیٰ یجری الی
 قضائہ و قضائہ یجری الی قدسہ و لکل قضاء قدسہ و لکل قدسہ اجل و لکل اجل
 کتاب یحکم اللہ ما یشاء و شیئت و عندہ ام الکتاب۔ ثم ان اللہ تعالیٰ امرنی ان
 اخرج فاطمہ بنت خدیجہ من علی ابن ابی طالب فاشہد وانی قد خیر و جتہ علی
 اربعائۃ مئۃ فضاۃ ان رضی بذلک علی ابن ابی طالب۔ ثم دعا بطبق من لیسہ
 بین یدینا ثم قال اتھبوا فہینا فہینا نحن نھب انھم حل علی علی النبی
 فتبسم النبی فی وجہہ ثم قال ان اللہ امرنی ان اخرج فاطمہ علی الیچ
 مائۃ مئۃ مئۃ فضاۃ ان رضیت بذلک فقال قد رضیت بذلک یا رسول اللہ
 قال انس فقال النبی جمع اللہ شملکما و اسعد جدکما و بارک علیکما و اخرجکم منکما
 کثیرا طیباً۔ قال انس فواللہ لقد اخرج منہما کثیرا طیباً۔ انس بن مالک بیان کرتے
 تھے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت رسولؐ سے درخواست کی کہ جناب فاطمہ کی شادی مجھ سے کر دیجئے
 تو حضرتؐ نے فرمایا اے ابوبکر خدا کو یہ منظور نہیں ہے۔ پھر حضرتؐ عمرؓ نے درخواست کی انکا
 جواب بھی حضرتؐ نے وہی دیا جو ابوبکر سے کہا تھا۔ تب لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا اگر
 آپ حضرت رسولؐ خدا صلعم سے جناب فاطمہ کی خواستگاری کریں تو یقینی ہے کہ حضرتؐ منظور
 کر لیں گے۔ آپ نے فرمایا جب قریش کے اتنے لوگوں نے خواہش کی اور حضرتؐ نے انکی
 درخواست منظور نہیں فرمائی تو مجھے یہ عزت کیوں مرحمت ہوگی لیکن (لوگوں کے اصرار
 پر) حضرت علیؓ نے دریافت کیا تو حضرتؐ نے فرمایا ہاں خدا نے تو مجھے اس کا حکم ہی
 دیا ہے۔ انس بیان کرتے تھے کہ پھر چند دنوں کے بعد حضرت رسولؐ خدا صلعم نے مجھے
 بلایا اور فرمایا اے انس جا کر ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ عبدالرحمنؓ۔ سعدؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ اور فلاں
 فلاں انصاری کو بلا لاؤ۔ انس گئے اور سب کو بلا لائے۔ جب یہ لوگ اکٹھے ہو چکے
 اور اس وقت حضرت علیؓ غائب تھے۔ کیونکہ آپ حضرت رسولؐ کی کسی ضرورت سے
 باہر گئے ہوئے تھے تو آپ کی غیبت ہی میں حضرت رسولؐ خدا صلعم نے ایک خطبہ نکاح پڑھا
 اس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے اپنی لڑکی فاطمہؓ کو خدیجہ کی شادی میں علیؓ بن

ابی طالب سے کر دوں۔ تب تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے چار سو مثقال کے برابر چاندی کا مہر قرار دیکر فاطمہ کا نکاح علی سے کر دیا۔ بشرطیکہ علی اس پر راضی ہوں۔ پھر حضرتؑ نے کجور کا ایک طبق منگایا اور ہم لوگوں کے سامنے رکھ کر فرمایا کہ لو کھاؤ۔ ہم لوگ کھانے لگے۔ اتنے میں وہاں حضرت علیؑ بھی آگئے۔ آپ کو دیکھ کر جناب سو بخدا صدمہ خوش ہو گئے اور فرمایا اے علیؑ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر تم راضی ہو تو میں فاطمہ کی شادی تمہارے ساتھ چار سو مثقال چاندی کے مہر پر کر دوں۔ حضرت علیؑ نے عرض کی یا حضرتؑ مجھے منظور ہے۔ اس کے بعد حضرت رسول خدا صلم نے دعا کی کہ اللہ تم دونوں کے درمیان میل رکھے۔ تم لوگوں پر اپنی برکتیں نازل کرے اور تم دونوں سے ہجرت اور طیبہ نسل پیدا کرے۔ انس کہتے تھے کہ خدا کی قسم (رسولؐ کی دعا قبول ہوئی اور) ان دونوں حضرات سے خدا نے پاکیزہ اور ہجرت نسل پیدا کی (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۵۵)۔ بہت سی کتابوں میں ہے کہ حضرت علیؑ نے بھی اس موقع پر ایک خطبہ پڑھا جو حسبِ میل ہے:- الحمد للہ شکر الانعمہ وایادیہ۔ واشہد ان لا الہ الا اللہ شہادۃ تبلغہ وتمر ضیہ۔ الحمد للہ الذی لا یموت۔ و هذا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل جنی ابتہ علی صدق مبلغہ اربع مائۃ درہم فاسد ما یقول واشہد ان سیرۃ محمد یہ جلد ۲ ص ۹ و سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص ۲۷)۔ بڑی ہجرت ہے کہ جب حضرت ابو بکر و عمرؓ نے درخواست کی تو حضرتؑ نے منہ پھیر لیا یا جواب دیا تو انکار میں یا یہ فرمایا کہ انتظار بجا القضاء۔ فاطمہ کی شادی کے بارے میں مجھے حکم خدا کا انتظار ہے (سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص ۲۷ و سیرۃ محمد یہ جلد ۲ ص ۷ وغیرہ) لیکن حضرت علیؑ کے بارے میں یہ عذر نہیں کیا بلکہ فوراً منظور کر لیا بلکہ اکثر محققین کی تصریح کے مطابق خود ہی جناب فاطمہ کا نکاح حضرتؑ کے ساتھ پڑھ دیا اور فرمایا کہ خدا نے مجھے یہی حکم دیا ہے

۱۔ یہ معمول ہے کہ جب کسی مہذب شخص کو کوئی بات نہایت درجہ ناگوار اور باعث نفرت ہوتی ہے تو وہ اس کا کچھ جواب نہیں دیتا اور اپنی جگہ تیج و تاب کھا کر رہ جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ بات سب سے زیادہ باعث طلال و صدمہ ہوتی ہے تو مہذب لوگ کہنے والے شخص کی طرف اپنا منہ پھیر لیتے ہیں۔ آنحضرتؐ خلقِ عظیم پر فائز تھے اس اہوازہ کرنا چاہئے کہ حضرتؐ کو اس پیغام سے کس درجہ اذیت ہوئی ۱۲

پانچویں فصل

سورۃ براءت کی تبلیغ سے معزولی

حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کا ایک مہتمم بالشان واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے ماہ ذیقعد ۱؎ ہجری کے آخر میں آپ کو حاجیوں کا امیر مقرر کر کے مکہ معظمہ بھیجا اور آپ کو سورہ براءۃ دی کہ مکہ معظمہ جا کر اس کی تبلیغ کریں مگر پھر خدا کے حکم سے آپ کو اس عہد سے معزول کر دیا۔ امام بخاری صاحب سنۃ واقعہ کو اس طرح لکھتے ہیں ان اباہریرۃ قال البشئی ابوبکر فی ثلاث الحجۃ فی مؤذنین بعثہم یوم النحر یؤذنون ان لا یحج بعد العام مشکم ولا یطوف بالبيت عریان۔ قال حمید بن عبد الرحمن شہد اسراف رسول اللہ لعلی بن ابی طالب وامرہ ان یؤذن ببراءۃ قال ابوہریرۃ فاذن معنا علی۔ ابوبکرؓ کہتے تھے کہ (سورہ ہجری کے) حج میں حضرت ابوبکرؓ نے مجھے بھیجا کہ ہم لوگ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک خانہ کعبہ کلج نہ کرے نہ کوئی شخص برہنہ اس کا طواف بجا لائے۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ وہی سورہ براءۃ کی تبلیغ کریں چنانچہ حضرت علیؓ نے جا کر اعلان کر دیا اے امام بخاری نے اس روایت کو تین جگہ لکھا ہے علامہ ابن حجرؒ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:۔ عن علی قال بعث رسول اللہؐ ابا بکر ببراءۃ الی اہل مکۃ وبعثہ علی الموسم شہد بعثنی فی اشراۃ فادسکتہ فاخذہ منہ فقال ابوبکرؓ مالی؟ قال خیر۔ انت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض غیر انہ لا یبلغ عنی غیری اور اجل منی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت رسالت ﷺ نے ابوبکرؓ کو سورہ براءۃ کے ساتھ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا پھر ان کے پیچھے ہی مجھے بھیجا تو میں نے ابوبکرؓ کو پکڑ کر ان سے سورہ براءۃ لے لی۔ یہ دیکھ کر ابوبکرؓ آنحضرتؐ کے پاس واپس آئے اور پوچھا یا حضرت کیوں مجھ کو اس سے معزول کیا؟ آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا یہی بہتر تھا۔ تم

میرے یار فار اور یار چمن ہو مگر بات یہ ہے کہ دینی احکام کو میری طرف سے
 سوامیرے یا ایسے شخص کے جو مجھ ہی سے ہو کوئی اور نہیں پہنچا سکتا
 ہے۔ پھر علامہ مدوح لکھتے ہیں عند الطبرانی من حدیث ابی سرافع نخوة لکن
 قال اتانا جبریل فقال انه لن يؤدھا عنک الا انت اور جبل منک۔ طبرانی میں
 بھی یہی مضمون ہے البتہ اس میں یہ بھی ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے حضرت ابو بکر
 کو سورہ براءت کے ساتھ روانہ کیا تو فوراً جبریل آنحضرت کی خدمت میں آئے اور کہا
 اے محمد! (یہ آپ نے کیا کیا) اس سورہ کو آپ کی جانب سے سو آپ کے یا اس شخص
 کے جو آپ ہی سے ہو کوئی اور نہیں پہنچا سکتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں عن حدیث انہ
 قال بعث النبی ہر اءۃ مع ابی بکر شہدۃ علیہا فاعطاھا ایاہ وقال لا ینبئ لاحد
 ان ینبئ هذا الا رجل من اہل۔ انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے سورہ براءت
 کو حضرت ابو بکر کے ساتھ بھیجا۔ پھر فوراً ہی حضرت علیؓ کو بلایا اور وہ سورہ حضرت ابو بکر
 سے لیکر حضرت علیؓ کو دیدیا اور فرمایا کسی کو مناسب نہیں ہے کہ اس سورہ کی تبلیغ کرے
 سو اس شخص کے جو میرے اہل سے ہو ملے اور امام نسائی نے تحریر فرمایا ہے ان رسول اللہ
 بعث ہر اءۃ الے اہل مکہ مع ابی بکر شہدۃ لعلی فقال لہ خذ هذا الكتاب
 فانض بہ الے اہل مکة۔ قال فلتحمته واخذت الكتاب منه فانصرف ابو بکر
 وهو کئیب۔ قال یا رسول اللہ انزل فی شیء؟ قال لا الا انی امرت ان ابغیہ
 انا اور جبل من اہل بیتی۔ حضرت رسول خدا صلعم نے مکہ والوں کی طرف حضرت ابو بکر
 کو سورہ براءت کے ساتھ بھیجا۔ پھر ان کے پیچھے ہی حضرت علیؓ کو روانہ کیا اور آپ
 سے کہا کہ ابو بکر سے اُس دوشتہ کو لے کر تم خود اہل مکہ کی طرف جاؤ۔ اس پر حضرت
 علیؓ روانہ ہوئے اور حضرت ابو بکر کو پکڑ کر ان سے وہ دوشتہ لے لیا۔ جس سے حضرت
 ابو بکر غزون و غموم اور شکستہ دل واپس آئے اور آنحضرت سے عرض کی کہ کیا میرے
 بارے میں کوئی حکم خدا نازل ہوا (جس پر میں اس شرف سے محروم کر دیا گیا)؟ آنحضرت
 نے فرمایا نہیں۔ مگر مجھے یہ حکم خدا ضرور پہنچا ہے کہ اس کو با میں پہنچاؤں یا میرا بیعت

ہی کا کوئی شخص پہنچائے لے اور علامہ علی شقی نے لکھا ہے :- عن ابی بکر ان النبی
 بعثہ ببراءۃ الی اہل مکہ فساہبما ثلثا ثم قال علی الحقہ فہد علی ابی بکر و
 بلغھا انت ففعل فلما قدم ابوبکر بکے - فقال یا رسول اللہ حدث فی شیء - قال ما
 حدث فیئ الاخیر وکن امرت ان لا یبلغہ الا انا ورجل منی - خود حضرت
 ابوبکر بیان کرتے تھے کہ ان کو حضرت رسول خدا صلعم نے سورہ براءۃ لیکر اہل مکہ کی طرف
 بھیجا وہ اس کو لے کر روانہ ہوئے تو ان کے جانے کے اتین دن بعد آنحضرت صلعم نے
 حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم جلد جا کر راہ ہی میں ابوبکر سے ملو اور انھیں میرے پاس واپس کر کے
 خود جاؤ اور اس سورہ کی تبلیغ کرو - حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا جس کے بعد حضرت ابوبکر
 آنحضرتؐ کے پاس واپس آکر رونے لگے مگر ان کے رونے پر بھی آنحضرت صلعم نے ان کو
 نہ کچھ سمجھایا نہ کچھ تسلی دی ، تب حضرت ابوبکر نے پوچھا اے رسول خدا کیا میرے متعلق کوئی
 امر حادث ہو گیا ؟ آنحضرتؐ نے فرمایا جو بات حادث ہوئی وہ بہتر ہی بہتر ہے مگر بات یہ
 ہے کہ مجھے خدا کا حکم پہنچا کہ اس حکم کی تبلیغ یا میں کروں یا وہ شخص کرے جو مجھ ہی سے
 ہو (اور چونکہ تم مجھ سے نہیں ہو اس وجہ سے میں نے تم کو معزول کر کے علیؓ کے ذمہ یہ
 کام کیا ہے) لے اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے عن عبد اللہ بن
 عمر ان رسول اللہ بعث ابا بکر و عمر ببراءۃ الی اہل مکہ فانطلقا فاذا ہما بک
 فقالا من ہذا قال انا علی قال واللہ ما علمت الاخیرا فانخذ علی الکتاب فتجا
 بہ وراجع ابوبکر و عمر الی المدینۃ فقالا ما لانا یا رسول اللہ فقال ما لکما الاخیر
 وکن قبیل لی انہ لا یبلغ عنک الا انت اور رجل منک اخرجہ الحکم حضرت علیؓ
 بن عمر بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے حضرت ابوبکر و عمر کو سورہ براءۃ لے کر
 مکہ والوں کی طرف بھیجا - وہ دونوں روانہ ہو گئے - مگر ابھی وہ راستہ ہی میں تھے کہ اونٹ
 پر ایک شخص ان سے آکر ملا - ان دونوں صاحبوں نے پوچھا کون ؟ سوار نے کہا میں
 ہوں علی - حضرت ابوبکر بولے خدا کی قسم میں نے بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں جانا مگر
 حضرت علیؓ نے وہ سورہ ان دونوں صاحبوں سے لے لیا اھ لیکر خود مکہ کی طرف روانہ

ہو گئے۔ اور حضرت ابوبکر و عمر مدینہ کی طرف چلتے آئے اور دونوں نے آنحضرت
صلعم سے عرض کی کہ اے رسول خدا! ہم لوگوں نے کیا تصور کیا؟ حضرت نے فرمایا تم
لوگوں کا کچھ حرج نہیں خبر ہی خبر ہے لیکن مجھے حکم دیا گیا کہ اس سورہ کو سوا ہوتا رہے
یا اس شخص کے جو تم ہی سے ہو اور کوئی نہیں پہونچا سکتا ہے۔ امام حاکم نے اس روایت کو
لکھا ہے (قرۃ العیضین ص ۲۳) اور علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ اس معزولی سے حضرت
ابوبکر پر یہ اثر ہوا کہ فکان ابابکر رضی اللہ عنہ وجد فی نفسه آپ کے دل پر چوٹ لگی۔ بعث
رسول اللہ ابابکرؓ بلاءاً الی الموسم فاتے جبریل علیہ السلام فقال انہ لن
یؤدیما عنک الا انت اور اجل منک فبعث علیاؓ علی اثرہ حتی لحقہ بین
مکہ و المدینۃ فاخذہا فقرأ علی الناس فی الموسم حضرت رسول خدا صلعم نے حضرت
ابوبکر کو سورہ براءۃ کے ساتھ مکہ والوں کی طرف بھیجا تو جبریل علیہ السلام آنحضرت پر
نازل ہوئے اور کہا یا حضرت آپ کی طرف سے سوا آپ کے یا اس شخص کے جو آپ ہی
سے ہو اور کوئی شخص اس کام کو نہیں کر سکتا۔ اس پر آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو
حضرت ابوبکر کے پیچھے بھیجا۔ حضرت نے جا کر مکہ اور مدینہ کے درمیان حضرت ابوبکر
سے وہ سورہ لے لیا اور خود مکہ پہونچ کر اس کو پڑھا (تفسیر رشور جلد ۳ ص ۳۱) بعض
مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی جناب میرؒ ہو چکے تو حضرت ابوبکرؓ کی
ہوا کہ خود حضرت رسول خدا صلعم تشریف لائے۔ مثلاً علامہ دیاربکری لکھتے ہیں ان ابی
بعث ابابکرؓ علی الحج فاقبلنا معہ حتی اذا کنا بالعراج ثوب بالصبح فلما استوی
للتکبیر سمع الرغوة خلف ظہرہ فوقف عن التکبیر و قال هذا رغوة ناقۃ رسول
اللہ الجذعاء لقد بد الہول اللہ فی الحج فلعلہ ان یکون رسول اللہ فنصلي معہ
فاذا علی علیما حضرت رسول خدا صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کو حج کا سردار بنا کر بھیجا جب مقام حج
پر پہونچے تو نماز صبح کے لئے بھیج کر کہنی چاہی۔ اتنے میں اپنے پیچھے حضرت رسولؐ کے ناقہ
جذعہ کی آواز سنی تو ٹھہر گئے اور کہا معلوم ہوتا ہے آنحضرت صلعم کو حج کے متعلق کچھ
بد احوالیا حضرت خود ہی تشریف لائے ہیں۔ اب ہم لوگ حضرت کے ساتھ ہی نماز
پڑھ لیں۔ مگر دیکھا تو آنحضرت صلعم کے عوض حضرت علیؓ تھے (تاریخ یحییٰ جلد ۱ ص ۱۵۶)

حکومتی فصل

حکومت سرخشاہ کے ماتحت لکھے جانا

علماء اسلام نے اس امر کو بھی بہت اہمیت سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (جن کا کوئی فعل بغیر وحی خدا نہیں ہوتا تھا) عمر وعاص ایسے شخص کی ماتحتی میں دیا اور اُس کو آپ لوگوں پر سردار بنا کر جہاد میں بھیجا چنانچہ سرخشاہ ذات السلاسل میں اس کا ذکر کیا گیا ہو۔ یہ امر حضرت ابوبکر کی شان کے بہت خلاف سمجھا گیا۔ اور اس اعتراض کو جناب شاہ عبد العزیز صاحب لہوی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے ”حضرت رسول اللہ ابو بکر و عمر را تعینات و تابع عمرو بن العاص ساخت و اورا برایشان امیر کرده و ہم چنین اسامہ را برایشان سردار کرده۔ اگر ایشان را لیاقت ریاست می بود یا دریں باب افضل و اولی می بودند چرا ایشان را رئیس نمی کرد۔ دیگر اں را تابع ایشان می ساخت۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر کو عمر وعاص کے ماتحت تعینات کر کے اور تابع بنا کر بھیجا اور اوس کو ان لوگوں پر حاکم مقرر کیا۔ اسی طرح حضرت نے اسامہ کو بھی ان لوگوں کا سردار بنادیا تھا۔ اگر ان دونوں صاحبوں میں سرداری کی قابلیت ہوتی یا اس باب میں وہ افضل اور بہتر ہوتے تو کیوں ان حضرت صلعم انھیں لوگوں کو سردار اور دوسروں کو ان کا تابع نہیں کرتے“ (تخفہ اثنا عشریہ باب طعن ۶)۔ اس سرداری میں عمر وعاص نے ان دونوں بزرگوں کے ساتھ پورے افسر اور ماتحت کا برتلا کیا۔ بلکہ سختی بھی کی مگر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتوں کی خبر ہوئی تو حضرت نے عمر وعاص کی تعریف ہی کی۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے ان عمرو بن العاص امرم فی تلک الفیئۃ ان لا یوقدوا نارافانکر فذلک عمر فقال لہ ابوبکر دعه فان رسول اللہ لم یبعثہ علینا الا لعلہ بالحب۔ فسکت عنه... وروی عن ابن جابر عن طریق قیس بن حاتم عن عمرو بن العاص ان رسول اللہ بعثہ فی ذات السلاسل فضاء لہ اصحابہ ان یوقدوا

لہ دیکھو سوانح عمری حضرت ابوبکر ص ۲۵۵

ناراً فكلوا اباجم فكلوه فی ذلک فقال لا یوقد احد منکم ناراً الا قد فته فیها۔
 قال فلقوا العود فنهزموهم فاسادوا ان یتبعوهم فنهزم فلما انصرفوا ذکر خدا
 ذلک للنبی فساله فقال کہ مت ان اذن لہم ان یوقدوا ناراً فیہم عدو
 قتلہم وکہ مت ان یتبعوہم فیکون لم مدد فحمد امرا۔ سر یہ ذات السلاسل
 میں عمرو عاص نے فوج کو حکم دیا کہ کوئی شخص آگ نہ روشن کرے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اعتراض
 کیا کہ عمرو عاص کیوں منع کرتا ہے تو ان سے حضرت ابوبکرؓ نے کہا تم چپ رہو کیونکہ آنحضرت
 صلعم نے اسی وجہ سے تو عمرو عاص کو ہم لوگوں کا سردار بنا کر بھیجا ہے کہ اس کو فتنہ حرب کا
 علم ہم لوگوں سے زیادہ ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ خاموش ہوئے ... اور ابن جہان نے خود
 عمرو عاص سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے اس کو ذات السلاسل میں سردار بنا کر
 بھیجا تو فوج نے درخواست کی کہ انکو آگ روشن کرنے کی اجازت ملے مگر عمرو عاص نے
 اس سے منع کیا۔ تب ان لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو بیچ میں ڈالا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عمرو عاص
 سے کہا کہ انکو آگ روشن کرنے کی اجازت دے دو مگر عمرو عاص نے حضرت ابوبکرؓ کو جواب
 دیا کہ اگر تم میں سے کسی شخص نے بھی آگ روشن کی تو میں اس کو اسی آگ میں ڈال کر جلا
 ڈالوں گا۔ غرض دشمن سے مقابلہ ہوا تو مسلمانوں نے انکو شکست دی اور وہ بھاگے تو انکا
 پیچھا کرنا چاہا مگر عمرو عاص نے اس سے بھی منع کیا۔ پھر جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے
 تو عمرو عاص کی ان سختیوں کا ذکر حضرت رسول خدا صلعم سے کیا گیا۔ حضرت نے اس سے
 وجہ پوچھی۔ اس نے جواب دیا اگر میں آگ جلانے کی اجازت دے دیتا تو دشمنوں کو ہار دینا
 کی تعداد کا پتہ مل جاتا اور اگر ان لوگوں کو پیچھا کرنے کی اجازت دیتا تو ممکن تھا کہ دشمنوں
 کو لگ لگ جاتی۔ آنحضرتؐ نے سنا تو عمرو عاص کی تعریف کی اور اس کے کام کو پسند کیا اور فرمایا
 کتاب الغزوات غزوہ ذات السلاسل پر (جلد ۱) اس غزوہ میں حضرت عمرؓ اور عمرو عاص
 میں سخت کلامی کی بھی ذبت آگئی مگر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو سمجھا کر قصہ فرو کیا۔ محدث
 جمال الدین نے لکھا ہے :- عمرو بن العاص گفت: پیچ احمد سے آتش روشن نہ کندہ
 کہ اورادہ آتش اندازم۔ وروایتے آنکہ عمر فاروق بر عمرو انکار کرد و سخن درشت گفت۔
 عمرو گفت اے عمر امور شدہ بہ آں کہ سخن من بشنوی و فرمان بری جواب داد کہ آری۔

عمر و گفت پس آں امر متثل شود ابو بکر با عمر گفت بگزار اورا بحال خود بد رستی کہ چنان رسول خدا و پیرا بر ما میرنگرد اینده مگر بچہ آنکہ دے مصلحت حرب یا نکوی داند۔ غزوہ دلت سال میں عمرو عاص نے حکم جاری کیا کہ جو شخص بھی آگ روشن کرے گا میں اس کو اسی آگ میں جھونک دوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے عمرو عاص پر اعتراض کیا اور سخت بات کہی۔ عمرو نے کہا کیوں عمر! کیا تم میرے ماتحت نہیں کئے گئے اور تم کو حکم نہیں ہوا ہے کہ میری بات سنو اور میری اطاعت کرو؟ حضرت عمر نے کہا ہاں یہ حکم تو ہے۔ عمرو عاص نے کہا بس تو پھر جو میں کہتا ہوں اسکی تعمیل کرو۔ اور حضرت ابو بکر نے حضرت عمر سے کہا کہ ان کو انکے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ حضرت رسول خدا ص نے انکو ہم لوگوں کا سردار اسی وجہ سے مقرر کیا ہے کہ ان کو فن حرب کا علم اور اسکی مصلحت زیادہ اور بہتر معلوم ہے (روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۴۱۳)

حضرت ابو بکر کو حضرت رسول خدا ص نے حضرت ابو عبیدہ کے ماتحت بھی ابو عبیدہ کی ماتحتی افواج میں بھیجا تھا لہٰذا محدث جمال الدین غزوہ ذات السلاسل کے بیان میں لکھتے ہیں عمرو در راہ توقف نمود و رافع بن مکیث جہنی را بنزد حضرت فرستاد و مدد طلبید۔ آں سردار اے عقد فرمود و ابو عبیدہ بن الجراح داد و پیرا امیر دولیت مرد گردانید کہ ازاں جلد ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بودند و عمرو فرستاد و عمرو عاص نے راہ میں ٹھہر کر رافع کو آنحضرت کے پاس بھیجا اور حضرت سے اڈ فوج کی مدد طلب کی۔ حضرت نے ایک کلمہ ابو عبیدہ بن الجراح کو دیا اور ان کے ماتحت دو سو آدمی کئے۔ ان میں حضرت ابو بکر و عمر بھی تھے اور ان سب کو آنحضرت نے عمرو کی مدد کے لئے روانہ کر دیا (روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۴۱۲) سخت تعجب ہے کہ صرف دو سو آدمی جو عمرو عاص کی مدد کے لئے بھیجے جا رہے ہیں ان کے سوا بھی حضرت ابو بکر یا حضرت عمر نہیں مقرر کئے گئے بلکہ اس حقیر لشکر میں بھی دونوں بزرگ ماتحت ہی ہونا کر بھیجے گئے۔ اور سرداری ابو عبیدہ کو ملی۔ جب فوج ابو عبیدہ کی ماتحتی میں عمرو عاص کے پاس پہنچی تو پھر یہ سب لوگ عمرو عاص کے ماتحت ہو گئے۔ یہ جملہ بھی قابل عبرت ہے کہ

پیغمبر ﷺ نے اہل اسلام وصیت فرمودہ بود کہ اختلاف کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب لوگوں سے وصیت کی تھی کہ خبردار اختلاف نہ کرنا۔ مگر حضرت ابوبکر و عمر نے اگلے روشن کرنے کے بارے میں اس قدر اختلاف کیا کہ حضرت عمر نے سخت ہجرت بھی کی (روضۃ الاجاب جلد ۱ ص ۴۱۲)

سابقہ فصل

اسامہ کے جانا اور اس سے تخلف کرنا

حضرت ابوبکرؓ بھی اس حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انتقال سے چند روز قبل (غالباً ۳۴ صفر کو) باوجود شدت مرض صحابہ کو حکم دیا کہ اہل روم سے جنگ کرنے کے لئے لشکر آراستہ ہو۔ اور دوسرے دن اپنے دست مبارک سے ایک علم جنگ طیار کر کے اسامہ بن زید کو دیا۔ اور فرمایا میں تم کو اس فوج کا سردار مقرر کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ جاکر خدا کی راہ میں کفار سے جہاد اور رومیوں پر حملہ کرو اور اس قدر جلد جاؤ کہ تمہارے پہونچنے سے پہلے اُن کو خبر نہ ہونے پائے۔ اسامہ نے تعمیل حکم کی اور باہر نکل کر وہ نشان بریدہ بن الحصیب کو دیا اور مدینہ سے روانہ ہو کر مقام جوف میں جو مدینہ سے تین میل شام کی طرف ہے پہونچ کر قیام کیا تاکہ پورا لشکر وہاں جمع ہو جائے تب سب آگے بڑھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم بھی دیا تھا کہ سوا حضرت علیؓ کے اور سب اعیان مہاجر و انصار یعنی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ سعد بن ابی وقاصؓ ابو عبیدہ بن الجراحؓ سعید بن زیدؓ قتادہ بن النعمانؓ سلمہ بن اکرمؓ وغیرہ بھی اس لشکر میں اسامہ کے ماتحت ہو کر جائیں حضرت علیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس رکھ لیا۔ جب انتظام صحابہ کو معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے کہ ایک غلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابر مہاجرین و انصار کا سردار بنا دیا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنی بددیہی حالت کو پوشیدہ نہ کر سکے اور اس کے متعلق برسر مجلس چہر پی گویاں کرنے لگے جب ان باتوں کی خبر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ کو نہایت رنج ہو لیا آپ اس درجہ غضبناک ہوئے کہ باوجود تپ اور دھوپ کے عصابہ سر مبارک پر بازو رکھ کر دلت خانہ سے باہر تشریف

لائے اور منبر پر جا کر بعد حمد و ثناء اے الہی یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس یہ کیا باتیں
 ہیں جو تم لوگ اسامہ کے سردار لشکر مقرر ہونے پر ظاہر کر رہے ہو۔ تم اس سے بھی اسی طرح
 انحراف کرنے لگے جس طرح اس کے باپ زید کے سردار فوج ہونے پر غزوہ موتہ کے وقت
 بھی اعتراض کیا تھا۔ آخر اسکی وجہ کیا ہے؟ خدا کی قسم وہ سرداری کا سزاوار ہے اور
 اُس کا باپ زید بھی امارت کا اہل تھا۔ زید کو بھی میں بہت دوست رکھتا تھا اور اس کے
 بعد اس کے بیٹے اسامہ کو بھی میں بہت عزیز رکھتا ہوں لہذا تم لوگ اس کے بارے
 میں میری وصیت کو نیکی اور فرماں برداری کے ساتھ قبول کرو اور اس کے ساتھ اچھا
 برتاؤ کرو کہ وہ تم لوگوں کے نیکیو کار فرموں سے ہے۔ اسکے بعد حضرت منبر سے نیچے تشریف
 لائے اور دولت سرا میں تشریف لے گئے۔ اُس وقت اسامہ کی عمر ۱۸ یا ۱۹ سال کی
 تھی۔ اس خطبہ کے بعد کچھ مسلمانوں میں آمادگی پیدا ہوئی جن کا ارادہ جانے کا ہوتا تھا
 حضرت کی خدمت میں آکر آپ سے رخصت ہوتے اور لشکر گاہ کی طرف روانہ ہو جاتے
 تھے۔ اُس روز آنحضرت صلیم کا مرض اتنا شدید ہو گیا تھا کہ حضرت بات تک نہیں کر سکتے
 تھے۔ اسامہ رخصت ہو کر لشکر گاہ میں آیا اور دو شبہ کو صبح کے وقت پھر حضرت کی خدمت
 کے لئے دولت سرا پر حاضر ہوا۔ اُس وقت حضرت کی حالت کچھ سنبھل گئی تھی حضرت
 نے اسامہ کو رخصت کیا اور اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ غرض اسامہ لشکر گاہ کی طرف
 واپس آیا اور آنحضرت صلیم کے حکم کے مطابق فوج کو کوچ کا حکم دے دیا اور خود سوار ہونے
 لگا تو اسکی ماں نے کہلا بھیجا کہ حضرت رسول خدا صلیم پر حالت نزع شروع ہو گئی ہے
 یہ سنکر اسامہ اور اکابر صحابہ جو اس کے ساتھ کھل چکے تھے واپس آگئے۔ مگر حضرت ابوبکر
 و عمر و غیو اب بھی اس کے ساتھ نہیں گئے بلکہ مدینہ ہی میں رہ گئے تھے۔ جب صحابہ
 نے اسامہ کے ماتحت ہو کر جانے میں تامل کیا تو آنحضرت اس درجہ غضبناک ہوئے
 کہ نہ جانے والوں پر لعنت کی۔ علامہ شہرستانی وغیرہ نے لکھا ہے:- الخلاف الثاني
 في مرضه انه قال جئت واجيشل سامة لعن الله من تخلف عنها۔ دوسرا خلاف حضرت
 رسول خدا صلیم کے مرض موت میں پیدا ہوا کہ حضرت نے فرمایا اسامہ کے لشکر کو جلد روا

زنانی مجلسیں

۷۰۷۳

بفضلہ تعالیٰ مومنین کے گھر گھر ہونے لگیں مگر افسوس حدیث کی ایسی کوئی کتاب نہیں ملتی تھی جو خاص مردوں کے پڑھنے کے لئے لکھی گئی ہو۔ اور جس میں عقائد، فضائل اور مذہبی معلومات کے ساتھ ساتھ یکے کے حالات مصائب اور صحیح دوایتوں کا عام فہم مطلب بیان کیا گیا ہو۔ انھیں ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے جناب لانا السید علی حیدر صاحب قلم دام برکاتہم نے مجالس خاتون لکھی جسکی پہلی جلد میں بہ عیسیٰ صرف محرم کی دستاویزوں میں پڑھنے کی درج کر دی ہیں۔ یہ کتاب نہایت مقبول ہوئی اور علم دوست بی بیوں نے اسکو زور سے زیادہ پسند کیا۔ پہلی جلد مدت ہوئی ختم ہو چکی تھی۔ اب اسکی بعض حصہ کر چھپوا کر چند جلدیں طیار کر لی گئی ہیں۔ جلد شکار در نہ پھر ملنا دشوار ہو جائیگا۔ یہ آپسکی لڑکیوں کی مذہبی تعلیم کا نہایت دلچسپ اور بہت ہی مفید ذریعہ بھی ہے قیمت فی جلد صرف چار مگر خریداران اصلاح سے صرف ایک پیسہ۔ صرف چند نسخے پورے ہو سکے ہیں۔ انکو نعمت سمجھئے۔ اسکی تیسری جلد بھی طیار ہے جو ۸۸ صفحوں کی ہے اسکی قیمت بھی صرف چار پیسہ ہے۔

کئی ایجنٹ کی ضرورت

بفضلہ تعالیٰ سوانح عمری خلیفہ اول نہایت درجہ پسند کی گئی اور منہم حقیقی کے احسان عظیم سے توی امیند کہ خلیفہ دوم کی سوانح عمری بھی بہت مفید بلکہ دینی تحقیقات اور تاریخی معلومات کا بے مثل و نظیر ذخیرہ ہو جس کا اشتیاق مومنین کو کمال درجہ ہے اور جو انشہ بہت جلد دفتر اصلاح سے شایع کی جائیگی مگر اسکے لئے ابھی کئی ہزار روپیہ کی اعلیٰ درجہ کی عربی کتابیں، مصر، شام، بیروت اور دیگرہ سے منگانی ہیں۔ اس سبب سے ہر صوبہ میں ایک ایجنٹ کی ضرورت ہے جو دورہ کر کے مومنین کو رسالہ اصلاح، سوانح عمری خلیفہ اول، تصویر عزار اور مجالس خاتون کی خریداری پر آمادہ کریں تاکہ ان کی رقموں سے وہ کتابیں منگائی جائیں اور دو معین مصنف بھی مقرر کئے جائیں جو کتابوں سے مضامین نکالیں اور عبارتوں کا ترجمہ کریں۔ جو حضرات اس زحمت کو قبول کریں گے ان کو آخرت کے اجر عظیم کے علاوہ دفتر اصلاح سے کافی کمیشن بھی ملے گا۔ جلد اپنی منظوری سے مطلع کر کے شرائط ایجنٹوں کے طے کر لیں۔ جو صاحب اسکے لئے آمادہ ہوں وہ کم از کم سال بھر تک اس کام کو کر کے تجربہ کر لیں کہ ان کو کس قدر کامیابی ہوتی ہے۔ المشفق :- میجر اصلاح کچھوا (صوبہ بہار)

(سید غازی الدین حیدر مطبع اصلاح کچھوا میں بھاپکرا شایع کیا)

ابا بنہ ہر ۹۴

رسائل

رسائل

اصلاح

منبر ماہ صبح الاول ۵۵ ہجری سنہ

مقدمہ
جناب مولانا علی محمد صاحب دہلی

۱۹۲۵ء

(پہلا)

۱۹۲۵ء
دہلی

اصلاح

حسب بلہ بعد ازاں ملا اصلاح اصلاح کا کمال وہ ہے کہ یہ ادا کیا جاتا ہے کہ ان حضرات نے اپنے دین کے خاتمہ اور اصلاح کو جو یہ خریدار عنایت فرما کر شکر ادا کیا۔ خدا کی حمد و ثناء

- (۱) من اسید برادر حسین صاحب میوہ سٹا سٹو دھرتی (۲) جناب شیخ سید فیض حسین صاحب بخاری سرگودھا
- (۳) جناب مولوی شہید حسین صاحب پرنسٹنٹ گورنمنٹ (۴) جناب سید اولاد حسین صاحب واصلہانی فوہلنگ
- (۵) جناب راجہ صاحب آریہ (۶) جناب سید محمد حسین خاں صاحب تحصیلہ ارحصار (۷) جناب اسٹریڈر صاحب سید محمد قری سیتا پور (۸) جناب شیخ سید محمد شفیع صاحب میوہ جلال آباد (۹) جناب شمس الدین سید محمد حسین صاحب علی (۱۰) جناب لوی سید محمد یحییٰ صاحب میوہ شریف علی جلال آباد (۱۱) جناب محمد یوسف خاں صاحب لہوری (۱۲) جناب میر کاظم حسین صاحب تحصیلہ آرنیہ (۱۳) جناب شمس الدین صاحب سب پرنسٹنٹ آریہ (۱۴) جناب سید سید محمد رضا صاحب علی ہونہا (۱۵) جناب سید تقی حسین صاحب انبالہ (۱۶) جناب شمس الدین صاحب ایجنٹ دوہارہ (۱۷) جناب لوی سید اولاد سید صاحب کھنڈی (۱۸) جناب سید محمد حسین صاحب پشکار نیراھنوا (۱۹) جناب سید مظاہر حسین صاحب پشکار (۲۰) جناب سید یعقوب سید صاحب فترہ نویس اناؤ (۲۱) جناب سید شمس الدین صاحب علی انکریٹک لکھنؤ (۲۲) جناب سید احمد صاحب جلی تیرہ بھراٹل پوس ملتان (۲۳) جناب سید محبوب حسین صاحب پشکار (۲۴) جناب فتح پور (۲۵) جناب سید امیر حمید صاحب کھنڈی (باقی آئندہ)

دوسرے حضرات بھی جلد فرم فرمائیں۔ پندرہ نام صاحب رسالہ مسئلہ خلافت و امامت جیت نامہ جیت نامہ جیت نامہ آپ انسوس کرینگے۔ ابھی موقع ہے جلد مفت نکالیں بیل اصلاح کو جو یہ خریدار عنایت کر دیں کہ وہ آپ دیکھیں اور محققانہ رسالہ اس نے ہر ادا ان ہدایت میں نہ لے پیدا کر دیے آپ کے پاس بھی روانہ کر دیا جائے۔

۱۳۵۵ ہجری چاند کا اصلاح

جن حضرات نے اب تک نہیں حمایت فرمادہ فوراً بدرجہی آگے

کیا جاتا ہے کہ ان حضرات کو آپ اپنا چاند اور درجہ خرید دینے جس طرح کے مسئلہ خلافت فوراً

میں ہیں اس طرح کے مسئلہ خلافت میں نہیں۔ اس میں اگر کوئی شخص

اصلاح اور داروقی تحت حق دونوں

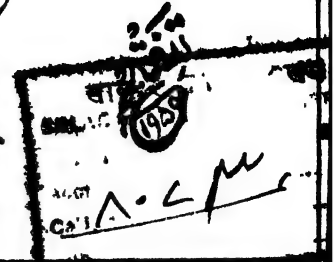
فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	پاٹھ	صفحہ
۱	سید غلام عباس صاحب مدظلہ اصلاح	مینجر اصلاح	۲
۲	تصویر عزادار پر ایک جدید رائے	جناب میر واجد حسین صاحب اتالیق	۲
۳	وقف ہو گئی سے اصلاح کی اعانت	احقر علی حیدر عفی عنہ مدیر	۳
۴	حضرت عمر کی سیاسی بدحواسی	جناب مولوی محمد علی صاحب فاضل غازی پوری	۵
۵	سیدنا اسد اللہ غالب (نظم)	منقول از اخبار انجمن لکھنؤ	۷
۶	شہید کا آوازہ حق	" " "	۸
۷	اچھوت کا نفرنس لکھنؤ	مولوی سید محمد باقر صاحب طالب العلم بنارس	۸
۸	مستحق خلافت کون ہے؟	جناب مولانا سید محمد صادق صاحب الاناقل	۹
۹	خلفائے فاطمیین	جناب مولانا سید محمد جعفر صاحب فاضل خیرا	۱۷
۱۰	انجمن وظیفہ سادات و مومنین	جناب بیابید احمد رضا صاحب بی سکریٹری انجمن	۲۱
۱۱	رشتہ کا انتظام	جناب فشی کیدان خان صاحب پٹواری ضلع لاہور	۲۱
۱۲	انجمن یادگار علماء	مینجر اصلاح	۲۱
۱۳	حمایت عزاداری کے قانون	جناب فاشیر علی صاحب منشی مظفر نگر	۲۲
۱۴	اچھوت کا نفرنس لکھنؤ اور سکھوں پر بدحواسی کا احسان	منقول	۲۳
۱۵	اخبار غنیم	مینجر اصلاح	۷
۱۶	اخبار جدیدہ	" "	۷
۱۷	سوانح عمری خلیفہ اول جلد دوم	مدیر اصلاح	۳۳ تا ۹۶

کیا خلیفہ دوم کی سوانح عمری شائع کی جائے؟
 ناظرین کو اصلاح کی سوانح عمری خلیفہ دوم کا بہت اشتیاق ہے اور ہمارا ارادہ تھا کہ خلیفہ اول کی سوانح عمری جلد خلیفہ دوم کی سوانح عمری زیادہ تحقیق و جامعیت سے شائع کی جائے مگر ستمبر بار بار اعلان کیا کہ تنہا ہم اس کام کو نہیں کر سکتے۔ کم از کم دو جدید عالم ہماری مدد کریں تو یہ خدمت انجام پاسکتی ہے۔ مولوی شبلی صاحب نے الفاروق ۴ سال میں صرف ۵۲ صفحہ کی نکھی دینا اصلاح کی سوانح عمری گیارہ سال سے کم میں نہیں ہو سکتی مگر اشد یہ صنف ہوگی۔ بشرطیکہ دو جدید عالم ہماری مدد کریں اب آپ حضرات جواب دیں کہ دو جدید عالم کی خدمت کیونکر حاصل کی جائے گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اصلاح



نمبر ۱ ماہ ربیع الاول ۱۳۵۵ ہجری قمریہ جلد

غلام عباس صاحب اصلاح اکثر ناظرین اصلاح کو خبر ہوگی کہ کئی سال قبل سید غلام عباس صاحب نے اصلاح کا جو کچھ اصلاح کے احیاء مقرر کر کے مختلف مقامات پر بھیجے گئے تھے کہ لوگوں کو اصلاح کا خریدار بنائیں اور اصلاح مشین پریس کے لئے چند نمونے کر دیں۔ اس طرف بھروسہ کیا کہ تھے اور انکو اصلاح کی بحیثی حوالہ کی گئی ہے۔ رسید بھی دی گئی اور دفتر اصلاح کی کچھ کتابیں بھی سپرد کی گئی ہیں۔ خصوصاً تصویر عزا و مجالس خاتون۔ سوانح عمری خلیفہ اول جلد اول وغیرہ۔ جس جس مقام پر وہ پہنچیں وہاں کے ہمدردان اصلاح سے اتنا اس ہے کہ انکی مدد کر کے ہمیں شکر گزار کر سوں تاکہ مذکورہ بالا تحفہ کتابیں ہر شعبہ کے پائلان سے پہنچ سکیں اور محصول ڈاک کے مصارف کثیرہ کا باران پر نہ پڑے۔ سوانح عمری کی دیگر دفتر اصلاح کے مصارف بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ آپ حضرات ان کتابوں کے فروخت کرنے میں مدد کرنا کہ دفتر اصلاح کی خدمات کا حلقہ وسیع ہو۔ اور اصلاح کی اشاعت میں بھی ترقی ہو۔

عزاداری کی حمایت میں دفتر اصلاح کی دلچسپ کتاب تصویر عزا و تصویر عزا پر پاکیزہ سید صاحب خدا کے فضل و کرم سے اس درجہ مقبول ہوئی کہ اسکی مدد و ثنائیں برابر خطوط آنے رہتے ہیں۔ حال میں میرزا محمد حسین صاحب منیر لکھنوی آملیق و مسجد مبارک ریاست پیرو ر ضلع فیض آباد نے لکھا ہے ”بخدمت عالی مرتبت حجت الاسلام ناصر الامتہ الکرام جناب مولانا السید مٹھی حیدر صاحب ممدکم العالی۔ تسلیم عزا و الشہداء کے متعلق کتاب گو من اولہ اے آخرہ میں نے دیکھا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا اپنے بندے کو اپنا کام لینے کے لئے کتنی قوت عطا کر دیتا ہے۔ ہزار ہا مقام سے ثبوت اور تائید اور پھر کمال یہ کہ جتنے شبہات و ایرادات ذہن

مخالف میں آسکتے تھے اُن سب کو وارد کر کے اُن کا جواب انھیں کی کتب سے اور مزید برآں غیر مسلم اکابر کے عبارات غرض مجبوری کا کلمہ یہ ہے کہ خداوند عالم عز اسمہ نے آپ کو محض نفرت و کین کے لئے خلق فرمایا ہے اور جیسا وہ چاہتا ہے ویسا کام آپ سے لے رہا ہے۔“

وقف ہو گا اصلاح کی انتہا پر بروکرم منہل محترم و اعظم شہنشاہِ عالمگیرِ مہاراجہ شاہجہاں علی بادشاہِ عالمگیر

محسنیہ ہو گئی شکر اللہ مساعیہم بحمیلہ نے لکھا ہے۔ "مخرمۃ حامی مذہب حق قوم حضرت علامہ دوران مجلسی وان مخرزادی در شکر الی المودن اللہ الاکبر جناب مولانا دسید نالمولوی السید علی حیدر صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ۔ عرض ہے کہ جو محبت و خلوص اس خاکسار کو جناب سے اور پرچہ اصلاح سے ہے وہ خدا جانتا ہے یوں تو بہت سے پرچے ابھار دیے ہفتہ وار ہیں مگر جو ٹھوس مذہبی دقوی خدمت اصلاح نے پیش کی ہے اس کا مثل نہیں ہو سکتا۔ لکھنے والے بہت ہیں مگر سب کے ہاتھ میں وہ قلم قدرت نے نہیں دیا ہے جو آپ کے والد مرحوم حضرت خاتم المحققین سید کلین قاسم المنکرات والبدعات محقق الاحادیث والآیات طیب البزراہ و جمل اعلیٰ علیین مشواہ کے ہاتھ میں تھا جس کے صحیح معنوں میں آپ اسٹ ہوئے ہیں۔ پروردگار عالم آپکی ذات قدسی صفات کو تمام شیعیان عالم کے سروں پر قائم و دائم رکھے کہ یہ فیوض و برکات بحال جاری و ساری رہیں۔ آمین آمین۔ یہ خاکپاے قوم جب سے ہو گئی امام باطلہ میں یا اسی وقت سے خیال میں تھا کہ اصلاح کے لئے وقف محسنیہ سے ایک معقول گرانٹ سالانہ مقرر کرے۔ افسوس جو کہ دو سال تک اس خواب کی تعبیر میں حاصل نہ کر سکا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کل شب کے بیٹ میٹنگ میں میں نے پرنسز و تحریک کی کہ اصلاح کے لئے ایک سالانہ گرانٹ ساٹھ روپیہ کا مقرر کیا جائے نیز اصلاح کی خدمات کا ایک منسل تبصہ کیا۔ الحمد للہ میری تحریک منظور ہوئی اور مبلغ ساٹھ لاکھ سالانہ گرانٹ مستقل منظور ہو گیا۔ جناب میر الطاف حسین صاحب ممبر کمیٹی انتظامیہ نے میری پر جوش تائید کی اور متفقہ طور سے گرانٹ منظور ہوا۔

فلہ الحمد ولہ الشکر۔ یہ بہترین معروف وقف کے پیسہ کا ہوا۔ انتہی

۱۵۔ عباد اللہ جنہاں میر الطاف حسین صاحب سیٹھی گنج کلکتہ جوہ سال سے اصلاح کی قابل قدر اعانت کرتے رہے ہیں اور اسی قدر مدد کی کہ اسی وقت سے آپ عباد اللہ اصلاح قرار پائے۔ مدد و روح بھی وقفِ عمنیہ ہو گئی کے ٹرسٹی ہیں اور وقف کی اصلاح میں بڑی جدوجہد کر رہے ہیں۔ خدا ان حضرات کو ہر طرح کامیاب کرے ۱۲۔ میر اصلاح

اس اعانت پر جملہ ٹریشیان وقف محسنیہ ہو گئی کا مومن اور برادر ممتولی صاحب نیز مکرنا جناب میر
الطاف حسین صاحب م توفیقاً تھا کا خصوصاً نہایت تباک سے شکر یہ ادا کرتے ہوئے ہم اپنی کمزور اور
مظلوم قوم شیعہ کو بھی مبارکباد دیتے ہیں کہ مدت دراز کے بعد اب انکی بہترین قومی جائیداد شاداب ہوتی نظر
آ رہی ہے۔ جناب لوی اجماع حسین صاحب بہت بڑے غم غوار قوم ہیں اور دینی خدمات کے لئے جہیز میں دل
و دماغ پایا ہے۔ عربی علوم کے زبردست عالم اور علوم جدیدہ کے قابل قدر ڈاکٹر ہیں۔ خدا کے فضل سے
عمل بھی نہایت موزوں بلکہ قابل فخر ہے۔ اب موصوف کافر ہے کہ اپنے کو اس وقف کی اصلاح میں وقف کر دے
تاکہ جناب خانہاد سید محمد حسین صاحب ق مروج نے وقف منصب میرٹھ کو جس طرح درست کیا اس سے کچھ
وجہ زیادہ آپ وقف محسنیہ کی کامیاب نشاندار بلکہ قابل فخر اصلاح کر سکیں۔ ابراہیم جہاد وافی سبیل اللہ پر
عمل کیجئے خدا ضرور آپکی مدد کرے گا۔ آپکا اولین فرض ہے کہ وقف محسنیہ کی کل آمدنی اور خرچ کا پتہ لگائیے اور
خرچ کی ایک فہرست مرتب کر کے کل شیعہ علماء و مجتہدین ہندوستان و عراق سے استفتاء کیجئے کہ یہ مصارف
مجمع ہیں یا باطل۔ پھر جن مصارف کے باطل ہونے کا فتوے وہ حضرات دیں ان سب کو باقاعدہ مگر بعنوان
اصلاح موقوف کرانے کی کوشش بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کئے جائیے۔ بیشک اس راہ میں ہزاروں خط
ہیں اور قدم قدم پر ہلکے پیش آئینگے مگر آپ اپنے کلائخافون و مومۃ لا تم کا مصداق کر دکھائیے اور جس طرح
لاکھوں روپیہ سالانہ کی ذاتی جائیداد بچانے کے لئے کوئی شخص اپنا سب کچھ ختم کر دیتا اور پوری کونسل تک
کی کوشش سے باز نہیں آتا ہے آپ بھی اس دینی مال۔ ملی دولت اور قیمتی جائیداد کو جمع مصرف کی راہ میں
لگانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیجئے اور جس غرض (یعنی خدمت دین و ایمان و حمایت مومنین) کے لئے
آغا محسن مروج نے اس جائیداد کو وقف کیا تھا اس کو پوری کر دکھائیے۔ اور جناب میرٹھ کے اس قول کو پیش نظر
رکھئے تنزل الجبال ولا تنزل۔ بعض علی ناجذ۔ اعلیٰ اللہ تعالیٰ۔ تدانی الارض
قدمک۔ ارم بصرات اقصد القوم۔ وغض بصرات واعلم ان النصر من عند اللہ
اشاعتہ اصلاح میں تاخیر میں اس التماس ہے کہ ہر ماہ ۲۲ صفحہ کا مضمون سوانح عمری خلیفہ اول لکھنا
بڑی محنت اور دقت کا کام ہے۔ اگر آپ حضرات چاہتے ہیں کہ سوانح عمری پوری تحقیق اور جامعیت سے مکمل ہو
جائے تو تاخیر کے عیب نظر انداز کیجئے۔ اخباری مضامین تو گھنٹہ بھر میں بہت کچھ لکھے جاسکتے ہیں
لیکن سوانح عمری کے مضامین میں اتنی ریاضت کرنی ہوتی ہے کہ ایک ایک مضمون کا حوالہ کتابت و نسخہ و حوٹ ہفتے
ہوئے دن دن بھر صرف ہو جاتا ہے۔ پس دیر آید درست آید پر آپ حضرات نظر رکھیں

حضرت عمرؓ کی سیاسی حیاتی

حضرت عمرؓ کو بھی پیغمبرؐ کو جو اس کہتے ہیں اور کبھی خود بدحواس بن جاتے ہیں سیاست بہت اچھی چیز ہے اگر سیاست سے مراد حسن تدبیر اور اخلاقی تعلیم ہو۔ دنیا کے وسیع کی تمام ترقیوں کے مقابلہ میں ہم جن اصول کی ترویج ضروری سمجھتے ہیں وہ اصول اخلاق ہے۔ سیاست سے اگر تباہی اور حیلہ بازی، مکر، خدیوہ، دیسہ اور دہل ہے تو پھر سیاست وہ شے ہے جس سے انسان مسلم پرستار حق و صداقت کی روح کا پتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج سیاست کو جس معنی سے سراہا جا رہا ہے وہ سیاست یہی ہے جسے حضرت علیؓ ”نکرا“ اور ”شیطنیت“ کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بڑا سیاست ہے یعنی مقصد کے لئے وہ قسم کے وسائل کا استعمال جائز سمجھتا ہے نہ وہ اخلاق سے مرعوب ہوتا ہے اور نہ شرع اسے جبراً کٹی ہے اور نہ عقل و ضمیر کے قابو میں آتا ہے۔ اس معنی سے سیاست ”ڈپلومیسی“، ”تزییر جمل“، فریب، غداری، غیر فروشی، کذب، جھڈکائی، بے وفائی اور ہر طرح کی بدحاشی کی مراد ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سیاست سے رسولؐ کی آخری وصیت کو اس لئے پورا نہیں ہونے دیا کہ امت اسے قبول نہ کرتی اس کو یوں بھی ادا کیا جاتا ہے کہ رسولؐ نے جب وفات سے تین دن پہلے قلم دوتا طلب کیا تو حضرت عمرؓ نے تجسس سے کہا کہ آنحضرتؐ کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔

حاضرین میں سے بعض نے کہا کہ رسول اللہؐ یہی باتیں کر رہے ہیں۔ روایت میں بھی کالفاظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کے اسل رسالہ کو ہذیان کہا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ مسئلہ چھیڑا گیا کہ پیغمبرؐ سے ہذیان ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ ہذیان انسانی عواض میں سے ہے آنحضرتؐ کم و بیش ۱۳ یوم بیمار رہے۔ مسلم و بخاری کے موافق قلم و دوات کا واقعہ پنجشنبہ کا ہے لیکن کوئی واقعہ حضرتؓ کے اختلال حواس کا (معاذ اللہ) اس مدت میں نہیں ملتا۔ یہ روایت صحیح بخاری میں سات طریقوں سے مروی ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ اس کے راوی ہیں۔ علامہ قرطبیؒ اس (بدترین اور بیہودہ) حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں اور ان کو اس تاویل پر ناز ہے کہ لوگوں نے ”ہجر“ کا استعمال حضرتؓ کی شان میں انکار و استہجاب کے طور پر کیا تھا۔ یعنی حضورؐ کے حکم کی تعمیل کرنا چاہئے۔ خدا خواستہ حضرتؓ کا قول ہذیان تو نہیں کہ ہر ملکی عاصی کا کیا جائے۔ لیکن بخاری و مسلم کی بعض روایتوں میں ایسے صاف الفاظ ہیں جن میں اس تاویل کی گنجائش نہیں۔ مثلاً ہجر ہجر (دو بار) ان رسول اللہؐ ہجر (مسلم

بعض نکتہ خوں نے یہ نکتہ افرینی کی ہے کہ رسول اللہ لکھنا نہیں جانتے تھے اس لئے آپ کا فرمانا کہ میں لکھ دوں ہذیان کا قرینہ تھا (باختصار از الفاروق شبلی ص ۳ جلد ۱ طبع دہلی ۱۸۹۶ء) بہر حال ہمارا مقصد اس واقعہ کے پیش کرنے سے صرف یہ ہے کہ ضرورت کے لئے حضرت عمرؓ کی عقل کا استعمال و عقل کا ماحول رسول المسلمین اور بنی العقل اور امام الفہم حضرت خاتم الکالات پروردگار اسی اور اختلال و باغ کا بہتان رکھتے ہیں۔ تم نے حضرت عمرؓ کی پالیسی دیکھی کہ رسولؐ کی حیات میں وہ رسولؐ کو بدحواس اور یادہ گونا گونا بہتے ہیں۔ میرے ساتھ چند دقیقہ اور گزروں میں ایک اور دیکھیں حضرت عمرؓ کی سیاست کا دکھاتا ہوں۔ رسولؐ کی وفات ہو گئی۔

حضرت عمرؓ اس قدر برا فروختہ ہوئے کہ مسجد نبویؐ میں جا کر اعلان کیا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی اس کو قتل کر دو گا لیکن قرائن اس بات کی تصدیق نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک حکم مدنیہ میں کثرت سے منافقین کا گردہ موجود تھا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرتؐ کی وفات کا منتظر تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے مصلحتاً اس خبر کے پھیلنے کو روکا ہو گا۔ اس واقعہ نے روایتوں کے تغیرات سے مختلف صورت اختیار کر لی ہے لیکن شکل یہ ہے صحیح بخاری و دیگر میں اس قسم کی تصریحات موجود ہیں جو ہمارے قیاس سے مطابق نہیں ہو سکتیں (الفاروق شبلی ص ۳ جلد ۱) عبارت بالا مولانا شبلی کے زور قلم کے باوجود مبنی کی غفلت کو نہ دھو سکی۔ اس دوسری روایت میں تم نے پڑھا کہ حضرت عمرؓ ضرورت کے لئے خود بدحواس بن جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا مقصد اس اظہار بدحواسی سے یہ تھا کہ آپؐ بھیجا ہوا آدمی حضرت ابو بکرؓ کا مقام ”سخ“ میں پہنچ جائے اور حضرت ابو بکرؓ جلد سے جلد مدنیہ میں پہنچ جائیں۔ درحقیقت یہ بدحواسی صحیحہ کیلئے جو اس کو حضرت عمرؓ نے مقصد براری کا وسیلہ قرار دیا تھا جب تک تلے چمکتے رہیں گے جب تک نیلیوں آسمان قوس قزح کی فلمیں دکھایا کریگا جب تک مین گلاب کے پھول کا دامن اپنے دل کے لمبے خون سے رنگا کرے گی جب تک آفتاب کی شعاعوں میں فندہ ہے اور زمین کے ذروں میں تالیش ہے۔ جب تک صحراؤں میں آندھیاں خشن خاشاک کے قافلوں کو انقلابات کے تماشے دکھایا کرے گی۔ جب تک دریا کی موجیں غیظ آلود آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کائنات کو دیکھا کرے گی۔ عقل فہم ہوش و خرد علم و حکمت کی دنیا حضرت عمرؓ اس فعل پر ہنسیگی۔ تاویل تعریف۔ تحریف اور تدابیر کے تمام اعضا شل ہو گئے۔ آنکھ وادوں کے لئے مسئلہ صبح کے تڑکے سے زیادہ روشن ہے۔ دنیا عقل اور علم کی زبان سے کہہ رہی ہے اور کہی کہ حضرت عمرؓ عریب سیاست باز انسان تھے۔ وہ سیاست کے کھیل کھیلنے کے لئے کبھی انسانوں کے حسن و عظم

اور اخلاق و فضائل کے مروج اکر کر جو اس بناتے ہیں اور کبھی خود ضرورت کے وقت جیاس بن جاتے ہیں۔ ہم نے علم الاخلاق کی بہت سی قدیم و جدید کتابیں پڑھی ہیں۔ ہم نے علم الیاسات کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ ہم کو تجوسیت، احادیث، زندقہ کسی مذہب میں اس سیاست عمریہ کی تاویل نہیں ملتی۔ اچھی حضرت عمر دنیا کے ایک نرالی انسان تھے۔ وہ دنیا میں اپنے انھیں شاہکاروں کی وجہ سے ایک ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔ حضرت عمر کی یہ سیاسی جو اسی تاریخ عالم میں ضرب المثل بن کر رہیگا اور یہ واقعہ پہلی مثال ہوگا جس نے جو اسی سے اس قدر فائدہ اٹھایا کبھی دوسرے کو جو اس ثابت کیا کبھی خود جو اس بن گئے۔

نوٹ:- جو شخص ناظرین اصلاح میں سے حضرت عمر کی سیاسی جو اسی عنوان مقرر کر کے رسول پر اتہام بدعویٰ اور خود حضرت عمر کے اتہام جو اسی کو موقوف حوالوں کے ماتحت رنگیں اور پر لطف عبارت میں ایک مضمون اصلاح کے کم از کم چار درقوں میں شائع کرایگا میں اس کی خدمت میں ایک کتاب ہدیہ پیش کروں گا۔ محمد علی غازی پوری

اسد اللہ سردار دو عالم کے برادر یہ ہیں۔ بنیت شہر دارین کے شوہر یہ ہیں
سیدنا لغا چھوڑا نہ کبھی حق و صدا جس نے۔ وہ شیر خدا حیدر و صفا یہ ہیں

صاحب گنج سوارف نکتہ دان مرتضیٰ
واقف ریز ولایت رتبہ دان مرتضیٰ
کیسے کیسے فتنہ ہائے رہنریاں اٹھے
صاحب زہد و ریاضت تارک لذات نفس
مرحبا پہونچی کہاں تک بوئے گل ہاگال
لافتہ الاعلیٰ کا قول ہے بالکل درست
کعبہ راہ طریقت قبلہ صاحبات خلق
جب بنے حسنین سردار جوان بہشت
گلشن عالم تصدق روضہ رضوان نثار
دیکھئے میرے سر شوریدہ کی پھر بے کلی
تشنہ کا مان حقیقت کی بجائے کیونکر پیاس
اگر گیا دونوں جہاں میں نام کس عرت ساتھ

مالک گلزار رضوان مدح خوان مرتضیٰ
رہرور اہدایت طالبان مرتضیٰ
راستہ بھولانہ پھر بھی کاروان مرتضیٰ
خلعتہ ظہیرے شایان شان مرتضیٰ
ببل سدرہ نشیں ہے مدح خوان مرتضیٰ
کب ہوا کوئی شجاعت میں بسان مرتضیٰ
ہے نظر میں عارفوں کے آستان مرتضیٰ
باغ جنت کیوں نہ بن جاتا مکان مرتضیٰ
مرحبایہ تازگی بوستان مرتضیٰ
مل تو جائے پہلے سنگ آستان مرتضیٰ
لے رہا ہے پھر میں بحر بے کران مرتضیٰ
فقر والا معجز والا حسندان مرتضیٰ

شکا آواز نہ ہو | درخت چوکو پیسہ نہ دے | سید اہل بچاں جسکو بنا یادہ حسین
 ہاں کہ تھا حلقوم جسکا سوسہ مقلطے | دل بھاتی تھی بنی کامیے بچوں کی ادا
 جسکی ہستی مردک تھی چشم حیدر کے لئے | ایک سرور جاوداں قلب پیمبر کے لئے
 فاطمہ کی زندگانی اور بازو حسن | وہ حسین بن علی نامہ دم یا سس دغین
 آ کے دیکھو کر ہلا کے دشت ہیتناک میں | آج آفشتہ نظر آتا ہے خون اور خاک میں
 دے رہا ہے دیدہ دنیا کو عبرت کا سبق | صاحبانِ عشق کو معراجِ الفت کا سبق
 فطرتِ اعلیٰ سے درسِ زندگی حاصل کرو | پر تو خورشید سے تابندگی حاصل کرو
 (منقول از اخبار الانجم لکھنؤ ۱۱ اپریل ۱۹۳۶ء روزنامہ میں اسی اخبار نقل کی گئیں،
 ۱۲ مئی ۱۹۳۶ء مطابق اربعہ ۱۵ شوال ۱۳۵۵ء کو لکھنؤ میں جلد مذاہب کی بڑی کانفرنس
 اچھوت لکھنؤ | ہوئی جس میں مختلف مذہبی لیڈروں نے اپنے مذاہب کی خوبیاں بیان کر کے اچھوتوں
 کو اپنے میں ملائی کی کوشش کی مگر عملی کامیابی کسی کو بھی نہیں ہوئی۔ بس شستہ دگنندہ و برہمن استند۔
 حضراتِ اہلسنت کے زبردست پیشوا جناب مولوی صبغتہ اللہ صاحب نے اچھوتوں نے اسلامی مساوات بیان
 کرنے میں کہا کہ "اگر اچھوت مسلمان ہو جائیں تو ہم ابھی انکا جھوٹا کھانا کھائیں اور پانی پیئیں"۔ مگر ہمدردان
 اہلسنت تو یوں بھی مشرکوں کے جھوٹے کھانے پانی کو حلال طیب و طہر سمجھتے ہیں اور انامالشر کو نجس
 کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ پھر اس شرط کی کیا ضرورت تھی؟ آپ نے یہ بھی کہا کہ "اگر آپ لوگوں کو
 شادی کی ضرورت ہو تو فرنگی محل کے خاندان کی لڑکیاں موجود ہیں" گو یا تبدیلِ مذہب کے لئے لڑکیاں تک
 پیش کر دی گئیں! مگر معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے اپنی ان لڑکیوں سے پوچھ کر یہ بات کہی یا اپنی طرف سے
 تجویز کی۔ اگر ایسا تو چھے کہا تو ان کا نکاح ان اچھوتوں سے جائز نہ ہوگا؟ کیا اسلام نے زبردستی نکاح کر دینے
 کی اجازت دی ہے؟ اور اگر انھوں نے خود ہی خواہش کی اور آپ کو وکیل بنا کر بھیجا تھا تو آپ کے صاف کہنا
 چاہئے تھا کہ ہماری لڑکیوں نے بھی آپ لوگوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ آپ کی خدمت کے لئے ہم صنفِ نازک
 بھی حاضر ہیں۔ لیکن اگر وہ پوچھ بیٹھتے کہ آپ لوگ جب دہائیوں کو اپنی مسجدوں میں نماز نہیں پڑھتے دیتے
 ان کو آئین بالجمہر نہیں کہنے دیتے۔ ان کو قراءت فاتحہ خلف الامام نہیں کرنے دیتے تو آپ ہم لوگوں کے ساتھ
 کیا سب بڑا ذکر کریں گے۔ اسی طرح جب اہل حضراتِ حنفی بھائیوں کی عزاداری کو برداشت نہیں کرتے
 تھریہ پر نظر کرنے سے انکی بڑی تک کو ان کے لئے حرام کر دیتے ہیں تو وہ مسلم حضرات کے ساتھ کیا نسبت
 کو رادہ دینگے اور کچھ نہ دے گی۔ تب آپ کیا جواب دیتے؟ یا اب کیا کر سکتے ہیں؟

مستحق خلافت کون ہے؟

(ربط کے لئے اصلاح محرم ۱۴۳۵ھ ملاحظہ ہو)

قولہ | اگر خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ایک سچا راہنما ہیں۔
اقول | ان کے حالات زندگی دیکھنے سے اسکا بھی ثبوت نہیں ملتا کہ حضور اکرم کو خدا کا فرستادہ سچا نبی سمجھتے ہوں۔

قولہ | اور اپنی صداقت کے ثبوت میں نبی حیات کے آخری سکون تک عشق رسول کا...
اقول | زبانی اور صرف زبانی۔

قولہ | دم بھرتے رہے۔
اقول | انکی صداقت اور عشق کی کیفیت کچھ بھی معلوم ہو چکی اور کچھ صلح حدیبیہ میں حضور اکرم کی نزول میں شک کرنے سے اور حضور اکرم کے مرض الموت کے زمانہ میں تخلف کرنے سے حمیش اسامہ کے اوّل قتل غلب علیہ الجمع اور ان الرجال لیجھ کہنے سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔

قولہ | اپنی فوجوں تحت جگر صاحبان دیوں کو ان کے جلال و دواج میں دیدیتے ہیں۔

اقول | اس سے کون سی فضیلت ثابت ہوئی۔ یہ سلسلہ تو سلف سے آج تک جاری ہے کہ دنیوی مفاد کے لئے لوگ نبی بیٹیاں مرا و رؤسا و قوم اور شاہی محلات میں داخل کیا کرتے ہیں اگر انہوں نے بھی اپنے مفاد کے لئے ایسا کیا تو کون سی بڑی بات ہے جب خدا نے ترکیاں دیں تھیں تو کسی نہ کسی کے سر تن پر ضروری تھا رسول اللہ کے سر تن پر پاؤں نہ امیں کی دینی خدمت ہے نہ رسول اکرم کی ہمدردی بلکہ جو کیا وہ اپنے اغراض و مفاد کے لئے کیا۔ پھر اگر دونوں صاحبان دیوں کے صفات و کردار پر نظر کی جائے اور ان دونوں نے جو سلوک رسول سے یا آپ کی اولاد سے کیا اس کے اسباب کی جستجو کی جائے تو ان کے والدین کی پوزیشن بعد اسلام بھی نازک سے نازک تر ہو جاتی ہے جو ارباب دانش و بینش کے لئے محتاج تشریح و توضیح نہیں ہے کہ ان تنوہا الی اللہ فقد صنعت قلوبنا آہ انھیں دونوں کی شان میں نازل ہوئی جس سے انکی صفات و کردار پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ البتہ یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جب ان صاحبان دیوں میں کوئی ذاتی یا نسبی شرافت نہ تھی تو حضور اکرم نے قبول ہی کیوں کیا اسکی

وجہ وہ حضرات اہل طریح سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے فلسفہ اسلام اور اسکے قبل کے حالات پر اطمینان قلب غور کیا ہو۔ تاریخ دیکھنے والے اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ زائد جاہلیت میں شرافت نسبی اور عالی خاندانی مایہ ناز اور وجہ تفاخر سمجھی جاتی تھی اور یہ حد اعتدال تک یقیناً محدود ہے۔ مگر عرب جاہلیت اعتدال سے بہت اگے بڑھ گئے تھے اور اس کے مقابل اخلاق و صفات ذاتی چند ان قابل وقت نہ تھے۔ عرب اسلام میں اس قدر سختی سے پابند تھے کہ جنگ جہاد میں بھی اسکا لحاظ رکھتے تھے اور کوئی عالی نسب بہادر و ذی النسب پہلوان سے جنگ کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا اور اس کا قتل کرنا اور اس کے ہاتھ سے مارا جانا دونوں حد درجہ عار و ننگ سمجھا جاتا تھا چاہے ایک شادی بیاہ۔ اس میں تو ایک نئے سرے کا کفو ہونا ضروری و بسا ضروری تھا۔ اسلام چونکہ راہ مستقیم کا نام ہے۔ اس نے کبھی کسی جگہ افراط و تفریط کو پسند نہیں کیا اور ہم در و راج میں بھی اعتدال کو قائم رکھا اور حسب نسب کے مقابل افعال و اخلاق ذاتی پر زیادہ زور دیا ان اکہم عنہا اللہ اعلم اس کے قواعد و ضوابط اسلام نے تعلیم کئے اور جہاں ضرورت داعی ہوئی ہادی اسلام نے عمل کر کے بتایا چنانچہ حقوق زوجین۔ ان کے مراتب ان کے صفات کی حدیں بھی اعلیٰ وجہ الاتم بیان کر دیں کہ مرد مسلم خواہ کتنا ہی عالی خاندان اور صفات حمیدہ کا جامع ہو اور عورت کتنی ہی پست و ذی النسب صفات حمیدہ سے عاری ہو۔ مگر کلمہ شہادتین پڑھنے کے بعد دونوں میں ازدواجی رشتہ قائم ہو سکتا ہے۔ اس شکل و صورت کا ازدواجی رشتہ زمانہ جاہلیت میں انتہائی ناپسندیدہ اور غیر مروج تھا اور اسلام اس کو اس وجہ سے توڑنا چاہتا تھا کہ اس خدو خال کی عورتوں کو اپنے جذبات منفی کے پورا کرنے میں کسی نامناسب راہ روی کی طرف مائل نہ ہونا پڑے۔ لہذا ان وطبیاع ناس کا لحاظ کرتے ہوئے خلاق عالم نے اس ازدواجی رشتہ کے لئے صرف زبانی حکم کو کافی نہ سمجھا بلکہ مشیت ایزدی داعی ہوئی کہ ہمارا رسول اس پر عمل کر کے اپنی انکساری توابع بے نفسی کا اسوہ حسنہ قیامت تک کے لئے قائم کر دے۔ شاید اسی وجہ سے شریعت اسلام نے اولاد کے حق میں باپ کے نسب معتبر قرار دیا ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ تعادل و تواضع کا بھی فلسفہ ہو۔ کچھ دونوں صاحبزادیوں کے محل سرا رسول میں داخل کر لینے میں یہ فلسفہ مضمر ہے جس پر برتری متنازعہ کر رہے ہیں۔

قولہ اس کے ایک ایک اشارے پر کٹھ پتلیوں کی طرح ناپتے ہیں۔

اقول جس کا ثبوت مختلف غزوات میں میدان جنگ چھوڑ کر دیا۔ اور رسول اللہ کے پکارنے پر ملے گئے بھی نہ دیکھا۔ اذ تصعدون ولا تلون علی احد والرسول یدعوکم فی آخر یکمہ اس وقت کو یاد کرو جب تم پہاڑ پر بھاگے جا رہے تھے۔ اور رسول تمہارے پیچھے کھڑے ہوئے تم کو بلائے تھے۔ مگر تم کسی کو پلٹ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ یہاں ہم بزمی صاحب کی تہذیب شائستگی کی داد دیتے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انھوں نے اپنے دو مایہ ناز خلیفہ کے لئے کیسا پیارا اور خوبصورت نفاذ (دناچے) استعمال فرمایا۔

قولہ اس کے حکم کے سامنے اپنی ساری دھن دولت لٹا دیتے ہیں۔

اقول یہ وہ مسلوب المعانی الفاظ ہیں کہ جس کا ثبوت دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتا۔ اور اگر کچھ ثبوت ملتا ہے تو اس کا کہ ان دونوں سخاوت شعار ہستیوں نے کبھی ایک ہی سبب بھی راہ خدا و رسول میں صرف نہیں کیا۔ چنانچہ جب رسول کریم صحابہ کی فضول دے فائدہ باتوں سے پریشان ہوئے تو آیہ بخونی کا نزول ہوا کہ کچھ تصدق دیکر بنی کریم سے باتیں کیا کرو۔ اس میں درہم و دینار کی قید نہ تھی بلکہ کم سے کم رقم میں بھی آیت کی تعمیل ہو سکتی تھی۔ مگر میدان جنگ کی طرح دوبار رسول بھی خالی ہو گیا۔ اور سوائے حضرت علی کسی نے بھی آیت پر عمل نہیں کیا۔ ہجرت کے موقع پر حضرت ابو بکر نے ایک ناقہ رسول کریم کے ہاتھ پچا اور پانچ سو یا سات سو درہم کا فائدہ اٹھایا (درج جلد اول ص ۵۳)۔

قولہ اغضنک وہ سب کچھ کرتے ہیں جو ایک جا فروش کو کرنا چاہئے۔

اقول سب کچھ کے ہر ہر جز کی حقیقت اور تفصیل سے بیان کر چکے۔ فلیرجع الیہ

قولہ لیکن اسکے باوجود بھی اگر وہ رسول کی بارگاہ میں

اقول یعنی جب تاریخ میں انکی کوئی خضیلت ثابت نہیں تو اس کے باوجود بھی لوگ ان کو بارگاہ رسول میں باوقفت سمجھیں تو یہ مریدوں کا صرف حسن ظن نہیں بلکہ رسول کریم پر اہتمام بھی ہے۔

قولہ صرف اس لئے

اقول صرف صفات حمیدہ سے عاری ہونے کی وجہ سے رسول کی

قولہ نظروں سے گمے ہوئے ہیں

اقول نہ اس وجہ سے

قولہ کہ ان کے مقابلہ میں رسول کا چچیرا بھائی اور ان کا داماد ہے تو پھر اس کا نام متعصب اعز بہتی

اقول کیونکر ہو سکتا ہے۔

قول تاریخ اسلامی کا ہر اسٹوڈنٹ جانتا ہے۔

اقول جاننے والے تو سب کچھ جانتے ہیں مگر خدا کرے بڑی صاحب بھی جانیں۔

قول کہ بنی کریم کی ذات گرامی اس قسم کی تنگ نظریوں کا بہت بلند ہے۔

اقول اس قسم کی تخصیص کی ضرورت نہیں بلکہ ہر قسم کی تنگ نظری سے رسول کریم کی ذات بہت بلند ہے۔

قول اب ہم بحث کے اس رخ کی طرف آتے ہیں جہاں یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرت علی تمام صحابہ سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے۔

اقول اللہ شوق سے تشریف لائے مگر ثبات قدم کے ساتھ آئیے۔ جناب لا تو بحث شروع ہونے

سے پہلے پہلو بدل کر ہوا کے رخ تشریف لیجاتے ہیں۔ یہ نہ کوئی بہادری ہے نہ مروت و اخلاق۔ مرید بنے اور ہم کسی موضوع پر بحث کر لیجئے۔ شکست ہو تو ہو جان کا خطرہ نہیں ہے۔

قول اس حقیقت کو بے لوث تحقیقی نگاہ سے جانچنے کے لئے ایک بہترین طریقہ ہو سکتا ہے کہ

اقول تاریخ کی ورق گردانی کیجائے اور یہ دیکھا جائے کہ رسول کریم نے اپنی خلافت کے لئے کس کو

نامزد فرمایا جس کو رسول کریم نے خلافت کے لئے نامزد فرمایا ہو اس سے زیادہ کوئی مستحق خلافت

نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم کے فعل و قول کے مقابلہ میں مشرقین یورپ کی رائے کوئی وقت نہیں بگتی

اس لئے کہ خلافت و امامت صرف ملکی سیاست کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق دین و دنیا دونوں سے

ہے جس کو خود بڑی صاحب بڑے شدید سے تسلیم کر چکے ہیں (اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ

بنی کریم کی سب سے بڑی حیثیت ایک اخلاقی مودب کی ہے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں لئے جاسکتے

کہ آپ کی اس حیثیت سے سیاست ملکی خارج ہے (رسالہ نگار ص ۵) جب بڑی صاحب کو بنی کریم کی یہ

حیثیت تسلیم ہے تو آپ کا جانشین بھی اسی حیثیت کا ہونا لازم و ضروری ہے۔ ایسی حالت میں مشرقین

یورپ کی رائے کیا مفید ہو سکتی ہے۔ خصوصاً جبکہ اسلامی سیاست اور یورپ کی سیاست میں فرق

اور دونوں کا طبع نظر ایک دوسرے سے جدا گانہ ہو۔ نیز اس وجہ سے کہ اگر ان کی رائے کا ماخذ تو تاریخ و میر

و غیرہ ہیں جو ہمارے پاس بھی موجود ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے دل و دماغ کو مسئلہ کر کے ان کی رائے

پر بلا دلیل اعتما د کریں اور وہ دن کو رات اور رات کو دن کہیں تو ہم سر تسلیم ان کے سامنے خم کر دیں

تاہم اگر بڑی صاحب رسول کریم کے قول و فعل پر ایمان نہ رکھتے ہوں اور صرف متعین یورپ کی رائے

پر ایمان کا انحصار ہو تو ان کی رائے بھی پیش کر دی جائیگی۔ بہر کیف تاریخ و سیر و تقاسیر سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جبکہ یہ اندویشیں ہلاک قرین کا نزول ہوا تو حضور اکرم نے دعوت قریش کی بنا کی اور اس دعوت کا تمام انتظام علی رضیؑ کے سپرد فرمایا۔ آپؐ موافق حکم بنوی تھوڑا کھانا۔ ایک لان ایک کتا شیر فراہم کر کے قریش کے چالیس آدمیوں کو جمع کیا جنہیں آپؐ کے چچا ابوطالب محمد عباس بھی شامل تھے کھانا اگرچہ ایک ہی شخص کے موافق تھا لیکن یہ ایک معجزہ تھا کہ عرب کے چالیس آدمی خوب سیر ہو گئے۔ یہ کھانے کے بعد رسول کریمؐ نے اسلام پر تقریر کرنا چاہی لیکن ابولہب کی مخالفت نے تقریر کرنے والے رسولؐ کو تقریر کرنے کا موقع نہ دیا اور آپؐ کے ایسے نمایاں معجزہ کو سحر کہہ کر جمع کو منتشر کر دیا۔ علی رضیؑ نے حکم رسولؐ دوسرے روز پھر ویسا ہی سامان ہیا فرا کر دو بارہ لوگوں کو جمع کیا جب سب گ گھانے سے فارغ ہو گئے تو آنحضرتؐ نے ارشاد کیا کہ میرے خیال میں تو کوئی ایسا شخص عرب میں نہیں ہے جو مجھ سے بہتر چیزیں اپنی قوم میں لایا ہو۔ میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی لیکر آیا ہوں مجھ کو خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کو اس راہ پر لگا دوں لہذا تم لوگوں میں کون ایسا شخص ہے جو اسلام تبلیغ میں میرا ہاتھ بٹا کر میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا جانشین و خلیفہ تم لوگوں میں ہو (اس جلسہ میں صرف دو کام آپؐ کے ٹوٹا خاطر ہیں۔ ایک تبلیغ اسلام۔ دوسرا انتخاب خلیفہ) یہ قابلِ نگاہ حقیقت ہے کہ اہل دنیا کے اعتقادات فاسدہ اور انکی خواہشات نفسانہ کے خلاف کسی کام کے آغاز کرنے میں بڑی بڑی مصیبتوں کے پہاڑ اور انواع و اقسام کی قیامت خیز مصلحتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اپنا ویگانہ ہر شخص ساتھ چھوڑنا کیسا جانی دشمن ہو جاتا ہے۔ ایسے سخت مشکل کام کے بانی کے لئے جیسے دل و دماغ کی ضرورت ہے ویسے ہی دل و دماغ کی اس کے شریکِ معین کے لئے حاجت ہے۔ کیونکہ زمانہ کی سرد و گرم ہوا کا تحمل کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ قریش کے جہاں ندیدہ اور تجربہ کار سب کے سب جمع تھے مگر کسی کو لبیک کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بجز ایک عمر لاڈ لاگر شہرِ ول مستقل مزاج۔ قول کا دعویٰ۔ باہمت۔ جسکی گردن میں رسول اللہؐ کا خون دوڑ رہا تھا۔ جسکی دماغ جسکی ظاہر و باطن رسول اللہؐ کا ظاہر و باطن تھا دیا علیؑ لحدِ لمحی ہو گیا وہی وہاں دھڑ دھڑ من سادھی دسیر تانق من سادھی تی و علانیتنق من علانیتنق (یابیع اللہ ص ۱۲۲ عبثی۔ بلکہ و نفس رسولؐ تھا) (آیہ مباہلہ) لبیک کہہ کر کھڑا ہو گیا اور عرض کی یا نبی اللہؐ اگر میں ان سب لوگوں میں کم سن ہوں اور بظاہر کمزور لیکن آپؐ کے بوجھ اور ہاتھ بٹانے کے لئے بول جان

سے حاضر ہوں فاخذہ رسول اللہ برقبۃ علی وقال ان هذا اخي ووصیتی وخليفتي فيكم فاسمعوا له واطيعوا ۱۱ تاریخ ابوالفدا۔ جلد اول ص ۱۱۱ و ص ۱۱۲ ماقسطنطنیہ۔ تاریخ کامل جلد ۲۸

پس رسول اللہ نے مسرت و خوشی کے ہاتھوں کو علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں ڈال کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی اور میرا وصی ہے اور تم لوگوں میں یہ میرا جانشین و خلیفہ ہے۔ انکی اطاعت و فرماں برداری کرو۔ اور جو کچھ یہ کہیں اس کو قبول کرو۔ ہم نہیں کر سکتے کہ ایسے سخت وقت میں جبکہ رسول اللہ کا کوئی معین و مددگار نہ ہو اور کفر کی گھنگور گھٹائیں چاروں طرف سے آپ کو گھیرے ہوئے ہوں حضرت علیؓ کی ایک کہنے سے رسول اللہ کے دل کو کتنی قوت ہوئی ہوگی اور آپکی امیدوں میں تازہ روح پھٹک گئی ہوگی۔ دو دل یک شوق و یک گندہ کوہ را۔ یہ تاریخی واقعہ جس طرح حضرت علیؓ کی خلافت پر روشنی ڈال رہا ہے وہ اہل انصاف و بصیرت کے لئے بہت کافی و کافی ہے۔ الفاظ ان هذا اخي ووصیتی وخليفتي فيكم ایسے صاف و صریح ہیں کہ کسی تاویل و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد فاسمعوا له واطيعوا فرمایا حضرت علیؓ کی عصمت کی روشن دلیل ہے۔ کیونکہ اطاعت و فرماں برداری کسی خاص وقت و حالت کے ساتھ مخصوص و مقید نہیں ہے بلکہ عام و مطلق ہے جو بجز معصوم کسی غیر کے لئے سزاوار و موزوں نہیں ہے۔ لہذا اگر لفظ اطیعوا کو جو ترجمان وحی نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے بے قصبی اور انصاف دیکھا جائے تو مثل روز روشن یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؓ کی اخلاقی فضیلت میں دنیا کے کل ترین انسان اور سیاسی حل و عقد میں دنیا کے مہذب ترین خاندانوں میں کیونکہ معصوم سے زیادہ نہ دنیا میں کوئی مہذب فرماں روا ہو سکتا ہے نہ اخلاقی فضیلت میں کمال یا قول اس کے بعد ہمارے سامنے جو چیز ابو بکر و عمر کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کے شرف و فضیلت کا صحیح معیار پیش کر سکتی ہے۔

اقول وہ کلام اللہ اور احادیث رسول ہیں۔ لیکن جو مکہ بزنی صاحب اس میدان وسیع میں نے مدد معین کے لئے کوئی ذرہ بھی نظر نہیں کیا۔ لہذا اپنی شکست کو یقینی جانتے ہوئے اس رزمخوار سے بھی کنارہ کرتے ہیں اور ایک نئی راہ پر قدم رکھتے ہیں۔

قولہ اللہ وودونوں کے عہد خلافت کا مقابلہ ہے۔

اقول ثبت الحدیث ثم افش علیہا۔ پہلے دیوار بنا لیجئے پھر اس پر نقش و نگار اور پیل

جو کچھ جی چاہے بنائے۔ پہلے ان حضرات کی صحیح معنی میں خلافت ثابت کیے پھر مقابلہ کیجئے گا۔
 بالخصوص اسی حالت میں کہ ایک طرف جہل دوسری جانب علم۔ ایک طرف ظلم و جور دوسری طرف
 عدل و انصاف۔ ایک طرف بین دوسری طرف شجاعت ہو۔ لہذا اگر دونوں خلافتوں میں نفی
 و اثبات کا تقابل نہیں ہے تو تقابل تضاد یعنی ہے۔

قول اپنی رزمگاہ کے دو اور میدان تلاش کئے ہیں یعنی ایک یہ کہ آیا خلافت کے مفہوم میں سیاست
 داخل ہے یا نہیں اور دوسرے کہ نبی کریم کے اقوال سے حضرت علی کی بے انتہا فضیلت ثابت ہوتی ہے
اقول پہلا میدان تو بڑی صاحب کا اعتراضی ہے کیونکہ نہ تو ہر نام صاحب نے خلافت سے سیاست
 کو الگ کیا اور نہ کسی شیعوں نے اس کو علیحدہ کیا پھر اپنے خیالی نظریہ کو گھڑی گھڑی کیوں پیش کرتے ہیں
 ہر نام صاحب کا مفہوم غور سے پڑھئے کہ وہ کیا لکھتے ہیں اور آپ کیا سمجھتے ہیں۔ ہر نام صاحب
 لکھتے ہیں ”خلافت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی جانشینی یا قائم مقامی کے ہیں۔ لیکن جانشینی
 کا مفہوم صرف جگہ پر بیٹھ جانا نہیں ہے۔ بلکہ جانشینی بہ حیثیت عہدہ بہ حیثیت منصب حیثیت
 فرائض بہ حیثیت اخلاق و اعمال اور بحیثیت مراتب کمال ہو کرتی ہے۔ ایک شاعر کا جانشین
 شاعر۔ طبیب کا جانشین طبیب۔ قاضی کا جانشین قاضی اور وکیل کا جانشین وکیل ہو کرتا ہے
 ایک شاعر کا جانشین حکیم اور حکیم کی جگہ قاضی اور قاضی کی جگہ وکیل سے پُر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ایک
 ہی نوع میں صنف کے بدلنے سے بھی خصوصیت مختلف ہو جاتی ہے۔ یعنی خود شعرا میں مرثیہ گو کا
 جانشین غزل گو اور غزل گو کا جانشین قصیدہ گو نہیں سمجھا جاسکتا۔ چہ جائیکہ شاعر کی جگہ لوہار اور
 قاضی کی جگہ مہاراجہ جانشین سمجھا جائے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ حقیقتاً وہ ہے جو اپنے
 کمالات اور خصوصیات میں اپنے پیشرو کے کمالات اور خصوصیات کا زیادہ شریک اور حصہ دار
 ہو۔ اگر آپ کی حیثیت صرف ایک بنیاد یا بادشاہ کی ہوتی تو بے شک آپ کی خلافت کے لئے ایک
 بادشاہ ہونے کی حیثیت کافی تھی اور جو کوئی آپ کا حلیف مقرر کر دیا جاتا کسی کو اعتراض کا حق نہ تھا
 لیکن اگر رسول کی حیثیت صرف ایک بادشاہ کی تھی تو بلا مسلم روحانی ہونے کی خصوصیت بھی آپ
 پائی جاتی تھی تو ہم کو دیکھنا چاہئے کہ اس باب میں فیصلت کس کو حاصل تھی؟ انتہی کلام
 اگر بڑی صاحب زبان اردو سے کچھ بھی ذوق رکھتے ہیں تو لفظ (صرف) اور لفظ (بھی) پر زور
 عور کیوں اور مطلب سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ کہ ہر نام صاحب کیا لکھتے ہیں اور آپ کیا سمجھتے

ہیں۔ ہر نام صاحب کی عبارت اس قدر صاف ہے کہ ایک سہولی اردو دان بھی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ رسول کریم کی ذات میں بادشاہ اور معلم اور معانی ہونے کی دونوں صفیتیں موجود تھیں اور آپ کا جائز و صحیح جائزین صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جس میں یہ دونوں صفیتیں اسے وجہ الاحسن موجود ہیں لہذا آپ کی خلافت کے لئے صرف دنیاوی بادشاہ ہونا ہرگز کافی نہیں ہو سکتا۔ یہی ہر نام صاحب کی بحث کا پہلا میدان اور مناظرہ کا پہلا رد مقام ہے۔ اور یہی خلافت و امامت کا صحیح معیار ہے۔ اسی میدان میں ہر نام صاحب کے قدم مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں مگر بزمی صاحب اس میدان سے گریز کرتے ہیں اور ہر نام صاحب پر غلط الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے دو اور میدان تلاش کئے اس کا نام ہٹ دھرمی نہیں تو پھر کیا ہے۔ ہر نام صاحب کے تمام ادلہ قاطعہ اور حجج سالمہ کو نظر انداز کر کے اور جواب سے عاجز ہونے لگتے ہیں۔

قولہ اس سلسلہ میں مویدین امامت انا مدینۃ العلم و علی بابھا کی حدیث کو نہایت شدت کے ساتھ پیش کرتے ہیں لیکن اس کے مقابل حضرت عمرؓ کے متعلق صحیح بخاری کی ان احادیث کو ملاحظہ فرمایا جائے۔ رسول خدا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواب میں میرے سامنے کچھ لوگ پیش کئے گئے جو کرتے پہنے ہوئے تھے ان میں سے کسی کا کرتا سینہ تک تھا کسی کا اس سے نیچے۔ پھر عمرؓ کے سامنے لائے گئے ان کا کرتا اتنا لمبا تھا کہ اس کا دامن زمین میں گھسٹتا جاتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا اس کی تعبیر آپؐ فرمایا عمرؓ کی دینداری۔ اسی قسم کی دوسری حدیث جس میں آپؐ نے خواب میں ایک گلاس سے کچھ دودھ پیا اور باقی حضرت عمرؓ کو دیدیا اور لوگوں کو اس کی تعبیر علم تہلائی۔

اقول اخذہ ذہن کریم اس منزل میں بزمی صاحب کو ثبات قدم عنایت فرمائے اور گریز کی راہوں کو مسدود فرمائے۔ بہر کیف حضرت عمرؓ کی خلافت کی تائید میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ جو پیش کیا جاسکتا تھا وہ بزمی صاحب نے پیش کر دیا جو صرف خواب خیال پر منحصر ہے۔ اور اپنی گھریلو کتاب سے جو فن مناظرہ کے لحاظ سے ہمارے لئے نہ حجت ہے نہ دلیل۔ بلکہ بزمی صاحب کی شکست کا شاندار پہلو ہے۔ نیز ہم اصول مناظرہ سے قطع نظر ایک غیر جانبدارانہ حیثیت سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا موضوع۔ اس کے جانچنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپؐ کے حالات زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے اگر تاریخ آپؐ کے علم و تدبیر کے خلاف کچھ مواد پیش کر دے تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ حدیث حقیقی ہے اور اگر آپؐ کی دامن جہالت کی آلودگیوں سے پاک صاف نکلے تو حدیث کی صحت میں کیا کلام۔ (باقی آئیے)

خلفاء فاطمیین

[حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے جناب اسماعیل کی اولاد سے ایک بزرگ عبید اللہ مہدی گزرے ہیں۔ جو ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے ۲۹۶ھ میں ایک زبردست سلطنت افریقہ میں قائم کی۔ اس خاندان کے بادشاہ تاریخی دنیا میں خلفاء فاطمیین کے نام سے مشہور ہیں جب یہ سلطنت کمال ترقی پر تھی تو اسکی حدیں بحر ظلمات سے صحرا شام تک اور بحیرہ روم سے صحراے اعظم افریقہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مراکش۔ بلاد الجزائر۔ تونس۔ طرابلس۔ برقہ۔ مصر۔ شام۔ یمن۔ حجاز۔ جزیرہ صقلیہ اور دیگرہ روم کے بعض اور جزیرے بھی اسکی حکومت میں داخل تھے بلکہ بغداد اور موصل تک میں ان کا خطبہ بہت دنوں تک جاری رہا۔ حدود سلطنت اور وسعت مدت کے اعتبار سے بنو امیہ اور بنو عباس کے بعد اسلامی سلطنت میں اسی کا درجہ ہے۔ شروع شروع تونس میں قیصران کے پاس مہدیہ ان کا دار الحکومت تھا۔ پھر ۳۵۸ھ ۶۹۹ھ میں ان لوگوں نے مصر فتح کیا تو قاہرہ کو اپنا دار الخلافہ مقرر کیا۔ انکی بادشاہت ۲۹۷ھ ۶۹۹ھ سے ۵۶۷ھ تک قائم رہی۔ ان بادشاہوں کو علوم فنون کا نہایت درجہ شوق تھا خود بھی بڑے ذی علم اور برہمی اسلام تھے۔ انھوں نے مصر کو تاریکی سے روشنی میں چاہتے علم و فضل میں اور بربریت سے تہذیب و تمدن میں بدل دیا بلکہ اس کو اتنی ترقی دی کہ آسمان عروج تک پہنچا دیا۔ ایک عیسائی مورخ اسٹینٹن لین پول نے لکھا ہے کہ خاندان فاطمیین کی دولت و حشمت و تجارت بحیرہ روم کی خوشحالی کا ذریعہ قرار پائی۔ اس خاندان میں ۴۱ بادشاہ ہوئے جن سب کے حالات نہایت دلچسپ اور عالم افروز ہیں۔ انشاء اللہ سالہ اصلاح میں ان کی حضرات کے مفصل حالات زندگی صبح کئے جائیں گے۔ سردست ہم اپنے برادر محترم فاضل محقق جناب مولانا سید عتیق حسن صاحب موسوی کامونپوری فاضل مشرقیات دام فضلہ کا ایک مضمون صبح کرتے ہیں۔ ممدوح ان دنوں اسلامی اور قبا ئیخ کا گویا درجہ اجہا و حاصل کرنے کے لئے مصر میں مقیم ہیں اور وہیں سے یہ مضمون بھیجا ہے۔ چونکہ خلفاء فاطمیین نے اپنے علمی و عملی کاموں دنیا کو جو حیرت کرایا تھا۔ اس سبب غیر مسلم اور مسلم سب ہی نے ان پر حسد کیا اور اس خاندان پر مختلف قسم کے افتراء و بہتان قائم کرتے رہے جسکی سلسلہ اب تک جاری ہے۔ مدیر اصلاح]

معلوم نہیں لوگوں کو حقائق و معارف اور صداقت و دیانت کی ہنسی اڑانے میں کیا فراماتا ہے کذب و افترا کی اشاعت۔ دروغ بانی۔ افترا پر دوازی اور بہتان تراشی کیا فی نفسہ کوئی لذیذ شے ہے؟ آخر باطل میں کیا جاذبیت ہے کہ اس کے مندر پر حق و صداقت کو بھیٹ بٹڑھایا جاتا ہے؟ ہر قوم اور ہر گروہ میں کچھ ایسے انسانیت کش۔ اعدا و محبت انسانیت۔ دشمن راحت و طمانیت افراد پیدا ہو جاتے ہیں جن کو حقائق کے اٹل پٹل کرنے ہی میں لطف آتا ہے۔ آہ ہمارا کام ہدایت بشر۔ تنویر بصیرت اور توضیح غریبات ہونا چاہئے تھا لیکن ہم معارف پر اور زیادہ کثیف پردے ڈالنے کا سامان کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ حکومت مصر نے ۱۹۳۱ء کی تقویم اس بے احتیاطی سے مرتب کی کہ اوسیں مرس سمیکہ پاشا قبلی کے سم آمیز متقالہ کو بھی جگہ ملی گئی۔ سمیکہ پاشا "سن کس دیرابی سیفین" کے عنوان سے لکھتا ہے کہ خلیفہ علوی فاطمی المعز لدین الدین الفارح مصر و بانی قابرہ اور مصر قدیمہ کنیسہ ابی سیفین میں دفن ہوئے۔ سمیکہ پاشا کی عربی عبارت تقیم مکہ میں حسب ذیل ہے:۔ ان هنا كنيسة صغيرة بها حجة من العصر الفاطمي علا بنقوش باسنة تمثل القديسين ومعمودية يقال ان الملك المعز الدين الله تعمد فيها سترأ یعنی یہاں ایک چھوٹا گرجا ہے جس میں خلفائے فاطمین کے زمانہ کے بہت سے پردے ہیں جو ایسے عمدہ نقوش سے آراستہ ہیں جو قدیسین اور معمودیت کے فوٹو معلوم ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ معز لدین اللہ نے اس میں ایک پردہ طیار کرایا تھا۔

مرس سمیکہ کون ہے ناظرین یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں گے کہ سمیکہ پاشا کون ہے سمیکہ پاشا پہلے **مرس سمیکہ کون** حکومت مصریہ میں منوط تھے۔ لغت الآثار العربیہ کے عضو۔ مبحث الآثارین لندن کے زمیل اور متحف قبلی کے مونس ہیں۔

تقویم حکومت مصریہ نے شایع اور کسی کو عرصہ تک اس وسیعہ کی اطلاع نہیں ہوئی دفتر مصری مسلمانوں کی نگاہیں اس تقویم کی طرف پڑیں اخبارات میں ایک آگ سی لگ گئی مسلمانوں اور قبطیوں کے سر پر آورہ اخبار نے صف آریاں کیں۔

اہرام۔ سیاست۔ وادی القبر۔ البلاغ اس قلبی جنگ کے معرکہ کا دزار بنے ہوئے تھے۔ مصری مسلمانوں میں جن لوگوں کی خدمتیں نمایاں تھیں اون میں زکی پاشا و استاد ابراہیم

جلال - اوستہ از اکبر السابقی احمد نواز اہری - ڈکٹور ابراہیم حسن محمد عبدالرحمن - محمد ماضی ابوالعزائم - محمد شیخ عرفہ کا شمار ہے۔ مصر کے اساتذہ - مصر کے قضاة و دولاہ مصر کے ارباب قلم نے پوری طاقت سے قبطیوں کا مقابلہ کیا۔ قبطی علماء کی فوج نہایت بہادری سے جھپٹے ہٹ گئی۔ وزارت مصریہ نے سمیکہ سے مطالبہ کیا اور ۲۰ اگست ۱۹۳۱ء کے اہرام میں سمیکہ کو شکست نامہ شائع کرنا پڑا۔ سمیکہ باشا کی جبارت کا ایک حصہ میں نقل کرتا ہوں۔

اما اذا كانوا في يدون بهذا ان يسمعوامنى لبعاءة جليلة انى لا اصدق هذا الرواية فما انا اقولها غير متوحد وما سمع احد عنى او عن غيرى من القبط اننا اقمنا ذننا لرواية كهذه او جعلناها موضوع تصديق لافها ظاهرة البطلان۔

کسی مصری اخبار نویس نے بعض مقالات کو کتابی صورت میں جمع کر لیا ہے۔ مصطفیٰ اہلبی تاجر کتب جو ازہر قاہرہ کے عنوان سے شگائی جاسکتی ہے۔ مصارف برید کے علاوہ ۵۰ میں کتاب مل سکتی ہے۔

ایک مورخ کا فرضہ صرف یہ نہیں ہے کہ وہ بعض مقولات پر فتح پالے علل و معلول کے دقیق اور مبہم سلسلے کا بتہ لگانا بھی مورخ کا منصب ہے۔ جب میں نے استاد سمیکہ باشا کا یہ مقالہ پڑھا تو غور کیا کہ کیا وجہ ہے کہ قبطی بار بار اپنا نشانہ بنانے کے لئے فاطمیوں کو منتخب کرتے ہیں۔ میں نے خط مقررہ ۱/۱۸/۱ میں دیکھا تھا کہ حاکم بامر اللہ کے متعلق بھی قبطیوں نے ایسا ہی شاخسانہ اٹھایا تھا۔

آج سمیکہ باشا بھی جب اپنا تیر چلاتے ہیں تو اس کا نشانہ فاطمی ہی ہوتے ہیں۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ فاطمیوں کو نسبت غیروں کے رسول اسلام سے زیادہ تقرب ہے ان کی رگوں میں رسول کا خون ہے۔

اگر ان کے اعمال کو عیسائیت کے سانچے میں ڈھالا جاسیکے گا تو آسانی سے دوسری قوموں کو سمجھایا جاسکتا ہے کہ رسول اسلام کا خاندان رسول اور اسلام کو بہتر سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان لوگوں میں تمام وہ کمالات جو مسلمانون میں موجود تھے مساوی یا ترجیح کے ساتھ موجود نہیں تھے۔

یہ اضافہ بھی تھا کہ یہ رسالت اور اسلام کے اسرار سے بھی واقف تھے۔ مگر ان لوگوں نے صلیب کے سامنے گردن جھکا دی اور تسلیم کر لیا کہ ایک تین ہو سکتا ہے اور تین ایک۔

میں بے حد غفلت ہوا جب کہ میری نظر سے مصری علماء کی یہ تحقیق بھی گزری جس سے میرے خیال کی پوری پوری موافقت ہوتی ہے۔ بعض علماء مصری کے الفاظ حسب ذیل ہیں

مرجعت الی ذاکم فی استغثا لقرشد فی الی هذا الفاجعة فمار شد تنی الا ان هذا الخلیفة هو اقرب الخلفاء الی بیت نبیہ الکریم ۱۴۴۰/۱۴۴۱ سالہ الخلیفۃ المعن

اصل یہ ہے کہ آفتاب کو گرد آلود کرنے کا ارادہ ایک دیوانگی ہے عز لدین۔ اللہ کوئی تاریخ کی مجہول ہستی نہیں ہے جس کے متعلق جو چاہے جو لکھ دے۔ جس کا دل چاہے معز کو بدنام کرے۔ معز کے پائدار محاسن اور معز کی ابدی نیکیاں ان تمام وسائل کے جواب میں

بڑھ دینگی۔ تلافی آثارنا تدل علینا۔ فانظر والبعدنا احوالنا

میں نے سمیکہ باشا کی تحقیق کو سامنے رکھ کر اسفار تاریخہ لٹے اور زندگی کا ایک عزیز ہفتہ ضائع کیا لیکن اس تحقیق کا کوئی نشان نہیں ملا۔ میں نے مسیحیوں کے مصادر اولیہ صلیب کا مطالعہ کیا۔ انگریزی۔ فرانسیسی اور جرمنی کتابوں کے عربی ترجمے دیکھے آخری نتیجہ اس محنت

شاقہ کا جو میں نے نکالا وہ یہ تھا کہ اس قبطی فیلسوف کی تائید حقیقت مادہ محسوسہ۔ جلال عقلی۔ سوانحی اور محاکمات سوفسطائیہ سے بھی نہیں ہو سکتی حیرت بلالے حیرت تعجب بالاک

تجربہ کہ معز محیط اطلاعی۔ شمالی افریقہ۔ مراکش۔ جزائر۔ تونس۔ طرابلس۔ برقہ۔ مصر۔ شام کا حاکم رہ چکا ہے۔ اگر اس کے نسلی امتیازات سے بحث نہ کی جائے جب بھی وہ قرن رابع

میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان تاجدار گزرا ہے اور اس عظمت و جلالت کے باوجود ایک چھوٹے سے قبطی کنیسہ کے سامنے اپنے عقیدہ اپنے خاندانی اجمال اور اپنی سلطانی سلطوت

کا خزانہ لٹا دیتا ہے اور قوسہ و قاصدہ اسے آپ عبودیت سے ہٹا کر نصرانی بنالیتے ہیں نہ بحث نہ مناظرہ۔

اور اس واقعہ کی خبر صرف سمیکہ باشا کو ملتی ہے۔

اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس عالم اعظم اس خلیفہ اکبر اس راجہ خوش کے زمانہ میں قبطیوں کو کسی قسم کو جاہلیت بھی نہیں حاصل تھی جس کا تحت کہا جاسکے کہ سیاسی فسادات اس دور میں

(باقی آئندہ)

انجمن وظیفہ سازات

اپنی خوش انتظامی اور سود مندی کے لحاظ سے سفرد قومی انجمن ہے جو سالانہ سے قائم ہے اور نادار شیعہ طلبہ کی امداد کا تنہا وسیلہ ہے اس کے مختصر حالات ملاحظہ ہوں۔ (۱) اب تک ایک لاکھ ستائیس ہزار روپیہ وظائف پر دی چکی ہے اور تقریباً ہر سال نو ہزار روپیہ کے وظائف تقسیم کرتی ہے۔ ایک طالب علم کو اس سال بھی وظائف دیے جا رہے ہیں۔ (۲) ۵۱۶ طلبہ انجمن سے وظیفہ پاکریڈیکل کالج لاہور، لکھنؤ، وٹمنہ و انجینئرنگ کالج رومی و فیزی کالج لاہور و مکتبہ و دیگر کالج میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں دو طالب علم انجمن سے وظیفہ پاکریڈیکل کالج لاہور میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور دو طالب علم نجف اشرف میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور اب بھی ایک طالب علم کو نجف اشرف میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے وظیفہ دیا جا رہا ہے۔ (۳) اس وقت سرمایہ محفوظ نہیں نصف لاکھ روپیہ موجود ہے جس کا منافع وظائف پر تقسیم ہوتا ہے۔ (۴) انجمن کی باقاعدہ سرکاری ہو چکی ہے اس کا انتظام چودہ ممبروں کی کمیٹی کے ہاتھ میں ہے جن کا انتخاب ہر سال ممبروں کی کثرت آرا پر ہوتا ہے سرکاری انجمن چودہ ممبروں میں سے منتخب ہوتا ہے (۵) ممبروں کی اولاد اگر خدا خواستہ اونکے بعد قابل اعانت ہو جائے تو وظیفہ کے لئے ان کا حق سب پر مقدم سمجھا جاتا ہے۔

انجمن کیا چاہتی ہے آپ اسکے قواعد پڑھیں اور اپنی آمدنی کا فیصدی ایک روپیہ یا کم از کم انجمن سے سرمایہ مستقل کو ترقی دیں تاکہ قوم کے نادار اور حق اور قابل کم طلبہ جو محض مفلسی کی وجہ سے محروم رہے جلتے ہیں زبردست علم سے آراستہ ہو کر قومی ترقی کا باعث ہوں۔

احقر سید احمد مرزا آنریری سکریٹری انجمن ہذا ۱۶ میر درد روڈ۔ نیو دہلی

یہ انتظام جملہ عینین و ناظرین اصلاح سے عموماً اور ناظرین آندو منافع لدھیانہ سے خصوصاً رشتہ دارانہ اس ہے کہ میں قوم راہ چوت مذہب حق پر عرصہ مشرف ہوں۔ براہ ہرانی مطلع کیوں کہ اصلاح کنال۔ لدھیانہ۔ ہوشیار پور۔ انبالہ میں کس کس گاؤں میں راہ چوت شیعہ ہیں تاکہ رشتہ دیگر کا انتظام ہو سکے۔ راقم کیڈن خاں پٹواری نہرو پٹا جھنگ پنج ضلع لائل پور۔ پنجاب

انجمن یادگار علماء لکھنؤ ایک انجمن اس فرض سے قائم کی تھی کہ علماء کی مصنفات شائع کی جائیں مگر معلوم نہیں ابھی کیا کر رہی ہے اس کا سرمایہ کس کام میں صرف ہوتا ہے اور کس باب اللہ و مصادیق کو نہیں لگتی

وعدہ نہیں ہر ایک ملت کا جام ہے :۔ ایقانہ مدح کی صحت کا نام ہے
حکومتِ عزاداری قانون

محسن ملت فیصد رحمت و امت بزرگم۔ آپ کی ذات صحیح عام ہے ایسے خلوص ہمدردی نبوت کے اوصاف مذہبی
و لا اہلبیت اہلہار کے فی زمانہ مفقود ہیں۔ میر دل پر چاٹ ہے اسکو نہ فاصلہ کم کر سکتا ہے نہ دت جھٹکا سکتی
ہے آپ کے مقدس یادگار ہیں ظاہر میں دودرگردل سے نزدیک تھے۔ خدا کرے قوم میں آپ جیسے کارکن ہمدرد و دائر
چند ہوں۔ ہمارا اخباروں کے مدیر صاحبان و اعلیٰین و مصلحین و خدو خاندان کو اس کا طبعی احساس نہیں کیا دیکھ کر سنی
مشائخ کی انتہائی سعی حقیقت کی زنجیر میں وہابیت کی بڑی جڑ کر ہو رہی ہے۔ جابجا شہر و قریہ میں ہندو
و عظیم پور سٹریٹ جیلا قوم کو مشتعل کر کے عمال و اہلکار ان سے درپردہ غائبانہ امداد دی جاتی ہے مگر غیب
غفلت میں ہیں بکثرت عزاداروں کو خلاف قانونی نقصان امن اور بد امنی کا ہوا دیکھ کر رسم تعزیت سے
محروم کر کے دفعات ۱۴۸ الف ۱۰ سے مرعوب بنا کر خاموش کیا جاتا ہے۔ حنفی عزاداروں پر قومی اثرات
کا دباؤ ڈال کر ترک عزادار مجبور کیا جاتا ہے مختلف شعبہ بازی سے عناد کی تخم ریزی کر کے فتنہ و فساد برپا
کرتے ہیں۔ لہذا اس لحاظ سے اور خاموشی سے قوم کو بیدار کر کے ذلت و سوائی۔ دشواری۔ گرفتاری سے
بچانا ہر فرد قوم پر فرض ہے مگر میرا ذاتی مشاہدہ تجربہ یہ ہے کہ قوم کو بجائے دل سے دے کے بعد قلمی امداد
اور رزیویشن محضر سپوریل گورنمنٹ میں سمجھنے سے بھی گریز ہے۔ اعلیٰ شیعہ پولیٹیکل کانفرنس سمجھنے
کیٹی کا سبب تالیفی برنامہ تھا۔ اور اکثر بیان اخبار غور و خوض ہیں۔ قصور میں اس سال بھی ۲۷ سو مئین حرکت
ہو کر زیر تجویز عدالت ہیں۔ لاہور و پنجاب میں توفیق و ہمت نہیں کہ جو از عزا ثابت کر کے شہادت سے سبوتا
عذر دل آزاری کی تردید کریں۔ حضرت شیعہ و کلا قانونی خلاف ورزی کے نکات بحث و جمع میں ثابت کر کے
توصیف ہی عمال کار کسان کا ثابت کریں۔ تہود و شیش بچان درویش چکون سنتا ہے فغان و شیش قومی
تعار خانے میں میری نجیٹ امداد کا گند نہیں۔ قومی مدیر صاحبان نیز جناب والا کی خدمت میں بھی بددیہان
خود شیعہ حقیقت چند مضامین خود ارسال کئے۔ یہ فہرست قانون و نظام کی بھی ارسال کی گئی جو ہر سال کی
عملی کام قلمی امداد کا بھی نہیں ہو سکتا تاکہ بحث۔ جرح۔ عام مقدمات میں کارآمد ہو۔ اخبارات کے ذرائع سے
اعلان عام خود ہو کر عوام کو علم ہوتا ہے۔ اکثر حکام ایسے اخبارات سے فیصلہ میں بنظر انصاف امداد لے کر عمل
کے تعمیری حرکات۔ افعال پر غور فرماتے ہیں۔ انجمن امانیہ قصور کے سرکاری مالی جناب محمد قی صاحب
میر خطوط کا جواب تک نہیں دیتے۔ اگر بعض کا جواب بھی ملا تو چند ماہ بعد بے سود حالانکہ قلمی۔ ملی ہر قسم کی

امداد گزشتہ مقدمہ میں یہاں دی گئی۔ دوسرے قریب نصف کی بحث مقدمہ سابق کی تحریر کے بھی اور خاص تحریر کے استقرا حق کے دعوے دیوانی کے ہوئی تاکہ میں خود شہادت دیکر سہی کروں جیسا کہ بعض جگہ لکھیا ہی ہوئی۔ مگر اس خاموشی کی وجہ نہیں معلوم ورنہ اس سال لازمی دیوانی سے کامیاب ہو کر ذرا بچل نکالتے۔ اس طرح پر بے حتمی تبرکات کی ہو کر قومی ذلت اور عوام کو دلیری نہ ہوتی اس کا عکس دیگر مقامات میں غلاف پڑتا ہے۔ فقط خادم بلی شیر علی

۲۳ مئی ۱۳۲۵ء مطابق اربعہ الاول ۱۳۵۵ ہجری کو
اچھوت لکھنؤ اور صوفیوں کے برسرِ کمال احسان لکھنؤ کی جلد مذاہب کی کانفرنس میں کھیل پڑھیں

لکھنؤ سنگھ نے نہایت خوشی کے الفاظ میں کہا کہ ”ہمارے مذہب کے بہت سے اصول مسلمانوں سے بہت زیادہ ملتے جلتے ہیں خصوصاً شیعوں سے ہمارے مذہب کو بہت مشابہت ہے۔ شیعہ مظلوموں کے ساتھی

ہیں اور ان پر آنسو بہاتے اور سینہ زنی کرتے ہیں۔ اور ہم بھی مظلوموں کے طرفدار ہیں۔ ہمارے پیشوا بھی مظلوموں کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں اور ہمارے گرو بھی بڑی بڑی مصیبتیں برداشت

کرتے رہے ہیں۔ لکھنؤ قوم شیعہ حضرات کی ہمیشہ ممنون رہی کیونکہ ابتدائی مشکلات و مصائب کے زمانہ میں اسی جماعت کے افراد سید بڑے شاہ صاحب اپنے لڑکوں اور پانچ سو سیدوں کے

ساتھ ہمارے گرو گوبند سنگھ کی مدد کی۔ سکھوں کے دوش بدوش اُس وقت کی حکومت سے مقابلہ کیا اور سکھوں کے پیشواؤں کی جانوں کو بچایا اور انکی حفاظت کرنے اور انکو پناہ دینے میں اپنی عزیز

اور قیمتی جانیں قربان کر دیں۔ تاریخی حیثیت سے خلفائے ثلاثہ کے عہد میں خاندان رسالت کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا ذکر بھی کیا اور فرقہ شیعہ سے سکھوں کے خلوص و محبت پر

بہت زیادہ زور دیا۔ واقعات کو بلا حوالہ دیتے ہوئے ان سکھوں کا ذکر کیا جو نشانہ ستم بنائے گئے اور کہا کہ پانچواں اور شیعوں کی روایات ملتی جلتی ہیں جس طرح شیعوں نے خلافت پر ہر قسم

ثبت نہیں کی اور ایک فقیر کو اپنا امیر بنایا اسی طرح سکھوں بھی کیا (منقول از اسد الواعظ لکھنؤ)

انجمن غم افسوس ہمارے عزیز جناب سید حسن صاحب کی صاحبزادی اور جناب لوی سید

انجمن غم افسوس ہمارے عزیز جناب سید حسن صاحب کی صاحبزادی اور جناب لوی سید

خدا مرحومین کے درجات عالی کرے اور سپہانہ گان کو صبر دے۔ مومنین سورہ فاتحہ و توحید کا ثواب سب کی روحوں کو ایصال کریں۔

جنگ اٹلی و حبشہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اٹلی نے اس ملک پر پورا قبضہ کر لیا اور بادشاہ اخبار جدیدہ حبشہ اٹھکستان چلا گیا۔ اٹلی کے مشہور کانگریسی لیڈر ڈاکٹر انصاری نے امریکی

۱۸ صفر ۱۳۶۵ھ کو ریل میں انتقال کیا۔ جاپان نے روس کو جنگ کی دھمکی دی ہے۔ کیم مئی کے شبہ اخبار اتحاد امر و ہس میں کوئی نظم شایع ہوئی جس پر ایڈیٹر اخبار مذکور سے ضمانت طلب گئی (خدا امداد کو بری کرے)۔ سوویت متوسطہ کے گورنر ایک کھڈر پوش ہندو صاحب مقرر کئے گئے ہیں

مسٹر گاندھی کے بیٹے ہیل لال گاندھی ۲۹ مئی ۱۹۳۶ء کو مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلامی نام عبدال گاندھی رکھا گیا۔ چین اور جاپان میں جنگ کا خطرہ بڑھتا جاتا ہے۔ مسجد شہید گنج لاہور کا محترم مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کیا گیا۔ اس پر سکھوں ہی کا قبضہ بحال رہا۔ برہان پور کے ایک نوجوان نے ایسی سائیکل طیارہ کی ہے جو پانی پر بھی بخوبی چل سکتی ہے۔ شاہ اڈو ڈو ہشتم

کی تاج پوشی کے لئے طیارہ ریان ہو رہی ہیں۔ شاہ خود ہندوستان نہیں آئیں گے بلکہ ٹی میں ہونے والے دربار میں ان کے چھوٹے بھائی ڈیوک آف یارک آجکی نمایندگی کرینگے۔ بعض اخباروں میں شایع ہوا ہے کہ لنکاشائر کا ایک شخص جسکی عمر ۴۴ سال تھی ایک آپریشن کے دوران میں گیا۔ لیکن پھر زندہ ہو گیا۔ پنڈو ادن خاں ضلع جھلم میں شیعہ محافظان قرآن کو شائد ارفع ہوئی۔

برادران اہلسنت نے مان لیا کہ بے شک شیعوں میں حافظ قرآن بہت ہوتے ہیں۔ لکھنؤ میں جھلم کے روز چند سنیوں نے مدح صحابہ پڑھنی شروع کر دی جس پر ہم انھیں گرفتار کر لئے گئے۔ عاشقہ کو بھی دو شخص اسی جرم میں گرفتار کئے گئے تھے۔ ان سے دس شخصوں کو ۶-۷ ماہ کی سزا قید ہو گئی اور ۴ شخصوں نے معافی مانگ لی۔ حکومت ایران نے اب پروانہ راہ داری پر عورتوں کے لئے

بھی ان کا فوٹو چسپاں کرنا ضروری قرار دے دیا۔ ۲۴ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۵ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ہجری کو تقریباً ۱۲ بجے دن کے وقت پھر زلزلہ آیا اور مختلف صوبوں میں واضح طور پر محسوس ہوا۔ ایران میں ملکی مصنوعات کو ترقی ہو رہی ہے جس سے برطانوی اشیاء کو شدید نقصان پہونچ رہا ہے۔ ریاست غیر ملکی سندھ کی مسند حکومت کے متعلق ملک معظم نے پرنس فیض محمد خاں صاحب بلور دام اقبالہ کا حق وراثت تسلیم کر لیا ہے۔ لندن میں ۱۷ جولائی ایک عالمگیر کانفرنس منعقد ہو

اور زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عامل ڈر کر واپس آیا تو حضرت نے عیب نہ سمجھا۔
 الفزازی کہوچا سواروں کے ساتھ ان لوگوں کی طرف روانہ فرمایا کہ انکا مناسب ارک
 کریں۔ انہیں بھی حضرت ابوبکر کی کسی خدمت کا تیا نہیں مل سکا (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۱۳۱)
 اس امر کے متعلق مورخین کی عبارتوں کا خلاصہ یہ ہوئی جسکی حساب
 بت شکنی کیلئے سیرالمانے اس طرح لکھا ہے ”اسی سلسلہ میں وہ سیرایا بھی داخل ہیں
 جو فتح مکہ کے بعد بت شکنی کے لئے اطراف ملک میں روانہ کئے گئے۔ اسکی تفصیل یہ ہے
 کہ تمام عرب میں مختلف قبیلوں کے الگ الگ بتخانے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب عام طور سے
 قبائل نے اسلام قبول کر لیا تو بتوں کی عظمت اور جتاری کا جاہلانہ اور وہم پرستانہ تخیل بعض
 قبائل سے دفعۃً نہ مٹ سکا۔ اب گو وہ ان کو لائق پرستش نہیں سمجھتے تھے تاہم ان کے
 دنوں پر ان اصنام کی وراثۃ ایک مدت سے جو ہیبت بیٹھی ہوئی تھی اُس سے یہ ہیبت
 نہیں پڑتی تھی کہ ان باطل پرستیوں کے مرکز کو خود اپنے ہات سے مٹا دیں۔ جاہلوں کو
 یقین تھا کہ ان مقدس پتھروں کا ایک بڑہ بھی اپنی جگہ سے ہٹا تو آسمان ٹوٹ پڑے گا
 زمین پھٹ جائیگی۔ مصائب اور بلاؤں کا ایک طوفان برپا ہو جائیگا۔ اہل طائف نے
 بیعت کرتے ہوئے شرط پیش کی تھی کہ ان کا بت خانہ ایک سال تک ٹھہرایا نہ جائے اور
 جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظور نہ فرمایا تو دوسری شرط یہ پیش کی کہ ہم ان کو اپنے
 ہاتھ سے نہ توڑینگے۔ بعض اور نو مسلم قبائل بھی اس اداسے فرض میں جھجکتے تھے۔ اس
 بنا پر ان مقامات میں چند راسخ العقیدہ اور صحیح الفہم مسلمان بھیجے گئے کہ وہ انکی طرف سے
 اس فرض کو انجام دیں چنانچہ سریہ خالد بن ولید بت خانہ عثرے، سریہ عمرو بن العاص بتخانہ
 سواع، سریہ سعد بن زید انہلی بت خانہ مناة، سریہ ابوسفیان و میسر بن شیبہ بتخانہ
 لات، سریہ جریر بت خانہ ذی الخلصہ (صحیح بخاری غزوہ ذی الخلصہ)، سریہ طفیل بن
 عمرو دوسی بت خانہ ذی الکفین اور سریہ علی ابن ابی طالب بت خانہ فلس کے توڑنے کو
 روانہ کئے گئے (اس باب میں تمام ترواغات ابن سعد جزو مغازی سے ماخوذ ہیں) لہ
 مولوی صاحب نے جن راسخ العقیدہ اور صحیح الفہم مسلمانوں کا ذکر کیا انہوں نے یہ کر لیا

حضرت ابوبکر کا نام نہیں لکھا۔ اور زیادہ حیرت یہ ہے کہ عربی کی مفصل کتب تاریخ و سیرت میں بھی کسی موقع پر مدوح کا نام نہیں ملتا۔ نہ حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اس ضروری کام کے لئے آپ کا انتخاب کیا۔ نہ دوسرے صحابہ ہی نے اسے دی کہ یا حضرت آپ اسخ العقیدہ اور صحیح الفہم مسلمانوں کی طرح حضرت ابوبکر کو اس کام کے لئے کیوں موز نہیں فرماتے۔ نہ خود حضرت ابوبکر ہی نے اپنے کو اس زحمت کے لئے پیش کیا۔ معلوم نہیں ہر شخص کے خاموش رہنے کی کیا وجہ تھی حالانکہ خالد بن ولید عمرو بن العاص اور ابوسفیان تک اس شرف سے سرفراز کیے گئے۔ مدینہ اور دمشق کے درمیان نصف راہ میں مدینہ سے ہم منزل پر ایک شہر غزوہ تبوک مقام تبوک ہے۔ جنگ مکہ کے بعد رومی سلطنت نے عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مدینہ میں یہ خبریں اکثر مشہور ہوتی رہتی تھیں۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی تیاری کا حکم دیا مگر اس وقت قحط اور شدت کی گرمی تھی۔ اس سبب سے لوگوں کو گھر سے نکلنا نہایت مشاق تھا۔ منافقین کا پردہ فاش ہو چلا۔ وہ خود بھی جی چڑھتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ آنحضرت کا معمول تھا کہ جب آپ مدینہ سے تشریف لے جاتے تو کسی کو شہر کا حاکم مقرر فرما کر جاتے۔ اس دفعہ حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرما گئے اور امہات المؤمنین کو حکم دے دیا کہ دیکھو امیر المؤمنین کے حکم سے ہرگز باہر نہ ہونا۔ مگر حضرت امیر المؤمنین کو جہاد سے علیہ ہونا نہایت مشاق ہوا اور آنحضرت سے عرض کی کہ حضور مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاؤ ہیں؟ لہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مشہور حدیث منزلۃ ارشاد فرمائی کہ

لہ صحیح بخاری پارہ ۸۔ کتاب البخاری غزوہ تبوک ص ۸۹ میں ہے:- عن مصعب ابن سعد عن ایسہ ان رسول اللہ خرج الی تبوک فاستخلف علیا قال اتخلفنی فی الصبیان والنساء۔ قال لا بد منی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لیس بنی بعدی۔ مصعب بن سعد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علیؓ کو اپنا خلیفہ بنا گئے۔ جب حضرت علیؓ نے عرض کی۔ کیا حضور مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟

یا علی اما تر ضئے ان نکون منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا بنی بعدی اے علی کیا تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی درجہ حاصل ہے

(لقیہ حاشیہ ص ۶۶) نے فرمایا کیا تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی بنی نہیں ہوگا۔ یہی حدیث صحیح بخاری کے پارہ ۴ کتاب المناقب باب مناقب علی ابن ابیطالب (ص ۳۸) میں بھی ہے۔ اسکی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی اسی صفحہ میں لکھتے ہیں انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال لعلی لابن ائیم ائیم فائیم نام علی۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ ضروری ہے یہاں یا میں رہوں یا تم رہو۔ اس پر حضرت علیؑ رہ گئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ آپ کا کام کرنے والا اور آپ کے فرائض کا انجام دینے والا اُس وقت بھی مسلمانوں میں حضرت علیؑ کے سوا کوئی شخص نہیں تھا ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا صحر کر کے یہ نہیں فرماتے کہ ضروری ہے اور اس سے چارہ نہیں ہے کہ یا تم رہو یا میں ہوں۔ پھر علامہ ابن حجر لکھتے ہیں قال معویۃ لسعد ما منعک ان تسب ابائنا اب۔ قال اما ما ذکرک ثلاثا قالن لہ رسول اللہ فلن اسبہ فذکرہذا الحدیث وقولہ لا علیان الماریۃ سراجا یجیبہ اللہ ورسولہ وقولہ لما نزلت فقل تعالوا اندع ابناءنا وابناءکم مد علیا وفاطمۃ والحسن والحسین فقال اللہم ہولاء اہلی امیر مویہ نے سعد صحابی سے دریافت کیا کہ تم علی کو برا کیوں نہیں کہتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تین حدیثیں مجھے یاد ہیں اُس وقت تک مجھ سے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت کو برا کہوں۔ ایک حدیث منزلت۔ دوسری حدیث راہت (جو جنگ خیبر میں آنحضرت نے فرمائی تھی کہ کل میں یہ علم اس بہادر کو دوں گا) تیسری یہ کہ جب یہ مباہلہ قتل تعالوا اندع ابناءنا وابناءکم نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو بلا کر خدا سے عرض کی کہ اے اللہ میرے اہلبیت بس یہی ہیں۔ پھر علامہ مدوح لکھتے ہیں واستدل بحدیث الباب علی استحقاق علیؑ للخلافة دون غیرہ من الصحابة فان ہارون کان خلیفۃ موسیٰ اس حدیث منزلت سے اس

جو جناب ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھا بس فرق صرف اسی قدر ہو گا کہ میرے بعد کوئی

(بقیہ حاشیہ ص ۶۷) بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ صحابہ کو خلافت کا حق نہیں تھا۔ اس کے مستحق صرف حضرت علیؑ تھے۔ اس لئے کہ حضرت ہارون بھی حضرت موسیٰ کے خلیفہ تھے (فتح الباقی جلد ۳ ص ۳۸۷) علامہ ابن حجر کے اس قول سے ثابت ہوا کہ علماء اسلام اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس حدیث سے صاف طور پر حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل متحقق ہوتی ہے۔ یعنی حضرت صلعم کے بعد ہی خلافت کا حق حضرت علیؑ کو تھا نہ کسی اور شخص کو۔ یہ دلیل اتنی مضبوط ہے کہ علامہ ابن حجر نے بھی خود اس سے اختلاف نہیں کیا نہ اسکے رد کرنے کی کوشش کی۔ البتہ دوسروں اس کے متعلق جو خیال ظاہر کیا تھا اس کو علامہ مدوح اس طرح نقل کرتے ہیں واجب بان ہارون لم یکن خلیفۃ موسیٰ الا فی حیاتہ لا بعد موتہ لانہ مات قبل موتہ باتفاق حضرت علیؑ کی خلافت پر اس حدیث سے جو استدلال کیا جاتا ہے اس کا جواب بعض لوگوں نے اس طرح دیا ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے خلیفہ نامی زندگی ہی میں تو تھے۔ ان کے بعد نہیں تھے۔ اس لئے کہ جناب ہارون حضرت موسیٰ سے پہلے انتقال کر گئے جس پر سب اتفاق ہے (ص ۳۸۷)۔ علامہ ابن حجر نے اجیب کا لفظ کہہ کر گویا بتایا کہ یہ جواب نہایت لغو اور قابل مضحکہ ہے اسی وجہ سے مدوح نے جواب دینے والوں کا نام بھی ذکر نہیں کیا اور اجیب کہہ کر نقل کر دیا۔ اور قاعدہ ہے کہ جو قول بہت کمزور اور بے حقیقت ہوتا ہے اس کے قائل کا نام نہیں لکھتے بلکہ قیل (کہا گیا ہے) یا اجیب (جواب دیا گیا ہے) وغیرہ سے اس کو ظاہر کرتے ہیں۔ غرض ان وجوہ سے اس جواب کا ناقابل تلفات ہونا واضح ہے اور استدلال مذکور اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ یہ حدیث منزلۃ تفسیر حدیث سیرۃ اور تاریخ کی بے حد و حساب کتابوں میں مرقوم ہے۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اس کو اور زیادہ شاندار الفاظ میں نقل کیا ہے کہ فقال لہ اما ترضے ان یكون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لیس بنی بعدی۔ انہ لا ینبغی ان اذہب الا وانت خلیفۃ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کیا تم اس پر خوش نہیں ہو تے کہ جو مرتبہ جناب ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھا وہی درجہ تم کو بھی مجھ سے ہے۔ فرق صرف

شخص بنی نہیں ہو سکتا۔ غرض حضرت رسول خدا صلعم تیس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ سے

(ملقہ حاشیہ ص ۶۸) اس قدر ہے کہ میرے بعد پھر کوئی بنی نہیں ہو گا۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو۔ ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۱۱) اور علامہ سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے فقال لا ترضی ان تكون منی بمنزلة هارون من موسى الا النبوة وانت خلیفتی اے علی تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی مرتبہ حاصل رہے جو جناب ہارون کو حضرت موسیٰ سے حاصل تھا سو اس کے کہ تم کو نبوت نہیں ملے گی۔ اور میرے خلیفہ تم ہی رہو گے (تذکرہ خواص الامم ص ۱۲) اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے قال رسول الله حين خلفني علي المدينة خلت لتكون خلیفتی حضرت رسول خدا صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میں تم کو اس لئے چھوڑ کر جاتا ہوں کہ تم ہی میرے خلیفہ رہو (کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰) اور امام حاکم نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا فان للمدينة لا تقلم الا بی ادب اے علی مدینہ کی حالت یا میرے رہنے سے درست رہیگی یا تباہ رہے رہنے سے (کسی تیسرے کی حکومت سے نہیں) (مستدرک جلد ۱ ص ۱) ان خیالات کے کلف سے نہیں ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کو اپنے اہل و عیال پر خلیفہ مقرر کیا تھا خود حضرت علیؑ نے بوجھا کہ کیا آپ مجھ کو لڑکوں اور عورتوں میں جھڑک جاتے ہیں۔ پس اگر آنحضرتؐ نے آپ کو اپنے اہل و عیال کے لئے اپنا خلیفہ مقرر کیا ہوتا تو حضرت ضرور یہ جواب دیتے کہ ہاں میں تم کو اپنے لڑکوں اور عورتوں ہی کی بگرانی اور مخالفت کے لئے چھوڑے جاتا ہوں۔ لیکن کسی کتاب سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا ہو بلکہ ارشاد کیا کہ تم اس سے کیا خوش نہیں ہوتے کہ جو مرتبہ جناب ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھا وہی تم کو مجھ سے حاصل رہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب لکھ ازالۃ الخفاء کا آخری فقرہ کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو اس بحث پر پوری روشنی ڈال رہا ہے اور اس امر میں کوئی شبہ نہیں چھوڑتا کہ آنحضرت صلعم نے جو حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا یہ محض اُس وقت یا صرف

نکلے اور مقام تبوک میں پہنچے۔ مگر یہاں معلوم ہوا کہ وہ خبر صحیح نہیں تھی۔ تاہم آنحضرت

(بقیہ حاشیہ ص ۶۹) غزوہ تبوک کے موقع ہی پر نہیں تھا بلکہ دائمی تھا کہ آنحضرت صلعم بھی کہیں جائیں تو حضرت علیؑ ہی آپ کے خلیفہ ہوں (چنانچہ ہجرت کے موقع پر بھی آنحضرت صلعم نے مکہ معظمہ میں حضرت علیؑ ہی کو اپنا خلیفہ معین فرمایا اور حکم دیا کہ حضرت کی جگہ سوئیں اور حضرت کے قرضوں اور امانتوں کو ادا کریں) اور آنحضرت صلعم کی حدیث کا آخری جملہ انا لا بنی بعدی (بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا) ہمارے اس دعوے کی پوری تائید کرتا ہے کہ اے علیؑ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو تم ہی نبی بھی ہوتے اور میرے خلیفہ بھی رہتے۔ جیسے حضرت ہارونؑ کو دونوں مرتبہ (نبوت اور حضرت موسیٰؑ کی خلافت) ملے تھے۔ مگر چونکہ نبوت محمدؐ ختم ہو گئی ہے تو میرے بعد صرف میری خلافت کا درجہ نہیں حاصل رہیگا۔ غرض اگر آنحضرت کا مقصود صرف آپ کی زندگی میں جناب امیرؑ کا خلیفہ ہونا رہتا تو حضرت لا بنی بعدی نہیں فرماتے مگر حضرت خدا صلعم نے جناب امیرؑ کو صرف اپنی زندگی میں نہیں بلکہ اپنے بعد کے لئے بھی اپنا خلیفہ مقرر فرمادیا تھا۔ اس وجہ سے اپنے بعد کی حالت دافع فرمائی کہ اے علیؑ تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو گے مگر میرے بعد نبی نہیں ہو گے اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ جناب ہارونؑ کو بھی حضرت موسیٰؑ کی خلافت آپ کے اہل و عیال میں نہیں بلکہ حضرت کی کلامتہ میں حاصل تھی۔ ارشاد باری ہے۔ قال موسیٰ لا خلیفہ ہارون اخلفنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی جناب ہارونؑ سے فرمایا کہ میری امت میں تم میرے خلیفہ رہنا اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں سے نہ ہونا پارہ۔ ۹۔ سورہ اعراف آیت ۱۶۲)۔ حدیث میں حضرت ہارونؑ مشتبہ بہ ہیں اور ان کو حضرت موسیٰؑ کی خلافت حضرت کی امت میں حاصل بھی ہو سکتی تھی تو حضرت علیؑ کو بھی جو مشتبہ ہیں حضرت رسول خدا صلعم کی خلافت حضرت کی امت ہی میں حاصل ہوئی دونوں میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ شبہ کہ حضرت ہارونؑ تو حضرت موسیٰؑ کی زندگی ہی میں مر گئے۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد کی خلافت آپ کو ملی ہی نہیں۔ اسی طرح حضرت علیؑ

نے بیس دن تک وہاں قیام فرمایا۔ دومتہ الجندل میں جو دمشق سے پانچ منزل پر ہے ایک عربی سردار جس کا نام اکیدر تھا قیصر کے زیر اثر رہتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

(بقیہ حاشیہ ص ۷۰) کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت نہیں مانی چاہئے تو اسکی حقیقت یہ ہے کہ خود قرآن مجید سے حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کی خلافت کا استحقاق علی الاطلاق بغیر کسی زمانہ کی تخصیص کے حاصل ہوا۔ لہذا اگر جناب ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے بعد زندہ رہتے تو یقیناً وہی خلیفہ ہوتے اور کوئی دوسرا شخص اس جگہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح آنحضرتؐ کا ارشاد حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق خلافت علیؓ علی الاطلاق ہے کہ آنحضرتؐ نے کسی زمانہ کی تخصیص اور تحدید نہیں کی۔ بلکہ غیر موقت فرمائی تو بے شبہ آنحضرتؐ کے انتقال پر بھی حضرت علیؓ ہی خلیفہ رسولؐ تھے اور آپ کے رہتے کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا تھا۔ ہاں جس طرح حضرت موسیٰؑ کے سامنے جناب ہارونؑ انتقال کر گئے۔ اسی طرح اگر حضرت رسولؐ خاتم کے سامنے جناب میرؓ بھی رحلت فرما جاتے تو البتہ دوسرا شخص آنحضرتؐ کا خلیفہ ہو سکتا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جب خدا نے جناب ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کا خلیفہ مقرر کر دیا تھا اور جناب ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں نہ انتقال کرتے بلکہ آپ کے بعد زندہ رہتے تو کیا آپ کے سوا کوئی شخص حضرت موسیٰؑ کا خلیفہ ہوتا اور اسکی خلافت صحیح سمجھی جاتی؟ غالباً ہر شخص اس کا جواب یہی دینگا کہ نہیں جناب ہارونؑ کے رہتے دوسرا شخص حضرت موسیٰؑ کا خلیفہ نہیں ہو سکتا تھا پس اسی طرح حضرت علیؓ کے رہتے حضرت رسولؐ کا خلیفہ بھی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔ مختصر یہ کہ جملہ کلابی بعدی واضح کرتا ہے کہ حضرت علیؓ کے جس مرتبہ کی خوش فہمی حضرت رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں اس کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بعد و ازمانہ سے ہے (ورنہ یہ جملہ بے ضرورت ہو کر مہمل اور لغو کلام ہو جاتا جس سے حضرت رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کہیں ارفع و اعلىٰ ہے) بس مطلب ہوا کہ اے علیؓ جس طرح حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ جناب ہارونؑ تھے اسی طرح میرے خلیفہ تم ہو اور میرے بعد بھی تم ہی میرے خلیفہ رہو گے مگر تم بنی نہیں ہو گے کیونکہ میرے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا

خالد کو چار سو کا جمعیت کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ خالد نے اسکو گرفتار کیا اور وہ آنحضرتؐ کے ساتھ مدینہ آیا۔ ان تمام واقعات میں بھی حضرت ابوبکرؓ کی کسی خدمت کا پتا نہیں مل سکا (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۱۱)۔

جب حضرت رسولؐ صلعم غزوہ تبوک سے مدینہ کی طرف واپس تشریف لارہے تو واقعہ عقبہ اٹھتے عقبہ ذی ننت کا واقعہ پیش آیا۔ جب آنحضرتؐ صلعم اس گھاٹی پر پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ خوب اندھیری چھائی تھی۔ حضرتؐ نے حکم دیا کہ ایک منادی بجا کر کھل سا تھیوں سے کہے کہ جبکہ حضرتؐ رسولؐ اس گھاٹی سے نہ گزر جائیں کوئی شخص اس پر نہ جگے۔ اس اعلان کے بعد حضرتؐ اونٹ پر سوار آگے بڑھے۔ ایک صحابی حذیفہ بن الیمانؓ حضرتؐ

(بقیہ حاشیہ ص ۷۱) گیا ہے اور روایت کا یہ جزو کہ ”لاینبغیان اذہب کلا دانت خلیفتی یہ مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو“ بھی غلط ہے خواہ مدینہ سے جانا ہو یا دنیا سے جانا۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے مدینہ جانے کی کوئی خصوصیت کر نہیں کی۔ ان تمام وجوہات ماننا پڑے گا کہ آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا اے علیؓ جب کبھی یتیم کو چھوڑ کر کہیں جاؤ گے تم ہی کو میرا خلیفہ ہونا ضروری ہے اس کے خلاف کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں کہیں جاؤں یا دنیا سے اٹھوں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو۔ اس کے بعد آنحضرتؐ صلعم نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے ان ارشادات کے خلاف کوئی بات نہیں فرمائی۔ اس وجہ سے یہ یقینی ہے کہ حضرتؐ کا یہ قول بھی سنو سنو نہیں سمجھا جاسکتا اور آنحضرتؐ کے بعد ان سب منصومات کا تعلق ویسا ہی قائم رہا جیسا آنحضرتؐ کی زندگی میں تھا۔ بعض یورپین مورخین (مثلاً ایرونگ) نے لکھا ہے کہ اس حدیث منزلت کا مطلب یہی تھا اور اکثریوں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرتؐ نے طے کر لیا تھا کہ حضرتؐ علیؓ ہی کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کریں۔ اس موقع کے متعلق یہ چند شے بھی کہے گئے ہیں۔

کہ اے کردہ درکار دیں اہتمام
کہ نسبت زہارون بہ موٹے رسید
نبوت ز مردم شود چسبی
(حبیب السیر)

عشلی را چنیں گفت خیر الا نام
ترا از من آن منزلت شد پدید
مگر اکی کہ نبود پس از من بنی

کے اونٹ کی ہمار پکڑے ہوئے تھے۔ حذیفہ کا بیان ہے کہ اس اثنا میں بجلی چمکی تو اسکی روشنی میں ۱۲ یا ۱۴ اسوار کھیس نے دیکھا کہ آنحضرت کی سواری کی طرف بڑھے اور چاہا کہ حضرتؐ پر حملہ کر کے آپ کو ہلاک کر دیں۔ یہ کل منافقین صحابہ سے تھے مگر خدا نے جناب جبریلؑ کو بھیجا کہ آنحضرت صلیع کو ان دشمنوں کے ارادہ سے مطلع کر دیا اور حضرتؐ ان کے شر سے محفوظ رہے (تاریخ پنجویں جلد ۲ ص ۱۱۱ وغیرہ) لہ افسوس مومنین نے

لہ حضرت رسول خدا صلیع نے ان منافقین کے نام حذیفہ کو بتا دیئے تھے مگر تاکید کر دی تھی کہ ان کو پوشیدہ رکھنا اور ان صحابہ کو نصیحت نہ کرنا لیکن معلوم نہیں کیوں حضرت عمرؓ کو اسکی خاص فکر ہوئی کہ ان لوگوں کے نام معلوم کرے۔ آپ کو خوف ہوا کہ حضرت رسول خدا صلیع نے شاید مجھ کو بھی انھیں لوگوں میں نہ سمجھا ہو جو حضرتؐ کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے چند گاہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ می آمد و اور اسوگند می داد کہ در آں زمان کہ آب سرور ذکر منافقان می کرد عمر را در اں میان ذکر کردی کئی مرتبہ حضرت عمر جناب حذیفہ کے پاس آتے اور پوچھتے رہے کہ اُس زمانہ میں رسول خدا صلیع نے جن منافقوں کا ذکر کیا تھا انھیں کیا عمر کا نام بھی لیا تھا؟ (معارض النبوة رکن ۴ ص ۳۲ وغیرہ) مگر حذیفہ برابر ملتے رہتے تھے۔ آخر حضرت عمر کو خود ہی اس بات کا اقرار کرنا پڑا علامہ ذہبی لکھتے ہیں: من روايتہ قول عمر با حذیفۃ باللہ انا من المنافقین زید بن وہب جو تابعین کے سب سے جلیل الشان لوگوں اور ان کے معتمد علیہ حضرات میں ہیں روایت کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے خود فرمایا اے حذیفہ خدا کی قسم میں بھی منافقین سے ہوں (میزان الاعتدال ترجمہ زید بن وہب مطبوعہ لکھنؤ جلد ۱ ص ۳۲) حضرت ممدوح کا اس قسم کا قولی متحد کتابوں میں ملتا ہے۔ ایک اور موقع کی حالت ممدوح خود اس طرح بیان کرتے تھے: عن عمر بن الخطاب قال نصب رسول اللہ علیا علما فقال من کنت مولاً فاضلی مولاً اللہم وال من ولادۃ وعاد من عاداة واخذل من خذله وانصہ من نصرہ اللہم انت شہیدی علیہم۔ قال وکان فی جنبی شاب حسن الوجه طیب البویح فقال لی عمر لقد عقد رسول اللہ عقد الایملہ الا منافق فاحذروا ان تحملہ

ان لوگوں کا نام درج نہیں کیا جن کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ مگر یہ یقینی ہے کہ وہ

(بقیہ حاشیہ ص ۷۳) قال عمر فقلت یا رسول اللہ انک حیث قلت فی علی کان فی جنبی شاب حسن الوجه طیب الریح قال نعم یا عمر انه لیس من ولد آدم لکنہ جبیل امراہ ان یؤکد علیکم ما قلتہ فی علی۔ حضرت عمر بن الخطاب بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بطور امام و پیشوا مقرر کر کے اعلان کر دیا کہ جس میں مولا تھا اب اس کے مولا علی ہیں۔ اے خدا جو ان کو اپنا مولا سمجھے اس کو تو دوست رکھ اور جو ان دشمنی کرے تو اس کو دشمن رکھ جو ان کو چھوڑے اس کو تو بھی چھوڑ دے اور جو انکی مدد کرے اسکی تو بھی مدد کر۔ اے اللہ اس بات میں تو میرا ان لوگوں پر گواہ بننا حضرت عمر کہتے تھے کہ اس وقت میرے بغل میں ایک خوبصورت اور خوشبودار جوان تھا اچھا مجھ سے کہا اے عمر حضرت رسول خداؐ نے ایک ایسی گروہ باندھ دی ہے جس کو بھی شخص کھول دیکھا جو منافق ہو گا۔ تم ڈرو کہ کہیں تم ہی اس خلافت کی گروہ کھولنے کا بار نہ اٹھاؤ حضرت عمر کہتے تھے کہ یسئیر میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے خدا کے رسول جب آپ علیؓ کے بارے میں وہ حکم دے رہے تھے تو میرے بغل میں ایک جوان خوبصورت عمدہ خوشبودار تھا۔ حضرت نے فرمایا ہاں اے عمر (مجھے بھی معلوم ہی لیکن وہ آدمی نہیں بلکہ جناب جبریلؑ تھے انھوں نے چاہا کہ میں نے علیؓ کی خلافت کے بارے میں جو کہا ہے اس کے متعلق تم پر تاکید کر دیں) مودۃ القریٰ سید علی ہمدانی مطبوعہ بمبئی ص ۱۶۱ اور جناب محقق دہلوی شیخ عبدالحق صاحب بنی قابل قدر کتاب میں لکھتے ہیں میں قبل الخدیفۃ کیف حضرت امیر المومنین علیؓ علم لیرہ ابو بکر و لا عمر۔ قال الی کنت اسیر خلف رسول اللہؐ فنام علیؓ را احلتہ فسمعت اناسا منهم یقولون لو طر حنا عن را احلتہ فاند فقت عنقه فاسترحنا منه فسرت بینہم فیمنہ وجعلت ارض صوتی فانتبه فقال من هذا قلت حذیفۃ۔ قال من اولئک قلت فلان وفلان حتی غلغلا اسمائہم۔ ہم منافقون لا تخبروا احدا و اجاب عن نافع بن جبیر قال لم یخبر رسول اللہؐ باسما المنافقین الذین صحابہ لیلۃ

منافقین و منافقین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر غزوہ میں جاتے تھے لیکن نہ جہاد کرتے نہ کسی کافر کو قتل کرتے نہ قاتل کرتے بلکہ آرام سے بیٹھے رہتے تھے۔

غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت مسجد ضرار کے ڈھوانے کا واقعہ پیش ہوا۔ مسجد ضرار کا نام آیا۔ ایک شخص ابوعامر نے مدینہ کے منافقین کو آواز دیا کہ مسجد قبا کے مقابلہ میں ایک مسجد بناؤ کہ ہم لوگ اپنے امور اس میں انجام دیں۔ ان لوگوں نے ایک ہفتہ مضبوط مسجد تیار کر لی۔ جب حضرت غزوہ تبوک کے لیے جانے لگے تو ان منافقوں نے دھوکے کے طور پر عرض کی کہ آپ اس نئی مسجد میں نماز پڑھادیں تو یہ قبول ہو جائے گا۔ حضرت نے فرمایا اس وقت تو میں ایک نہم پر جا رہا ہوں۔ جب حضرت واپس ہوئے تو ان منافقین نے پھر درخواست کی کہ اپنے وعدہ کے مطابق اس مسجد میں ایک نوحہ نماز پڑھ لیجئے۔ اسی وقت جناب جبریل یہ آیت لائے والے الذین اتخذوا مسجداً ضلالتاً۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ ۱) العقبۃ غیر حذیفۃ۔ لوگوں نے حذیفہ پوچھا کہ تم کو منافقین کا حال کیسے معلوم ہو گیا؟ حالانکہ ابوبکر و عمر کو نہیں معلوم ہوا۔ انھوں نے کہا شب عقبہ میں رسول کی سواری کے پیچھے چلتا تھا اور حضرت کو نیند آگئی تھی تو میں نے سنا کہ کچھ صحابہ کہتے ہیں آؤ ہم لوگ رسول کو اونٹ سے گرا دیں کہ انکی گردن ٹوٹ جائے اور ہم لوگوں کو ان کے ہاتھ سے نجات ملے۔ یہ سنا کہ میں ان کے درمیان پہنچ گیا اور زور زور سے باتیں کرنے لگا جس پر حضرت بیدار ہو گئے۔ پوچھا کون! میں نے عرض کی حذیفہ۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ میں نے سب کے نام بتائے۔ حضرت نے فرمایا یہ منافق ہیں مگر تم کسی کو ان کے نام نہ بتانا۔ اور نافع کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ کے سوا اور کسی صحابی کو ان منافقین کے نام نہیں بتائے جنھوں نے شب عقبہ میں حضرت کو ہلاک کرنا چاہا تھا۔ کان عمر! یسأل حذیفۃ عن حدیث العقبۃ ویسألہ عن علامات النفاق هل یبغی فیہ شیئاً منھا حضرت عمر بن الخطاب سے عتبہ کی حدیث پوچھا کرتے اور یہ بھی پوچھتے کہ اے حذیفہ تمھیں میں بھی تم نفاق کی کوئی علامت یاد ہے؟ (اسماء الرضائل علیہ السلام) یہ عجیب بات ہے کہ حذیفہ سے اس قدر اصرار کرتے پر بھی انھوں نے یہ نہیں کہا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین میں سے ایک کا نام نہیں لیا تھا اور آپ میں منافقین کی علامت بھی نہیں ہے ۱۲

مالک ابن معن بن عدی کو بھیجا ان دونوں نے جا کر اس مسجد خزار کو گرا دیا اور وہ جگہ برباد کر دی گئی۔ اس خدمت میں بھی حضرت ابو بکر کی کسی شرکت کا پتا نہیں ملا (تاریخ حلبی جلد ۳ ص ۱۶۱) **وادئ الرمل** ایک شخص نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کی کہ وادی الرمل میں کچھ سریرہ لوگ کٹھے ہوئے ہیں جو مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت نے اصحاب سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ اصحاب صفہ سے ایک جماعت طیار ہوئی کہ ہم جا کر ان کا تذکرہ کریں۔ آنحضرت نے منظور فرمایا۔ حضرت ابو بکر کو علم ملا اور لشکر کی سرداری عنایت ہوئی آپ اس فوج کے ساتھ دشمنوں کی طرف گئے۔ وہ سب ایک وادی میں تھے حضرت ابو بکر نے ان کے قریب پہنچ کر چاہا کہ وادی کے اندر پہنچ جائیں اور ان پر قبضہ کر لیں مگر غنیمت دفعۃً باہر نکل پڑے اور اس زور کی جنگ شروع کر دی کہ حضرت ابو بکر کو سخت شکست ہو گئی بہت سے مسلمان مار گئے اور باقی لوگ بھاگ کر مدینہ واپس آ گئے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو علم دیکر اور فوج کا سردار بنا کر بھیجا۔ جب مدوح اس وادی کے قریب پہنچے تو دشمنوں نے گدین گاہ سے نکل کر مسلمانوں پر پھر زور کا حملہ کیا۔ اہل سلام کسی طرح مقابلہ نہ کر سکے اور پھر سب کے سب شکست کھا کر مدینہ واپس آئے۔ اس کے بعد عمرو عاص نے خواہش کی کہ حضور مجھے حکم ہو کہ جا کر مکہ و فریب سے ان کا کام تمام کروں۔ آنحضرت راضی ہو گئے اور مسلمانوں کو اس کے ماتحت کر کے پھر وادی الرمل کی طرف روانہ کر دیا۔ یہ سب گئے لڑائی ہوئی مگر حضرت اول و دوم کی طرح یہ بھی شکست کھا کر واپس آئے۔ اس دفعہ بھی کئی مسلمان مارے گئے۔ جب اس طرح کئی روز تک مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ اہل اسلام کا معاملہ از کلام دشمنوں کا دل قوی ہو گیا تو آنحضرت کو تردد ہوا۔ آخر حضرت نے جناب امیر کو علم عنایت فرما کر اور مسلمانوں کو آپ کے ساتھ کر کے روانہ کیا پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کہ حضرت کے لئے دعا کی اور مسجد احزاب تک خست کرنے کو تشریف لے گئے اس دفعہ حضرت ابو بکر و عمرو عاص بھی جناب امیر کے ماتحت بھیجے گئے اور ان سب کے حکم و یاگی کہ سب علی کی اطاعت کریں۔ جناب امیر نئی راہ سے روانہ ہوئے اور جب وادی الرمل قریب آیا

۱۵ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ کچھ ہی سروہ ذات السلاسل ہے جو شہر ہجری میں ہوا تھا اور جس کا ذکر صفحہ ۵۵ میں ہو چکا ۱۲

تب اُس طرف مڑ گئے۔ حضرتؓ نے کمال احتیاط برتنی کہ دشمن کسی طرح قابو سے باہر ہو جا
رات بھر چلتے اور صبح ہوتے ہی کسی مقام پر آرام کرنے کے لئے ٹھہر جاتے تھے۔ جب
دشمنوں کے قریب پہنچ گئے تو حکم دیا کہ فوج بہت آہستہ آہستہ چلے اور خود آگے بڑھے
ان تدابیر سے عمرو عاص کو انداز مل گیا کہ اس دفعہ ضرور مسلمانوں کی فتح ہوگی اور حضرت علیؓ
کا میاب ہو کر وہاں ہونگے جس سے ہم لوگوں کی اور ذلت ہوگی اس وجہ سے حضرت ابو بکرؓ
عمر کو بہکانے لگا کہ اس راہ میں بڑے بڑے خطرے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ وادی کے
اد پر سے دشمنوں پر رات کے وقت حملہ کر دیں۔ اس کا جادو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ پر چلی گیا
اور ان لوگوں نے کہا کہ ہاں تمہاری رائے درست ہے۔ پھر دونوں صاحبوں نے
حضرت علیؓ سے اس تجویز کو پیش کر کے کہا کہ اس کے مطابق جنگ کیجائے۔ مگر جناب میٹر
اس چالاک کو سمجھ گئے اور انکار کر دیا۔ تب عمرو عاص نے فوج والوں کو بھڑکانا چاہا اور
کہا کہ تم لوگ اپنی جان کیوں ہلاکت میں ڈالو۔ وادی کے اد پر سے چلو کہ وہ محفوظ راہ ہے
مگر لشکر نے جواب دیا کہ حضرت رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو حضرت علیؓ کی اطاعت کا حکم دیا ہے
ہم اس کے خلاف کیونکر کریں۔ غرض جناب میٹر نے جو راہ اختیار کی تھی اسی پر چلے جاتے
تھے یہاں تک کہ صبح ہوتے دشمنوں کے سر پر پہنچ گئے اور ان کو ہر طرح زیر کر دیا۔ سب
سب شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اور جناب میٹر فتوح کی خوشخبری لیکر واپس ہو گئے۔ جب
آنحضرتؐ کو آپ کے تشریف لانے کی خبر ملی تو آپ کے استقبال کے لئے تشریف لیٹے
جب جناب میٹر نے حضرتؐ کو دیکھا تو سواری سے اتر پڑے مگر آنحضرتؐ نے فرمایا اے
علیؓ سوار ہو کہ خدا اور اس کے رسولؐ تم سے راضی ہیں۔ جناب میٹر اس ارشاد پر بار
خوشی کے رونے لگے۔ اس موقع پر بعض مومنین نے یہ اشعار لکھے ہیں ۵

چنیں گفت آں روز خیر الانام	کہ اندیشہ دارم ز بعضے ہمام
وگر نہ حدیث ز قدر علی	ہمی گفتم از غایت یک دلی
کہ ہر کہ کردے ز امت گزر	نہادے بجائے قد ہاش سر
ز خلک قد ہاش برداشتے	ازاں آبروے و گرداشتے

و جلیج مرمایق اقبوۃ وغیرہ، بعض مومنین لکھا ہر کہ بعد غرہ ہمیں دہی حدی کرے میں فساد کیا۔

اسکی خبر آنحضرت صلعم کو ہوئی تو جناب امیر المومنینؑ کی ماتحتی میں ایک فوج اسکی سرکوبی کے لئے یمن کی طرف بھیج دی اور خالد بن ولید کو ایک لشکر کے ساتھ اعراب حنفی پر روانہ کیا اور فرمایا کہ جبے لوں لشکر بچھا ہوں تو دونوں کے سردار حضرت علیؑ ہی رہیں حضرت علیؑ نے اپنی فوج کا ہر اول خالد بن سعید بن عاص کو اور خالد بن ولید نے اپنی فوج کا ہر اول ابو موسیٰ اشعری کو مقرر کیا۔ آگے بڑھنے پر وہ لوگ جن کے لئے خالد بھیجے گئے تھے دو فرقتے ہو گئے۔ ایک یمن کی طرف چلا گیا اور دوسرا بنو زبید سے مل گیا۔ حضرت علیؑ کو یہ بات معلوم ہوئی تو خالد کو پیغام بھیجا کہ جہاں تک پہنچے ہو وہیں ٹھہرے رہو مگر وہ نہ آیا تو آپؑ نے خالد بن سعید کو حکم دیا کہ خالد کی طرف بڑھو۔ خالد بن سعید ادر ہڑے آئے میں حضرت علیؑ بھی آگئے اور خالد کو نافرمانی پر ملامت کی پھر عمرو بن معدی کرب کی طرف حملہ آور ہوئے۔ عمرو جناب میٹر کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا بھاگ کھڑا ہوا۔ تب جناب امیرؑ نے خالد بن سعید کو صدقات وصول کرنے کے لئے وہاں مقرر کر دیا اور خود مدینہ واپس آئے۔ اس موقع پر بھی حضرت رسول خدا صلعم نے جناب امیرؑ کے بارے میں فرمایا اللہ منی وانا منہ (روضۃ الاحباب حبیب السیر وغیرہ) اس واقعہ میں بھی حضرت ابو بکرؓ کی کسی غلطی کا پتا نہیں مل سکا۔

جناب امیرؑ سلمہ ہجری میں حضرت رسول خدا صلعم نے جناب امیرؑ کو ملک یمن بھیجا آپؑ نے یہاں پہلے آنحضرتؐ نے خالد بن ولید کو وہاں روانہ کیا تھا کہ اہل یمن کو اسلام کی طرف بلائیں۔ وہ گئے بہت کوشش کی مگر کچھ بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ مورخین نے تصریح کر دی ہے اقام علیہ ستۃ اشہر لا یجیبونہ اسے شئی۔ خالد بن ولید یمن میں چھ مہینہ تک رہے اور وہاں والوں کو اسلام کی طرف بلائے رہے مگر کسی نے کچھ بھی نہیں سنا۔ آنحضرتؐ صلعم نے حضرت علیؑ کو بھیجا اور حکم دیا کہ خالد اور اس کے ساتھیوں سے جسکو چاہیں معزول کر دیں۔ جناب امیر المومنینؑ نے وہاں پہونچ کر اہل یمن کو آنحضرتؐ کا نام سنایا فاسلمت ہذا ان کلھا فی یوم واحد فکتب بذلک اے رسول اللہؐ قال السلام علی ہذا ان شہر تابع اہل الیمین علی الاسلام وکتب بذلک اے رسول اللہؐ فبعد شکر اللہ تعالیٰ جس وقت جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ کا خط پڑھا تو

والوں کو سنایا (اور انھیں اسلام کی طرف دعوت دی) تو (یہ اثر ہوا کہ) ایک عین میں پورا قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا۔ جناب میثرنے اس کامیابی کی خوشخبری جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ بھیجی۔ حضرت کو بھی اس سے اتنی مسرت ہوئی کہ فرمایا قبیلہ ہمدان پر سلام ہو۔ اس کے بعد اہل مین پے در پے اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ حضرت علیؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر بھی لکھ بھیجی۔ جب آنحضرت نے یہ سنا تو ارے غوثی کے درگاہ ایزدی میں سجدہ شکر ادا کیا اور بار بار فرمایا۔ السلام علی ہمدان السلام علی ہمدان قبیلہ ہمدان پر سلام ہو۔ قبیلہ ہمدان پر سلام ہو۔ اس وقت بھی حضرت ابو بکر کی کسی خدمت کا پتا نہیں ملا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ قال کعب الاحبار لما قدم علی الیمن لقیته قلت له اخبرني عن صفته رسول الله فجعل يخبرني عنها وجعلت اتبسم - فقال لي تم تبسم - قلت مما وافق ما عندنا في صفته - وقلت ما يحل وما يحرم - فاخبرني - فقلت هو عندنا كما وصفته وصدقت برسول الله وامننت به ودعوت من قبلنا من الاحبار واخرجت اليهم سفرا قلت هذا همان ابی یثعمه علی ویقول لا تقصده حتى تسمع بنی یخرج بیغرب قال فاقمت علی اسلامی بالیمن - کعب الاحبار بیان کرتے تھے کہ جب حضرت علیؑ مین میں تشریف لائے تو میں حضرت سے ملا اور عرض کی کہ آپ مجھ سے رسول اللہ کی صفت بیان کریں حضرت علیؑ بیان کرتے جاتے اور میں مسکراتا جاتا تھا۔ اس پر حضرت نے پوچھا کہ کس بات پر تم تبسم کرتے ہو۔ میں نے کہا یہ دیکھ کر کہ آپ جو کچھ بیان کرتے ہیں یہ سب ان اوصاف کے مطابق ہے جو ہماری کتابوں میں حضرت کے متعلق لکھے ہوئے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا حلال بائیں کیا ہیں اور حرام کیا ہیں۔ حضرت علیؑ نے یہ سب بھی ابھی طرح بیان کر دیا۔ میں نے کہا یہ سب بھی بالکل اس کے مطابق ہیں جو ہماری کتابوں میں ہیں۔ اس کے بعد میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا۔ پھر میرے ملنے والے جو علماء یہود تھے۔ ان سب کو اسلام کی طرف بلایا اور ایک کتاب نکال کر انکو دکھائی اور کہا کہ میرے والد نے یہ کتاب میرے لیے دی تھی اور کہا تھا کہ اس کو کبھی نہ کھولنا البتہ جب متنا کہ مرید میں کوئی نئی آئے ہیں تب اس کو کھول کر اس پر عمل کرنا غرض میں

مسلمان ہو کر یمن ہی میں رہا یہاں تک کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو تاریخ
خمیس جلد ۲ ص ۱۷۱) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کل غزوات و سرایا کے حالات کا بیان کرنا
طوالت کا باعث ہو گا پوشہور اور بہتم باشندان تھے ان کا مختصر ذکر کیا گیا۔ مگر افسوس صحت
ابوبکر کا کوئی قابل فخر کام کسی غزوہ یا سریرہ میں نہیں مل سکا۔ اکثر میں تو آپ کے شریک ہونے
پر عافیت موجود رہنے اور سلامتی واپس تشریف لانے کے سوا کوئی خدمت ملتی ہی نہیں ہے
اور بعض دفعہ آپ کو جہاد کا موقع دیا گیا تو حکم قضا و قدر سے آپ کو کامیابی نہ ہو سکی۔

فیضائِل جہاد و مجاہدین

چونکہ مذہب اسلام اور اس کے قبول کرنے والوں کے مخالف مشرکین و یہود و نصاری
عرب سب ہی تھے اور وہ اس دین کے مٹانے کی پوری کوشش کرتے رہتے تھے اس وجہ
سے اس کی حفاظت نہایت ضروری تھی۔ اسی سبب خدا نے ہر مسلمان پر جہاد کرنا یعنی
دشمنوں کے حلوں کو روک کر اسلام کو بچانا واجب اور اس فریضہ کو بھی مثل نماز روزہ
کے اہم قرار دیا اس لئے کہ اگر مسلمان اپنے دشمنوں سے جہاد نہ کرتے تو نہ وہ دنیا میں ہو سکتے
نہ اسلام باقی رہتا۔ چنانچہ قرآن مجید میں بار بار فرمایا ہے کہ تم لوگ جہاد کرو۔ لڑو۔ قتال کرو۔
ارشاد باری ہے۔ کَتَبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالَ وَ هُوَ کَرَّہٌ
قرآن مجید میں لکھ دیا کہ لکھو و عینہ ان تکبر هو اشیتا و هو خیر کلم و عینہ
ان تحبوا شیتا و هو شر لکھو و اللہ یعلم و انتم لا تعلمون مسلمانو! تم پر جہاد
فرض کیا گیا۔ اگرچہ یہ تم پر شاق ہوتا ہے اور عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو (جہاد) کو ناپسند کرو
حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق
میں بُری ہو اور خدا تو جانتا ہی ہے مگر تم نہیں جانتے (پک رکوع ۱۰) وَ قَاتِلُوا فِی سَبِيلِ
اللّٰهِ وَ اعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیعٌ عَلِیْمٌ اے مسلمانو! خدا کی راہ میں جہاد کرو اور جان و مال
کو خدا ضرور سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے (پک رکوع ۱۶) فَلِیَقَاتِلَ فِی سَبِيلِ اللّٰهِ
یَسْتَوْفُوا الْحَقَّ مِنَ النَّاسِ یَا لَآخِذِی بَعْدِ یُسَافِرِ فِی سَبِيلِ اللّٰهِ فَمَقْتَلٌ اَوْ یَغْلِبُ فَسَوْفَ
وَقَدْ تَجِدُوا اَجْرًا عَظِیْمًا پس جو لوگ دنیا کی زندگی (جان و مال) آخرت کے واسطے دے گئے کو

موجود ہیں ان کو خدا کی راہ میں جہاد کرنا چاہیے۔ اور جس نے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ پھر شہید ہوا تو۔ یا غالب آیا تو (دونوں حالتوں میں) ہم عنقریب ہی اس کو بڑا اجر عطا فرمائیں گے۔ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الْآيَةُ سَلَامًا نُوْحٌ كُوْكِيَا هُوَ كِيَا سَ كِه خدایا کی راہ میں جہاد نہیں کرتے ہو (پ ۷ ع ۷) فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تَكُفُّ إِلَّا أَنْفُسُكَ وَحَرِيضِ الْمَوْتِ مَبِينٌ عِنْدَ اللَّهِ أَنْ يَكُفُّ بِأَسْنِ الْكَذِبِ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَاسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا خدایا کی راہ میں جہاد کرو اور تم اپنی ذات کے سوا اور کسی کے ذمہ وار نہیں ہو اور ایمانداروں کو جہاد کی ترغیب عنقریب خدا کافروں کی ہیبت روک نہ سکے گا۔ خدایا کی ہیبت سب سے زیادہ ہے اور اس کی سزا بہت سخت ہے (پ ۷ ع ۸) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اے ایمان والو خدا سے ڈرتے رہو اور اس کے تقرب کے ذریعہ کی جستجو میں رہو اور اسی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ (پ ۷ ع ۹) وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً الْآيَةُ اَوَّلُ شَرِّهِمْ جِسْ طَرَحِ تَم سَ سَبِ كَ سَبِ لُكُ رُتَ مَ تَم بَی اسی طَرَحِ سَبِ سَبِ لُ كُ رُ اُن سَ لُ و رِ پَ ع ۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً اے ایمان والو کفار سے جو لوگ تمہارے قریب کے ہیں اُن سے لڑو اور اس طَرَحِ لُ و رِ کہ وہ لوگ تم کو اپنے لئے سخت پائیں (پ ۷ ع ۱۲) وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادٍ اَوْرَجِ حَقِّ جِهَادِ كَرْنِ كَا ہِے و لِیَا ہِی جہاد خدایا کی راہ میں کرتے ہو (پ ۷ ع ۱۳) فَإِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا فَاقْتَرِبْ إِلَيْهِمْ فَإِذَا تَغَنَّنَهُمُ فَسُدُّوا أَلْوَتَانًا قَاتِلُوا بَعْدَ ذَلِكَ مَا يَدْرَأُ حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْتَانَهَا لَكُمْ اَبِ سَ جِ بَ تَم کَا فِرِ و سَ بَھُ رِ و اُنْ کِ گِ رِ ذِ مِ یَا رِ وِ یَا ہِا ہِا تَکِ کہ جب تم انھیں زخموں سے چور کر ڈالو تو انکی مشکیں کس لو بھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دو یا مواضع لیکر رہا کر دو یہاں تک کہ جنگ کا خاتمہ ہو جائے (پ ۷ ع ۱۵) اسی طَرَحِ بہت کثرت سے آیات ہیں جن سے جہاد کا واجب و اجبات ہونا واضح ہوتا ہے۔

جہاد کے فضائل میں حدیثیں بہت ہیں مثلاً جناب رسول خدا

فَضَائِلُ جِهَادِ كِي چن د حدیثیں اُن لَم نے فرمایا ہے اَن فِي الْجِهَادِ مِائَةُ دَرَجَةٍ

اعدھا اللہ للمجاهدین فی سبیل اللہ۔ بہشت میں سورہ ہے ہیں جو خدا نے ان لوگوں کے لئے ہیا کر رکھے ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں (صحیح بخاری ص ۷۹) ، مثل المجاہد فی سبیل اللہ کمثل الصائم القائم القانت بآیات اللہ لا یفتقر من صیام ولا صلوٰۃ حتی یرجع المجاہد فی سبیل اللہ جو شخص خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہے اسکی مثال اس شخص کی ہے جو روزہ رکھنے والا شب بھر عبادت خدا کرتا ہے اور برابر آیات خدا کی تلاوت کرنے والا ہو جو اپنے روزوں اور نمازوں سے نہیں ہٹتا یہاں تک کہ جہاد کرنے والا لڑ کر اپنی جگہ واپس آجائے (مشکوٰۃ شریف جلد ۵ ص ۶۹) ،

قال رسول اللہ من مات ولم یغزو لم یجد ثبہ نفسه مات علی شعبۃ من نفاق جو شخص اس طرح دنیا سے اٹھے کہ اس نے جہاد نہیں کیا ہو نہ اس کا خیال کیا ہو وہ ایک طرح منافق مرگیا (مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۷۰)۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کیا ہے تو حضرت نے فرمایا ایمان کا شلغ فیہ و جہاد لا غول فیہ و حجة مبرورہ وہ ایمان جس میں کبھی شک پیدا ہو اور وہ جہاد جس میں کسی قسم کی خیانت نہ ہو اسے مقبول

(مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۷۱) ، قال رسول اللہ ان ابواب الجنة تحت ظلال لسیون حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً بہشت کے دروازے تلواروں کے سایہ میں ہیں (مسلم) اسکو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی متعدد حدیثوں میں واضح کر دیا ہے کہ لوگ جہاد کے لئے جائیں انکی نیت اگر واقفانہ اور دشمنوں سے اسلام اور مسلمان کی حفاظت کرنا ہوگی تبہ مجاہدین کا ثواب حاصل کریں گے لیکن اگر وہ اور کسی غرض سے شریک ہوئے ہیں تو وہ اس اجر سے محروم رکھے جائیں گے۔ چنانچہ صاف مرقوم ہے ان ساجدا قال یا رسول اللہ جب

یرید المجاہد فی سبیل اللہ و هو یتغنی عرضاً من عرض الدنیا فقال البیہی لا اجر لہ۔ ایک شخص نے عرض کی کہ اے رسول خدا ایک شخص خدا کی راہ میں جہاد کے لئے جانا چاہتا ہے مگر اسکی غرض دنیا کے مال و اسباب سے کچھ حاصل کرنا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا اسکو آخرت کا کوئی اجر نہیں مل سکتا ہے (مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۷۲) اس سے واضح ہو کہ اس زمانہ میں ایسے لوگ بھی تھے جو جہادوں میں آنحضرت کے ساتھ جاتے تو تھے مگر نہ لڑتے تھے نہ کسی کو قتل کرتے تھے۔ بلکہ اُس انتظار میں رہتے تھے کہ مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آئے

تو ہم بھی حصہ لینے کو حاضر خدمت رہیں۔ وہی حدیث مذکور بالا کے مصداق ہیں۔

پہوتھی فصل

جناب سیدہ شادی کی تمنا اور اس کا نتیجہ

سہ ہجری میں جناب سیدہ کی شادی حضرت علیؓ کے ساتھ حکم خدا ہوئی مگر اس سے پہلے حضرت ابو بکر و عمرؓ نے اس کی تمنا کی محدثین و مؤرخین نے لکھا ہے :- جاء ابو بکر اے النبیؐ فعد بین یدہ یہ فقال یا رسول اللہ قد علمت مناصحتی وقد می فی الاسلام والی والی قال وماذا قال تنہ وجنی فاطمة فسکت عنہ اذ قال اعرض عنہ فرجع ابو بکر ا عمر فقال هلکت واهلکت قال وماذا قال خطبت فاطمة اے النبیؐ فاعرض عنی قال مکانک حتی آتی النبیؐ فاطمة بل الذی طلبت - فأتی عمر النبیؐ فعد بین یدہ فقال یا رسول اللہ قد علمت مناصحتی وقد می فی الاسلام والی والی قال وماذا قال تنہ وجنی فاطمة فاعرض عنہ فرجع عمر اے ابی بکر - حضرت ابو بکر جناب رسولؐ کے پاس مقابل بیٹھ گئے اور کہا اے رسولؐ آپ میری خیر خواہی اور اسلام کی حالت سے واقف ہیں اور میں ایسا اور میں ویسا حضرتؐ نے پوچھا تو پھر کہا یہی کہ فاطمہ کی شادی مجھ سے کر دیجئے۔ اس پر حضرتؐ بالکل خاموش ہو گئے یا اپنی طرف سے منہ پھیر لیا یہ (فیظ و غضب) دیکھ کر حضرت ابو بکر حضرتؐ عمرؓ کے پاس گئے اور کہا میں ہلاک ہو گیا۔ میں ہلاک کر ڈالا گیا۔ حضرتؐ عمرؓ نے پوچھا کیوں کیا ہوا؟ کہا میں نے فاطمہ سے شادی کا پیغام دیا تو آنحضرتؐ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ حضرتؐ عمرؓ نے کہا اچھا آپؐ ٹھہریے میں خود رسولؐ کے پاس جاتا ہوں اور یہی درخواست اپنے لئے کرتا ہوں۔ عرض حضرتؐ عمر جناب رسولؐ صلعم کے پاس پہنچے اور رُودر رُود بیٹھ گئے پھر کہا اے رسولؐ آپؐ میری خیر خواہی اور اسلام کی حالت سے باخبر ہیں اور میں ایسا اور میں ویسا حضرتؐ نے پوچھا تو پھر کہا یہی کہ فاطمہ کی شادی آپؐ مجھ سے کر دیں۔ اس پر بھی حضرتؐ (کو اتنا غصہ اور تنج ہو کر کہ آپؐ نے انکی طرف سے بھی منہ پھیر لیا۔ تب حضرتؐ عمر حضرت ابو بکر کے پاس واپس آئے لے حضرتؐ

نے صرف منہ ہی نہیں پھیر لیا بلکہ صاف انکار بھی کیا۔ علامہ ابن اثیر جزیری نے لکھا ہے:
خطب ابوبکر یعنی فاطمہؓ اے رسول اللہؐ فاطمہؓ رسول اللہؐ فقال عمر انت لھا یا علی
حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہؓ سے شادی کرنے کی درخواست حضرت رسولؐ کی خدمت میں
پیش کی تو حضرت نے بالکل انکار کر دیا۔ تب حضرت عمرؓ نے کہا اے علیؓ فاطمہؓ کے لئے تم ہی ہو
حضرت ابوبکر و عمرؓ کی درخواست پر تو حضرتؐ نے ان کا جواب ممکنہ دیا یا دیا تو انکار میں اور
انتہائے غصہ میں منہ بھی پھیر لیا لیکن حضرت علیؓ نے آنحضرتؐ سے درخواست کرتے ہیں پیغام
بھیجتے ہیں اور خود خدا و رسولؐ کی طرف سے آپ کو پیغام دیا جاتا ہے اور آپ قبول کرتے ہیں۔
محدثین نے تصریح کی ہے کہ عن النس بن مالک قال كنت عند النبیؐ فغشیه الوحی فلما
افاق قال تدری ما جاء به جبریل۔ قلت اللہ ورسوله اعلم۔ قال امرنی ان ازوج
فاطمة من علی فانطلق فادع لی ابوبکر و عمر و عثمان و علیا و طلحة و انس و یزید بعد ذلک من
الانصار النس بن مالک صحابی کہتے تھے کہ میں حضرت رسولؐ کی پاس تھا اتنے میں
حضرتؐ پر وحی نازل ہونے لگی جب حضرتؐ اس سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا جاتے
ہو ابھی کیا وحی اُتری ہے؟ انسؓ نے کہا نہیں۔ فرمایا خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہؓ کی شادی
علیؓ سے کروں۔ تم جا کر ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ طلحہؓ زبیرؓ اور چند انصار کو بلا لاؤ۔ فلما قبل
علی قال له یا علی ان اللہ امرنی ان انا و جئت فاطمة وقد زوجتکما علی اسبعة
مائة مثقال فضنة اسبیت۔ قال رضیت یا رسول اللہ۔ قال ثم قام علی
فخر ساجدا شکرا۔ قال النبیؐ جعل اللہ منکم الکثیر الطیب و بارک اللہ فیکم
قال النس فواللہ لقد اخرج منہما الکثیر الطیب۔ جب آنحضرتؐ صلعم کے طلب کرنے پر حضرت
علیؓ آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؓ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہؓ کی شادی تمہارے
ساتھ کروں۔ اس وجہ سے میں انھیں تمہارے نکاح میں دیتا ہوں۔ تم کو بھی منظور ہے
حضرت علیؓ نے عرض کی ہاں یا حضرتؐ مجھے منظور ہے۔ پھر حضرت علیؓ اپنی جگہ سے اٹھے
اور سجدہ میں گر کر شکر خدا بجالائے۔ اور حضرت رسولؐ نے دعائی کہ خدائے دونوں
سے پاکیزہ نسل کثیر تعداد میں پیدا کرے۔ انسؓ کہتے تھے کہ خدا کی قسم خدا نے دونوں

بزرگوں سے نہایت پاکیزہ اور کثیر تعداد کی نسل پیدا کی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے :-
 اختصاصه بتزويج سيدة نساء العالمين واخبار ان ذلك بوحى من الله تعالى
 وان الله جعل ذرية نبيه في صلبه - حضرت رسول خدا صلعم نے سیدۃ نساء العالمین
 کی شادی کے لئے خاص حضرت علیؑ کو اختیار کیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ تزویج خود جناب
 باری کے حکم سے ہوتی ہے اور یہ کہ خدا نے اپنے حبیب رسول خدا صلعم کی فریت حضرت علیؑ
 ہی کے صلب میں قرار دی ہے لہٰذا اور شاہ عبدالحق صاحب ہلوی نے لکھا ہے - فرمود
 یا انس آدم را جبریل از نزد پروردگار عرش و گفت بدستی خداے تعالیٰ امری
 کند ترا کہ تزویج کنی فاطمہ را با علیؑ - رسولؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور کہا
 خدا آپ کو حکم دیتا ہے کہ فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے کر دیجئے لہٰذا آنحضرت صلعم نے حکم خدا
 کی پابندی میں اس قدر اہتمام فرمایا کہ حضرت علیؑ موجود نہیں تھے اور آنحضرتؐ نے آپؐ
 غائبانہ نکاح کر دیا - علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں :- عن انس بن مالک قال خطب
 ابوبکر الی النبیؐ ابنتہ فاطمہ فقال یا ابا بکر لم یزل القضاء شمر خطبہا عمر مع
 عداۃ من قریش کلہم یقول لہ مثل قولہ لا بی بکر فقیل لعلیٰ وخطبت الی النبیؐ
 فاطمہ عنہ ان ینہ وجکھا - قال وکیف وخطبہا اشرف قریش فلم ینہ وجرھا فخطبہا
 فقال قد امرنی ربی بذلک - قال انس شمر دعائی النبیؐ بعد ایام فقال
 لی یا انس اخرج وادع لی ابا بکر الصديق وعمر بن الخطاب وثمان بن عفان و
 عبد الرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وطلحہ والزبیر وبعثہ من الانبیاء
 قال فدعوتہم فلما اجتمعوا عندہ واخذوا بحبالہم وکان علی غائبانی حاشیہ
 النبیؐ فقال النبیؐ الحمد لله الحمد بنعمتہ المعبود بقلہم ربہ المطاع بسلطانہ
 المہوب من عذابہ وسلطوتہ النافذ امرہ فی سماءہ وارضائہ الذی خلق
 الخلق بقدرہ و تمیزہم باحکامہ واعزہم بدینہ واکرمہم بنبیہ محمدؐ
 ان الله تبارک وتعالى اسمه وعظمته جعل المصاهرة سبباً للاحقوا وامرا

مفترضاً اور شیخ بہ کلاس حام والزمہ للانام فقال عز من قائل وهو الذی خلق
 من الماء بشر فجعلہ نسباً وصہراً وکان ربک قدیراً۔ فاما اللہ تعالیٰ یجری الی
 قضائہ وقضائہ یجری الے قدراً ولکل قضاء قدراً ولکل قدراً اجل ولکل اجل
 کتاب یحواللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب۔ ثم ان اللہ تعالیٰ امرنی ان
 اخرج فاطمہ بنت خدیجہ من علی ابن ابی طالب فاشہدوا انی قد نہ وجتہ علی
 اربع مائۃ مثقال فضۃ ان رضی بذلک علی ابن ابی طالب۔ ثم دعا بطبق من نسی
 بین ایدینا ثم قال اتھبوا فہبنا فیہنا عن نذیب اذ دخل علی علی النبی
 فتبسم النبی فی وجہہ ثم قال ان اللہ امرنی ان اخرج فاطمہ علی اربع
 مائۃ مثقال فضۃ ان رضیت بذلک فقال قد رضیت بذلک یا رسول اللہ
 قال انس فقال النبی جمع اللہ شملکما واسعد جدکما وبارک علیکما واخرج منکما
 کثیراً طیباً۔ قال انس فواللہ لقد اخرج منہما کثیراً طیباً۔ انس بن مالک بیان کرتے
 تھے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت رسولؐ سے درخواست کی کہ جناب فاطمہ کی شادی مجھ سے کر دیجئے
 تو حضرتؐ نے فرمایا اے ابوبکر خدا کو یہ منظور نہیں ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے درخواست کی انکا
 جو اب بھی حضرتؐ نے وہی دیا جو ابوبکر سے کہا تھا۔ تب لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا اگر
 آپ حضرت رسولؐ خدا صلعم سے جناب فاطمہ کی خواستگاری کریں تو یقینی ہے کہ حضرتؐ منظور
 کر لینگے۔ آپ نے فرمایا جب قریش کے اتنے لوگوں نے خواہش کی اور حضرتؐ نے انکی
 درخواست منظور نہیں فرمائی تو مجھے یہ عزت کیوں مرحمت ہوگی لیکن (لوگوں کے اصرار
 پر) حضرت علیؓ نے دریافت کیا تو حضرتؐ نے فرمایا ہاں خدا نے تو مجھے اس کا حکم ہی
 دیا ہے۔ انس بیان کرتے تھے کہ پھر چند دنوں کے بعد حضرت رسولؐ خدا صلعم نے مجھے
 بلایا اور فرمایا اے انس جا کر ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ عبدالرحمنؓ۔ سعدؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ اور فلاں
 فلاں انصاری کو بلا لاؤ۔ انس گئے اور سب کو بلا لائے۔ جب یہ لوگ اکٹھے ہو چکے
 اور اس وقت حضرت علیؓ غائب تھے۔ کیونکہ آپ حضرت رسولؐ کی کسی ضرورت سے
 باہر گئے ہوئے تھے تو آپ کی غیبت ہی میں حضرت رسولؐ خدا صلعم نے ایک خطبہ نکاح پڑھا
 اس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے اپنی لڑکی فاطمہؓ خدیجہ کی شادی میں علیؓ بن

ابی طالب سے کر دوں۔ پس تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے چار سو شقال کے برابر چاندی کا مہر قرار دیکر فاطمہ کا نکاح علی سے کر دیا۔ بشرطیکہ علی اس پر راضی ہوں۔ پھر حضرتؑ نے کھجور کا ایک طبق منگایا اور ہم لوگوں کے سامنے رکھ کر فرمایا کہ لو کھاؤ۔ ہم لوگ کھانے لگے۔ اتنے میں وہاں حضرت علی بھی آگئے۔ آپ کو دیکھ کر جناب رسول خدا صلم خوش ہو گئے اور فرمایا اے علی خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر تم راضی ہو تو میں فاطمہ کی شادی تمہارے ساتھ چار سو شقال چاندی کے مہر پر کر دوں۔ حضرت علیؑ نے عرض کی یا حضرت مجھے منظور ہے۔ اس کے بعد حضرت رسول خدا صلم نے دعا کی کہ اللہ تم دونوں کے درمیان میل رکھے۔ تم لوگوں پہلے ہی برکتیں نازل کرے اور تم دونوں سے بکثرت اور طیبہ نسل پیدا کرے۔ انس کہتے تھے کہ خدا کی قسم (رسول کی دعا مقبول ہوئی اور) ان دونوں حضرات سے خدا نے پاکیزہ اور بکثرت نسل پیدا کی (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۵۷۵)۔ بہت سی کتابوں میں ہے کہ حضرت علیؑ نے بھی اس موقع پر ایک خطبہ پڑھا جو حسب ذیل ہے:- الحمد للہ شکر الانعمہ وایادیہ۔ واشہد ان لا الہ الا اللہ شہادۃ تبلغہ وترضیہ۔ الحمد للہ الذی لا یموت۔ و هذا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نرجو جنی ابتغی علی صدق مبلغہ (اربعمائۃ ودرہم فاس ما یقول واشہد) (میر محمد یہ جلد ۲ ص ۹ و سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص ۲۶)۔ بڑی حیرت ہے کہ جب حضرت ابو بکر و عمر نے درخواست کی تو حضرتؑ نے منہ پھیر لیا یا جواب دیا تو انکار میں یا یہ فرمایا کہ انتظار بجا القضاء۔ فاطمہ کی شادی کے بارے میں مجھے حکم خدا کا انتظار ہے (سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص ۲۶ و سیرۃ محمد یہ جلد ۲ ص ۷ وغیرہ) لیکن حضرت علیؑ کے بارے میں یہ غدر نہیں کیا بلکہ فوراً منظور کر لیا بلکہ اکثر محققین کی تصریح کے مطابق خود ہی جناب فاطمہ کا نکاح حضرتؑ کے ساتھ بطور دیا اور فرمایا کہ خدا نے مجھے یہی حکم دیا ہے لہٰذا یہ معمول ہے کہ جب کسی مہذب شخص کو کوئی بات نہایت درجہ ناگوار اور باعث نفرت ہوتی ہے تو وہ اس کا کچھ جواب نہیں دیتا اور اپنی جگہ بیچ و تاب کھا کر رہ جاتا ہے لیکن اگر وہ بات حد زیادہ باعث طلال و صدمہ ہوتی ہے تو مہذب لوگ کہنے والے شخص کی طرف اپنا منہ پھیر لیتے ہیں۔ آنحضرتؑ خلق عظیم پر فائز تھے اس آئینہ کرنا چاہئے کہ حضرتؑ کو اس پیغام سے کس وجہ

پانچویں فصل

سورۃ براءت کی تبلیغ سے معزول

حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کا ایک مہتم باشان واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے ماہ ذیقعد ۱۰ھ ہجری کے آخر میں آپؐ کو حابیوں کا امیر مقرر کر کے مکہ معظمہ بھیجا اور آپؐ کو سورہ براءۃ دی کہ مکہ معظمہ جا کر اسکی تبلیغ کریں مگر پھر خدا کے حکم سے آپؐ کو اس عہد سے معزول کر دیا۔ امام بخاری صاحب سنۃ واقعہ کو اس طرح لکھتے ہیں ان اباہریرۃ قال بعثنی ابوبکر فی ثلاث الحجۃ فی مؤذنین بعثہم یوم النحر یؤذنون ان لا یحج بعد العام مشکم ولا یطوف بالبيت عریان۔ قال حمید بن عبد الرحمن شہد احدہم رسول اللہ لعلی بن ابی طالب وامرہ ان یؤذن ببراءۃ قال ابوہریرۃ فاخذن معاً علی۔ ابوبکرؓ کہتے تھے کہ (۱۰ھ ہجری کے) حج میں حضرت ابوبکرؓ نے مجھے بھیجا کہ ہم لوگ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک خانہ کعبہ کھج نہ کرے نہ کوئی شخص برہنہ اس کا طواف بجا لائے۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ وہی سورہ براءۃ کی تبلیغ کریں چنانچہ حضرت علیؓ نے جا کر اعلان کر دیا لے امام بخاری نے اس روایت کو تین جگہ لکھا ہے علامہ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:۔ عن علی قال بعث رسول اللہؐ ابا بکر ببراءۃ الی اهل مکة وبعثہ علی الموسم شہد بعثنی فی اثرا فادہرکتہ فاخذ منہ فقال ابوبکرؓ مالی؟ قال خیر۔ انت صاحبی فی الفار و صاحبی علی الخوض غیر انہ لا یبلغ عنی غیری اور اجل منی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت رسالتا ﷺ نے ابوبکرؓ کو سورہ براءۃ کے ساتھ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا پھر ان کے پیچھے ہی مجھے بھیجا تو میں نے ابوبکرؓ کو پکڑ کر ان سے سورہ براءۃ لے لی۔ یہ دیکھ کر ابوبکرؓ آنحضرتؐ کے پاس واپس آئے اور پوچھا یا حضرت کیوں مجھ کو اس سے معزول کیا؟ آنحضرتؐ سلم نے فرمایا یہی بہتر تھا۔ تم

میرے یار فار اور یار جوش ہو مگر بات یہ ہے کہ دینی احکام کو میری طرف سے
 سوامیرے یا ایسے شخص کے جو مجھ ہی سے ہو کوئی اور نہیں پہنچا سکتا
 ہے۔ پھر علامہ مدوح لکھتے ہیں عند الطبرانی من حدیث ابی سرافع نخوة لکن
 قال اتاہ جبریل فقال انه لن یؤدیھا عنک الا انت اور جبل منک۔ طبرانی میں
 بھی یہی مضمون ہے البتہ اس میں یہ بھی ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر
 کو سورہ براءت کے ساتھ روانہ کیا تو فوراً جبریل آنحضرت کی خدمت میں آئے اور کہا
 اے محمد! (یہ آپ نے کیا کیا) اس سورہ کو آپ کی جانب سے سو آپ کے یا اُس شخص
 کے جو آپ ہی سے ہو کوئی اور نہیں پہنچا سکتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں عن حدیث انہ
 قال بعث النبی ہر اءۃ مع ابی بکر ثم دعا علیا فاعطاھا ایاہ وقال لا ینبئک لاحد
 ان ینبغ هذا الا من اجل من اہلی۔ انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے سورہ براءت
 کو حضرت ابوبکر کے ساتھ بھیجا۔ پھر فوراً ہی حضرت علیؓ کو بلایا اور وہ سورہ حضرت ابوبکر
 سے لیکر حضرت علیؓ کو دیدیا اور فرمایا کسی کو مناسب نہیں ہے کہ اس سورہ کی تبلیغ کرے
 سوا اس شخص کے جو میرے اہل سے ہو ملے اور امام نسائی نے تحریر فرمایا ہے ان رسول اللہ
 بعث ہر اءۃ الے اہل مکة مع ابی بکر ثم دعا علیا فاعطاھا لہ خذ هذا الكتاب
 فامض بہ الے اہل مکة۔ قال فلحقته واخذت الكتاب منه فانصرف ابوبکر
 وهو کئیب۔ قال یا رسول اللہ انزل فی شیء؟ قال لا الا انی امرت ان ابغیہ
 انا و جبریل من اہل بیتی۔ حضرت رسول خدا صلعم نے مکہ والوں کی طرف حضرت ابوبکر
 کو سورہ براءت کے ساتھ بھیجا۔ پھر ان کے پیچھے ہی حضرت علیؓ کو روانہ کیا اور آپ
 سے کہا کہ ابوبکر سے اُس نوشتہ کو لے کر تم خود اہل مکہ کی طرف جاؤ۔ اس پر حضرت
 علیؓ روانہ ہوئے اور حضرت ابوبکر کو پکڑ کر ان سے وہ نوشتہ لے لیا۔ جس سے حضرت
 ابوبکر محزون و غموم اور شکستہ دل واپس آئے اور آنحضرت سے عرض کی کہ کیا میرے
 بارے میں کوئی حکم خدا نازل ہوا (جس پر میں اس شرف سے محروم کر دیا گیا)؟ آنحضرت
 نے فرمایا نہیں۔ مگر مجھے یہ حکم خدا ضرور پہنچا ہے کہ اس کو یا میں پہنچاؤں یا میرا بیٹا

ہی کا کوئی شخص پہنچائے لے اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے :- عن ابی بکر ان النبی
بعثہ ببراءۃ الی اہل مکہ فساہما ثلثا ثم قال علی الحقہ فرد علی ابی بکر وہ
بلغھا انت ففعل فلما قدم ابوبکر بکے - فقال یا رسول اللہ حدث فی شئ - قال ما
حدث فیک الاخیر وکن امرت ان لا یبلغہ الا انا وراہیل منی خود حضرت
ابوبکر بیان کرتے تھے کہ ان کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ براءۃ لیکر اہل مکہ کی طرف
بھیجا وہ اس کو لے کر روانہ ہوئے تو ان کے جانے کے تین دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت عائشہ سے فرمایا کہ تم جلد جا کر راہ ہی میں ابوبکر سے ملو اور انھیں میرے پاس واپس کر کے
خود جاؤ اور اس سورہ کی تبلیغ کرو۔ حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا جس کے بعد حضرت ابوبکر
آنحضرتؐ کے پاس واپس آکر رونے لگے (مگر ان کے رونے پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو
نہ کچھ سمجھایا نہ کچھ تسلی دی) تب حضرت ابوبکر نے پوچھا اے رسول خدا کیا میرے متعلق کوئی
امر حادث ہو گیا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا جو بات حادث ہوئی وہ بہتر ہی بہتر ہے مگر بات یہ
ہے کہ مجھے خدا کا حکم پہنچا کہ اس حکم کی تبلیغ یا میں کروں یا وہ شخص کرے جو مجھ ہی سے
ہو (اور چونکہ تم مجھ سے نہیں ہو اس وجہ سے میں نے تم کو معزول کر کے علیؑ کے ذمہ یہ
کام کیا ہے) لے اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے عن عبد اللہ بن
عمر ان رسول اللہ بعث ابابکر و عمر ببراءۃ الی اہل مکہ فانطلقا فاذا ہما کما
فقالا من هذا قال انا علی قال واللہ ما علمت الاخیرا فانخذ علی الکتاب فتبا
بہ وراجع ابوبکر و عمر الی المدینۃ فقالا مالنا یا رسول اللہ فقال مالکم الاخیر
ولکن قیل لی انہ لا یبلغ عنک الا انت اور رجل منک اخرجہ الحاکم حضرت عبد اللہ
بن عمر بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر کو سورہ براءۃ لے کر
مکہ والوں کی طرف بھیجا۔ وہ دونوں روانہ ہو گئے۔ مگر ابھی وہ راستہ ہی میں تھے کہ اونٹ
پر ایک شخص ان سے آکر ملا۔ ان دونوں صاحبوں نے پوچھا کون؟ سوار نے کہا میں
ہوں علی۔ حضرت ابوبکر بولے خدا کی قسم میں نے بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں جانا۔ مگر
حضرت علیؑ نے وہ سورہ ان دونوں صاحبوں سے لے لیا اور لیکر خود مکہ کی طرف روانہ

ہو گئے۔ اور حضرت ابوبکر و عمر مدینہ کی طرف پلٹ آئے اور دونوں نے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اے رسول خدا ہم لوگوں نے کیا تصور کیا؟ حضرت نے فرمایا تم
 لوگوں کا کچھ حرج نہیں خبر ہی خبر ہے لیکن مجھے حکم دیا گیا کہ اس سورہ کو سوا تھا کہ
 یا اس شخص کے جو تم ہی سے ہو اور کوئی نہیں پہنچا سکتا ہے۔ امام حاکم نے اس روایت کو
 لکھا ہے (قرة العینین ص ۲۳) اور علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ اس سورہ کی سے حضرت
 ابوبکر پر یہ اثر ہوا کہ فکان ابابکر رضی اللہ عنہ فی نفسه آپ کے دل پر چوٹ لگی۔ بعث
 رسول اللہ ابابکرؓ ببراءۃ الی الموسم فاتے جبریل علیہ السلام فقال انہ لن
 یؤدیما عنک الا انت اور اجل منک فبعث علیاؓ علی اثرہ حتی لحقہ بین
 مکة والمدينة فاخذہا فقلعہا علی الناس فی الموسم حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
 ابوبکر کو سورہ براءۃ کے ساتھ مکہ والوں کی طرف بھیجا تو جبریل علیہ السلام آنحضرت پر
 نازل ہوئے اور کہا یا حضرت آپ کی طرف سے سوا آپ کے یا اس شخص کے جو آپ ہی
 سے ہو اور کوئی شخص اس کام کو نہیں کر سکتا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو
 حضرت ابوبکر کے پیچھے بھیجا۔ حضرت نے جا کر مکہ اور مدینہ کے درمیان حضرت ابوبکر
 سے وہ سورہ لے لیا اور خود مکہ پہنچ کر اس کو پڑھا (تفسیر رشود جلد ۳ ص ۳۱) بعض
 مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ راویں جناب امیرؓ پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ لگائے
 ہوا کہ خود حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ مثلاً علامہ دیاربکری لکھتے ہیں ان النبی
 بعث ابابکرؓ علی الحج فاقبلنا معہ حتی اذا کنا بالعراج ثوب بالصبح فلما استوی
 للتکبیر سمع الرغوة خلف ظہرہ فوقف عن التکبیر وقال ہذا رغوة ناقة رسول
 اللہ الجذعاء لقد بد الرسول اللہ فی الحج فلعلہ ان یکون رسول اللہ فنصلی معہ
 فاذا علی علیہا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو حج کا سردار بنا کر بھیجا جب مقام
 پہنچے تو نماز صبح کے لئے بھیج کر کہنی چاہی۔ اتنے میں اپنے پیچھے حضرت رسولؐ کے ناکہ
 جذعہ کی آواز سنی تو ٹھہر گئے اور کہا معلوم ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے متعلق کچھ
 بدوا ہوا لہذا حضرت خود ہی تشریف لائے ہیں۔ اب ہم لوگ حضرت کے ساتھ ہی نماز
 پڑھ لیں۔ مگر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عوض حضرت علیؓ تھے (تاریخ نجاشی جلد ۱ ص ۱۵۶)

چشمی فصل

حکومت میر غاٹھ کے ماتحت رکھے جانا

علماء اسلام نے اس امر کو بھی بہت اہمیت سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کا کوئی فعل بغیر وحی خدا نہیں ہوتا تھا، عمر وعاص ایسے شخص کی ماتحتی میں دیا اور اُس کو آپ لوگوں پر سردار بنا کر جہاد میں بھیجا۔ چنانچہ سر یہ ذات السلاسل میں اس کا ذکر کیا گیا ہو۔ یہ امر حضرت ابوبکر کی شان کے بہت خلاف سمجھا گیا۔ اور اس اعتراض کو جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے: حضرت رسول اللہ ابوبکر و عمر را تعینات و تابع عمرو بن العاص ساخت و اور ابراہیم امیر کردہ و ہم جنیں اسامہ را ابراہیم سردار کردہ۔ اگر ایشاں را لیاقت ریاست می بود یا دریں باب افضل دادے می بودند چرا ایشاں را رئیس نمی کرد۔ دیگر اں را تابع ایشاں می ساخت۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر کو عمر وعاص کے ماتحت تعینات کر کے اوقات میں بھیجا اور اوس کو ان لوگوں پر حاکم مقرر کیا۔ اسی طرح حضرت نے اسامہ کو بھی ان لوگوں کا سردار بنادیا تھا۔ اگر ان دونوں صاحبوں میں سواری کی قابلیت ہوتی یا اس باب میں وہ افضل اور بہتر ہوتے تو کیوں ان حضرت صلعم انھیں لوگوں کو سردار اور دوسروں کو اوقات تابع نہیں کرتے؟ (تخفہ اثنا عشریہ باب طعن ۶)۔ اس سرداری میں عمر وعاص نے ان دونوں بزرگوں کے ساتھ پورے افسر اور ماتحت کا برتاؤ کیا۔ بلکہ سختی بھی کی مگر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتوں کی خبر ہوئی تو حضرت نے عمر وعاص کی تریف ہی کی۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے ان عمرو بن العاص امرم فی تلک الفیوض ان لا یوقدوا ناراً فانکر ذلک عمر فقال لہ ابوبکر دعه فان رسول اللہ لم یبعثہ علینا الا لعلہ بالحرب۔ فسکت عنه... وروے بن حبان من طریق قیس بن حاتم عن عمرو بن العاص ان رسول اللہ بعثہ فی ذات السلاسل فسالہ اصحابہ ان یوقدوا

ناراً فكلوا ابابکر فكله فی ذلک فقال لا یوقد احد منکم ناراً الا قذفتہ فیہا۔
 قال فلقوا العد وھزموھم فارادوا ان یتبعوھم فمنعھم فلما انصرفوا ذکروا
 ذلک للنبی فسالہ فقال کہ مت ان اذن لھم ان یوقدوا ناراً فیہم عدو
 قلتھم وکہ مت ان یتبعوھم فیکون لھم مدد فجد امرہ۔ سر یہ ذات السلاسل
 میں عمرو عاص نے فوج کو حکم دیا کہ کوئی شخص آگ نہ روشن کرے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اعتراض
 کیا کہ عمرو عاص کیوں منع کرتا ہے تو ان سے حضرت ابوبکرؓ نے کہا تم چپ رہو کیونکہ آنحضرت
 صلعم نے اسی وجہ سے تو عمرو عاص کو ہم لوگوں کا سردار بنا کر بھیجا ہے کہ اس کو فن حرب کا
 علم ہم لوگوں سے زیادہ ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ خاموش ہوئے ... اور ابن جبان نے خود
 عمرو عاص سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے اس کو ذات السلاسل میں سردار بنا کر
 بھیجا تو فوج نے درخواست کی کہ انکو آگ روشن کرنے کی اجازت ملے مگر عمرو عاص نے
 اس سے منع کیا۔ تب ان لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو بیچ میں ڈالا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عمرو عاص
 سے کہا کہ ان کو آگ روشن کرنے کی اجازت دے دو مگر عمرو عاص نے حضرت ابوبکرؓ کو جواب
 دیا کہ اگر تم میں سے کسی شخص نے بھی آگ روشن کی تو میں اس کو اسی آگ میں ڈال کر جلا
 ڈالوں گا۔ عرض دشمن سے مقابلہ ہوا تو مسلمانوں نے انکو شکست دی اور وہ بھاگے تو انکا
 پیچھا کرنا چاہا مگر عمرو عاص نے اس سے بھی منع کیا۔ پھر جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے
 تو عمرو عاص کی ان سختیوں کا ذکر حضرت رسول خدا صلعم سے کیا گیا۔ حضرت نے اس سے
 وجہ پوچھی۔ اس نے جواب دیا اگر میں آگ جلانے کی اجازت دے دیتا تو دشمنوں کو ہارنا
 کسی تعداد کا پتہ مل جاتا اور اگر ان لوگوں کو پیچھا کرنے کی اجازت دیتا تو ممکن تھا کہ دشمنوں
 کو لگ جاتی۔ آنحضرتؐ نے سنا تو عمرو عاص کی تعریف کی اور اس کے کام کو پسند کیا اور فتح البکر
 کتاب الغزوات غزوہ ذات السلاسل پر (جلد ۱) اس غزوہ میں حضرت عمرؓ اور عمرو عاص
 میں سخت کلامی کی بھی نوبت آگئی مگر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو سمجھا کر قصہ فرو کیا۔ محدث
 جمال الدین نے لکھا ہے :- عمرو بن العاصؓ گفت بیچ احد سے آتش روشن نہ کرنا
 کہ اور اور آتش اندازم۔ وروایت ہے آنکہ عمر فاروقؓ بر عمرو انکار کرد سخن و شت گفت۔
 عمرو گفت اے عمر ماور شدہ بہ آں کہ سخن من بشنوی و فرمان بری جواب داد کہ آری

عمر و گفت پس بآں امر متثل شود ابوبکر با عمر گفت بگذار اورا بحال خود بدستی کر جائے رسول خدا ویرا بر امیر مگر داینده مگر بچہ آنکہ دے مصلحت حرب یا نکوی داند۔ غزوہ ذات السلاسل میں عمرو عاص نے حکم جاری کیا کہ جو شخص بھی آگ روشن کرے گا میں اس کو اسی آگ میں جھونک دوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے عمرو عاص پر اعتراض کیا اور سخت بات کہی۔ عمرو نے کہا کیوں عمر! کیا تم میرے ماتحت نہیں کئے گئے اور تم کو حکم نہیں ہوا ہے کہ میری بات سنو اور میری اطاعت کرو؟ حضرت عمر نے کہا ہاں یہ حکم تو ہے۔ عمرو عاص نے کہا بس تو پھر جو میں کہتا ہوں اسکی تعمیل کرو۔ اور حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا کہ ان کو انکے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ حضرت رسول خدا ص نے انکو ہم لوگوں کا سردار اسی وجہ سے مقرر کیا ہے کہ ان کو فن حرب کا علم اور اسکی مصلحت زیادہ اور بہتر معلوم ہے (روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۴۱۳)

حضرت ابوبکر کو حضرت رسول خدا ص نے حضرت ابو عبیدہ کے ماتحت بھی ابو عبیدہ کی ماتحتی فوج میں بھیجا تھا لہ محدث جمال الدین غزوہ ذات السلاسل کے بیان میں لکھتے ہیں عمرو در راہ توقف نمود و رافع بن مکیث جہنی را بنزد حضرت فرستاد و مدد طلبید۔ آن سردار اے عقد فرمود و ابو عبیدہ بن الجراح داد و دیرا امیر دولیست مرد گردانید کہ ازاں جلد ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بودند و عمرو فرستاد۔ عمرو عاص نے راہ میں ٹھہر کر رافع کو آنحضرت کے پاس بھیجا اور حضرت سے ادا فوج کی مدد طلب کی۔ حضرت نے ایک کلمہ ابو عبیدہ بن الجراح کو دیا اور ان کے ماتحت دو سو آدمی کئے۔ ان میں حضرت ابوبکر و عمر بھی تھے۔ اور ان سب کو آنحضرت نے عمرو عاص کی مدد کے لئے روانہ کر دیا (روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۴۱۲) سخت تعجب ہے کہ صرف دو سو آدمی جو عمرو عاص کی مدد کے لئے بھیجے جا رہے ہیں ان کے سوا بھی حضرت ابوبکر یا حضرت عمر نہیں مقرر کئے گئے بلکہ اس حقیر لشکر میں بھی دونوں بزرگ ماتحت ہی بنا کر بھیجے گئے۔ اور سواری ابو عبیدہ کو ملی۔ جب فوج ابو عبیدہ کی ماتحتی میں عمرو عاص کے پاس پہنچی تو پھر یہ سب لوگ عمرو عاص کے ماتحت ہو گئے۔ یہ جلد بھی قابل عبرت ہے کہ

پیغمبر ﷺ کے لئے اسلام وصیت فرمودہ بود کہ اختلاف یکینہ۔ آنحضرت صلعم نے ان سب لوگوں سے وصیت کی تھی کہ خبردار اختلاف نہ کرنا۔ مگر حضرت ابوبکر و عمر نے آگ روشن کرنے کے بارے میں اس قدر اختلاف کیا کہ حضرت عمر نے سخت باہانی بھی کی (روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۴۱۲)

ساتویں فصل

اسامہ کے تحت جانا اور اس سے تخلف کرنا

صفر ۱ء بھیجی حضرت رسول خدا صلعم نے اپنے انتقال سے چند روز قبل (قابلاً ۳۹ صفر کو) باوجود شدت مرض صحابہ کو حکم دیا کہ اہل روم سے جنگ کرنے کے لئے لشکر آراستہ ہو۔ اور دوسرے دن اپنے دست مبارک سے ایک علم جنگ طیار کر کے اسامہ بن زید کو دیا۔ اور فرمایا میں تم کو اس فوج کا سردار مقرر کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ جا کر خدایا کی راہ میں کفار سے جہاد اور رومیوں پر حملہ کرو اور اس قدر جلد جاؤ کہ تمہارے پہونچنے سے پہلے اُن کو خبر نہ ہونے پائے۔ اسامہ نے تعمیل حکم کی اور باہر نکل کر وہ نشان بریدہ بن الحصیب کو دیا اور مدینہ سے روانہ ہو کر مقام جوف میں جو مدینہ سے تین میل شام کی طرف ہے پہونچ کر قیام کیا تاکہ پورا لشکر وہاں جمع ہو جائے تب سب آگے بڑھیں آنحضرت صلعم نے یہ حکم بھی دیا تھا کہ سوا حضرت علیؑ کے اور سب اعیان مہاجر و انصاری یعنی حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان۔ سعد بن ابی وقاص۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ سعید بن زید۔ قتادہ بن النعمان۔ سلمہ بن اکرم وغیرہ بھی اس لشکر میں اسامہ کے ماتحت ہو کر جائیں حضرت علیؑ کو آنحضرت صلعم نے اپنے پاس رکھ لیا۔ جب انتظام صحابہ کو معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے کہ ایک غلام کو آنحضرت صلعم نے اکابر مہاجرین و انصار کا سردار بنا دیا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنی دلی حالت کو پوشیدہ نہ کر سکے اور اس کے متعلق برسر مجلس چہمی گوئیاں کرنے لگے جب ان باتوں کی خبر حضرت رسول خدا صلعم کو ہوئی تو آپ کو نہایت رنج ہو بلکہ آپ اس درجہ غضبناک ہوئے کہ باوجود تپ اور دوسرے کے عصابہ سر مبارک پر باندھ کر دولت خانہ سے باہر تشریف

لائے اور منبر پر جا کر بعد حمد و ثناء الہی یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس یہ کیا باتیں
ہیں جو تم لوگ اسامہ کے سردار لشکر مقرر ہونے پر ظاہر کر رہے ہو۔ تم اس سے بھی اُسی طرح
انحراف کرنے لگے جس طرح اس کے باپ زید کے سردار فوج ہونے پر غزوہ موتہ کے وقت
بھی اعتراض کیا تھا۔ آخر اسکی وجہ کیا ہے؟ خدا کی قسم وہ سرداری کا سزاوار ہے اور
اُس کا باپ زید بھی امارت کا اہل تھا۔ زید کو بھی میں بہت دوست رکھتا تھا اور اس کے
بعد اس کے بیٹے اسامہ کو بھی میں بہت عزیز رکھتا ہوں لہذا تم لوگ اس کے بارے
میں میری وصیت کو نیکی اور فرماں برداری کے ساتھ قبول کرو اور اس کے ساتھ اچھا
برتاؤ کرو کہ وہ تم توگوں کے نیکو کار فردوں سے ہے۔ اسکے بعد حضرت منبر سے نیچے تشریف
لائے اور دولت سرا میں تشریف لے گئے۔ اُس وقت اسامہ کی عمر ۱۹ یا ۱۸ سال کی
تھی۔ اس خطبہ کے بعد کچھ مسلمانوں میں آمادگی پیدا ہوئی جن کا ارادہ جانے کا ہوتا تھا
حضرت کی خدمت میں آکر آپ سے رخصت ہوتے اور شکرگاہ کی طرف روانہ ہو جاتے
تھے۔ اُس روز آنحضرت صلیم کا مرض اتنا شدید ہو گیا تھا کہ حضرت بات تک نہیں کر سکتے
تھے۔ اسامہ رخصت ہو کر شکرگاہ میں آیا اور دو شبہ کو صبح کے وقت پھر حضرت کی خدمت
کے لئے دولت سرا پر حاضر ہوا۔ اُس وقت حضرت کی حالت کچھ سنبھل گئی تھی حضرت
نے اسامہ کو رخصت کیا اور اس کے حق میں دعا خیر فرمائی۔ غرض اسامہ شکرگاہ کی طرف
واپس آیا اور آنحضرت صلیم کے حکم کے مطابق فوج کو کوچ کا حکم دے دیا اور خود سوار ہونے
لگا تو اسکی ماں نے کہلا بھیجا کہ حضرت رسول خدا صلیم پر حالت نزع شروع ہو گئی ہے
یہ سنکر اسامہ اور اکابر صحابہ جو اس کے ساتھ کھل چکے تھے واپس آ گئے۔ مگر حضرت ابوبکر
و عمر و غیو اب بھی اس کے ساتھ نہیں گئے بلکہ مدینہ ہی میں رہ گئے تھے۔ جب صحابہ
نے اسامہ کے ماتم ہو کر جانے میں تامل کیا تو آنحضرت اس وجہ غضبناک ہوئے
کہ نہ جانے والوں پر لعنت کی۔ علامہ شہرستانی مغیرہ نے لکھا ہے :- الخلاف الثانی
فی مرضہ انہ قال جھنوا جیشا سامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا۔ دوسرا خلاف حضرت
رسول خدا صلیم کے مرض موت میں پیدا ہوا کہ حضرت نے فرمایا اسامہ کے شکر کو جلد روا

Handwritten text in a cursive script, likely Persian or Urdu, covering the entire page. The text is dense and appears to be a continuous narrative or a collection of verses. The script is highly stylized and difficult to decipher due to the image quality.

زبانِ مجاہدین

۸۰۷۲

مستند قارئین کے گھر گھر پہنچے ہیں مگر انیسویں صدی کی ایسی کوئی کتاب نہیں ملتی تھی جو خاص طور پر
کے لئے لکھی گئی ہو۔ اور جس میں فتاویٰ، فضائل اور مذہبی معلومات کے ساتھ ساتھ بے حالات
مصائب اور مجمع روایتوں کا عام فہم مطلب بیان کیا گیا ہو۔ انہیں ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے جناب لانا
السیدی علی حمید صاحب قلم دام و کاہنم نے جاسق قانون لکھی جسکی پہلی جلد میں مجاہدین صرف محرم کی دستاویزوں
میں پڑھنے کی دودھ کر دی ہیں۔ یہ کتاب نہایت مقبول ہوئی اور علم و دوست بی بیوں نے اسکو زور سے زیادہ
پسند کیا۔ پہلی جلد مدت ہوئی ختم ہو چکی تھی۔ اسکی بعض حصہ کردہ چھوٹے چھوٹے جلدیں طیارہ کرالی گئی ہیں۔ جلد چھٹا
دورہ پھر ملنا دشوار ہو جائیگا۔ یہ انکی لڑکیوں کی مذہبی تعلیم کا نہایت دلچسپ اور بہت ہی مفید ذریعہ بھی ہے
قیمت فی جلد صرف چھ مگر خیرہ امان اصلاح سے صرف ایک پیسہ۔ صرف چند نسخے پورے ہو سکے ہیں۔ انکو
نعمت سمجھئے۔ انکی تیسری جلد بھی طیارہ ہے جو ہم اسکی صفحہ کی ہر اسکی قیمت بھی صرف چھ پیسہ ہے۔

کئی ایجنٹ کی ضرورت

بعض قارئین نے سوانح عمری خلیفہ اول نہایت دلچسپ سمجھی اور منہم حقیقی کے احسان عظیم سے قوی امید
کہ خلیفہ دوم کی سوانح عمری بھی بہت مفید بلکہ درنی تحقیقات اور تاریخی معلومات کا بے مثل و نظیر ذریعہ
ہو جس کا اشتیاق مومنین کو کمال درجہ ہے اور جو انشاء بہت جلد دفتر اصلاح سے شائع کی جائیگی
مگر اسکے لئے ابھی کئی ہزار روپیہ کی اچھے دھج کی عمرنی کتابیں، معرہ شام، بیروت اور دیگر
ذریعہ سے منگانی ہیں۔ اس سبب سے ہر وہ بیٹا ایک ایجنٹ کی ضرورت ہے جو دورہ کو کے مومنین
کو رسالہ اصلاح، سوانح عمری خلیفہ اول، تصویر مزاور اور مجالس خاتون کی خریداری پر آمادہ
کریں تاکہ ان کی رتوں سے وہ کتابیں منگائی جائیں اور دو مہینہ صنف بھی مقصود کئے جائیں جو کتابوں
سے مضامین نکالیں اور عبارتوں کا ترجمہ کریں۔ یہ حضرات اس دعوت کو قبول کریں گے انکو
آخرت کے اجر عظیم کے علاوہ دفتر اصلاح سے کافی کمیشن بھی ملے گا۔ جلد اپنی مستندی سے مطلع کریں
شریکہ ایجنٹ بن کر۔ جو صاحب اسکے لئے کمانہ ہوں دیکھ لیں کہ سال ہر سال اسکی ضرورت
تو ہرگز نہیں کہ ان کو کسی حد تک سہولت ملتی ہے۔ انشاء اللہ۔

رسمیہ مکتوبہ اور دیگر مکتوبات کے لئے درخواست کریں

اصلاح

بنیت ماه شوال المکرم ۱۳۴۴ هـ

مدیر

خواجه لانا السیدی فی حیدر صابکفام پراکرم

مقام اشاعت

کچھوا (صوبہ بہار)

۷۹۲۸

بسم اوستا کریم

اصلاح

منشور ماہ شوال المکرم ۱۴۱۱ھ

الحمد للہ منہجی کے کچھ شکر یہ کہ اُس نے میں غنیمت محنت عطا فرمائی اور اتنی قوت بھی دی کہ ۲۰ ماہ رمضان المبارک سے روزے رکھے۔ اور اسکے بعد اُس کے دین مبین کی خدمت میں پہنچنے والے ہجرت منہجی کے فضل و کرم سے سوانح عمری جلد دوم کے ۲۲ صفحوں میں غلطی کئے جاتے ہیں۔ اب اس کے ۱۲۱ صفحوں اور اب اس میں اگر اس کا اصل حکم بحال حال رہا اور اس کی توثیق نے حمایت کی تو وہی اعداد اور دی اچھے اصلاح میں بھی ۴۲-۴۳ صفحوں پر کتاب ذی الحجہ تک مکمل کر دی جائے گی۔ آپ حضرات دعا فرما کر منون کریں۔

آئیے آئندہ گزشتہ نمبر میں ہم نے دریافت کیا تھا کہ محرم شمسہ ہجری سے رسالہ اصلاح میں تاریخ اندہ شروع کی جائے یا نہیں۔ اس پر مستند و خطوط آئے کہ ضرور شروع کی جائے۔ اس کتاب کا شدید ضرورت ہے۔ لہذا اب یہ طے کر لیا گیا کہ اس اندہ محرم شمسہ سے اصلاح کے ساتھ ہم صفحہ ۱۰۱ پر اس کتاب خطاب تا تاریخ اندہ کے شائع کئے جائیں گے اور سال ہجری کے اندہ ۱۱۲ صفحوں پر یہ کتاب مکمل کر دی جائیگی۔

سوانح عمری خلیفہ دوم اس کے بعد ترمیم خلیفہ دوم کی سوانح عمری کا شائع کرنا بھی ضروری ہے۔ سال ہجری کا وقت ناخبر و بہرہ دان اصلاح کیلئے کافی ہے۔ اگر چاہیں تو اس مدت میں سوانح عمری خلیفہ دوم کی خصوصیتیں پوری کر دی جاسکتی ہیں۔ ہم نے بار بار اُس پر اردو میں کی ضرورت ظاہر کی ہے۔ اس پر اس پر وہی ماہوار کے دو میں حضرت ام سلمہ کی سوانح عمری میں مذکور ہیں اور یہ سوانح عمری میں ضروری گذر میں نکالی جائیں۔ اس آئندہ ہزار اردو میں کے انتظام کی ایک آسان صورت ہے۔ جس کے سوانح عمری خلیفہ اول کی دوزں جلدوں سے مذہب شمسہ کی خدمت میں درج کیا جائے گا۔ وہ ان خصوصیتوں سے ظاہر ہے جس سے بعض کی تقریباً شائع ہوگی۔ لہذا کتاب سوانح عمری خلیفہ دوم

بنی نون کو مقرر کیا تھا۔ حضرت نے فرمایا میرے وصی علی بن ابی طالب اور اُن کے بعد میرے دونوں نواسے حسن و حسین اور اُن کے بعد نوامام حسین کی نسل سے ہوں گے۔ اس یہودی نے کہا اے محمد آپ مجھے اُن سب کا نام بھی بتادیں تو حضرت نے فرمایا کہ جب حسین گزر جائیں گے تو اُن کے بیٹے علی ہوں گے۔ اُن کے بعد اُن کے فرزند محمد ہوں گے۔ اُن کے بعد اُن کے صاحبزادے جعفر ہوں گے۔ جب اُن کا زمانہ بھی ختم ہو جائیگا تو اُن کے بیٹے موسیٰ ہوں گے، ان کے بعد اُن کے فرزند علی ہوں گے۔ ان کے بعد اُن کے صاحبزادے محمد ہوں گے۔ جب وہ اٹھ جائیں گے تو ان کے فرزند علی ہوں گے۔ جب وہ گزر جائیں گے تو ان کے فرزند حسن ہوں گے۔ اور اُن کے بعد اُن کے فرزند محمد مدنی ہوں گے جو حجت خدا رہیں گے۔ پس یہی بارہ امام میرے اوصیاء ہیں۔ اُس یہودی نے کہا یہ بھی فرمائیے کہ علی اور حسن و حسین کس طرح مر سکیں گے حضرت نے فرمایا علیؑ کے سر پر تلوار کا ایک وار پڑیگا جس سے وہ قتل ہو جائیں گے۔ اور حسنؑ زہر دیکر قتل کئے جائیں گے اور حسینؑ ذبح کئے جائیں گے۔ اُس یہودی نے پوچھا یہ لوگ مر کہاں رہیں گے۔ حضرت نے فرمایا بہشت میں اور وہاں بھی خاص میرے درجہ میں۔ تب اُس یہودی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں ہے اور یہ کہ آپ یقیناً اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اور یہ بھی کہ یہی حضرات جن کے آپ نے نام بتائے آپ کے بعد آپ کے اوصیاء ہوں گے۔ ہم نے سابق کی کتابوں میں اور جن باتوں کا عہد ہم سے حضرت موسیٰ نے کیا تھا اُن میں یہ لکھا ہوا پایا ہے کہ جب آخر زمانہ ہوگا تو ایک نبیؑ مبعوث ہوں گے جن کا نام احمدؑ اور محمدؑ ہوگا وہ خاتم الانبیاء ہوں گے کہ ان کے بعد پھر کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اُن پیغمبر کے اوصیاء اُن کے بعد بارہ ہوں گے۔ اُن کے اول تو اُس نبیؑ کے چچا زاد بھائی اور داماد ہوں گے۔ اور دوسرے اور تیسرے وصی انھیں امام اول کے فرزند ہوں گے جو دونوں آپس میں بھائی ہوں گے اور اُس نبیؑ کی امت ہی اُس پہلے وصی کو تلوار سے اور دوسرے کو زہر سے اور تیسرے کو اُن کے اہلبیت کے ساتھ تلوار و پیاس کی مصیبت سے عالم غربت میں قتل کرے گی۔ وہ اس طرح ذبح کئے جائیں گے جس طرح بھیڑ بکری کے بچے ذبح کئے جاتے ہیں۔ اور وہ بزرگ اس مصیبت قتل پر صبر کریں گے جس سے ان کے اور اُن کے اہلبیت اور اُن کی درجہ بلند ہو اور اس ذریعہ سے وہ اپنے دوستوں اور پیروں کو جہنم سے بچالیں گے۔ اور اُس نبیؑ کے

باقی نواہ صیار اُسی تیسرے وصی کی اولاد سے ہوں گے۔ تو یہ بارہ وصی بھی اسباط کی طرح ہونگے جو بارہ تھے۔ (نیاسیح الموفہ ص ۳۶۹) علامہ مدروح پھر لکھتے ہیں "قال بعض المحققين ان الائمة الدالة على كون الخلفاء بعده صلعم انا عشت قد اشتهرت من طرق كثيرة فبشرح الزمان و تعريف الكون والمكان علم ان مراد رسول الله من حديثه هذه الائمة الاثنا عشر من اهل بيته وعترته اذ لا يمكن ان يحصل هذا الحديث على الخلفاء بعده من اصحابه لانه لم يتم من انا عشت ولا يمكن ان يكمل على الملوك الاموية لزيادتهم على انا عشت ولظلمهم الفاحش الا عمر بن عبد العزيز واكونم غير بنى هاشم لان النبي قال كلهم من بنى هاشم في رواية عبد الملك بن حارث واعفاء صوته في هذا القول يرجح هذه الرواية لانهم لا يحسنون خلافة بنى هاشم ولا يمكن ان لا يكون له على الملوك انبئاسية لزيادتهم على العدة المذكورة ونقله رعايتهم الائمة قل له - علمكم عليهما اجر الا الموفية في القرب وحديث الكساء فلا بد من ان يحصل هذا الحديث على الائمة الاثنا عشر من اهل بيته وعترته ولا يتم كانوا اهل زمانهم واجلهم وادعهم وانقامهم واعلاهم نسباً وفضهم حسباً واكرمهم عند الله وكان علومهم عن اباؤهم متمم بعدهم وبالوراثه والدنية كذا عرفهم اهل العلم والتحقيق وادل الكشف والتوفيق يعني بعض محققين کی تحقیق ہے کہ یہ حدیثیں جو بتاتی ہیں کہ آنحضرت کے بعد آپ کے خلفاء بارہ ہوں گے بہت سے طریقوں سے مشہور ہیں۔ اور زائد نہ کئے سمجھانے اور عالم کے بتانے سے معلوم ہو گیا کہ حضرت رسول خدا کا مقصود ان حدیثوں سے وہی بارہ امام ہیں جو حضرت کے اہل بیت اور ذریت سے ہوئے۔ سبیلے کہ یہ ممکن نہیں کہ ان حدیثوں سے وہ خلفاء (حضرت ابوبکر و عمر و عثمان) سمجھے جائیں جو حضرت کے صحابہ سے آپ کے بعد ہوئے کیونکہ ان کی تہاد بارہ سے کم تھی۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ان حدیثوں سے خلفاء بنی امیہ مراد ہوں اس لئے کہ وہ بارہ سے زیادہ ہوئے اور سوائے عمر بن عبدالعزیز کے وہ سب حد درجہ کے ظالم بھی تھے اور یہود و مجوس بھی نہ تھے۔ حالانکہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ وہ خلفاء سب کے سب بنی ہاشم ہی سے ہوں گے۔ اور اس قول کو آنحضرت نے آہستہ سے فرمایا اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نے ہی فرمایا تھا کہ وہ سب بنی ہاشم سے ہوں گے اور آنحضرت نے اسکو آہستہ اس وجہ سے فرمایا کہ اس وقت کے مسلمان بنی ہاشم کی خلافت کو پسند نہیں کرتے تھے۔

اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ان حدیثوں سے خلفاء بنی عباس و ادرہوں کیونکہ انکی تعداد بھی بارہ سے بہت زیادہ تھی۔ اور ان لوگوں نے حکیم خدا تعالیٰ لا امسککم علیہ احوال المودۃ فی القلبی ذلے رسول ان مسلمانوں سے کہہ دیا کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت پر اس کے سوائے کوئی اجر نہیں چاہتا کہ تم لوگ میرے اہلبیت سے محبت اختیار کرو اور حدیث کسا و کابھت کم خیا کیا۔ تو اب اس کے سوائے چارہ نہیں کہ اس حدیث سے مقصد وہی بارہ امام ہوں جو حضرت کے اہلبیت اور عترت سے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہی حضرات اپنے زمانوں میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ علم۔ جلالت۔ قدر۔ و رتہ۔ تقویٰ۔ اعلیٰ نسب۔ افضل حسب و شرف و کرم والے تھے۔ اور ان حضرات کو ان کے علوم اور کمالات ان کے جد بزرگوار حضرت رسول خدا سے ورثہ اور لذیہ کے ذریعہ سے پہونچے تھے۔ اسی طرح صاحبان علم و تحقیق اور ارباب کشف و توقی نے ان حضرات کی تعریف کی ہے (نیایع المودۃ ص ۲۷) بارہویں امام پیدا ہو چکے یہ بھی معلوم ہے کہ بارہویں امام پیدا ہوا نظر وک غائب ہو گئے اس لئے کہ اس زمانہ میں ظاہرینہ ظاہر کوئی حجت خدا نظر نہیں آتا۔ حالانکہ زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی۔ حضرات اہلسنت کی مشہور کتاب میں ہے لا یتحد الامر من قائم۔ اللہ بخت۔ اما ہو مشہور و اما خائف مغرور لئلا یبطل حجج اللہ و بیناتہ یعنی زمین کبھی خدا کی حجت قائم سے خالی نہیں ہو سکتی۔ وہ حجت خدا خواہ مشہور و معروف ہو کہ لوگ اس کو پہانتے ہوں۔ خواہ خوف زدہ اور لوگوں کی نظروں سے چھپا ہو۔ غرض اس کا وجود ہر زمانہ کے لئے ضروری ہے تاکہ اللہ کی حجتیں اور اس کی نشانیاں ٹھٹھنے نہ پائیں۔ (مفتب کثر العمال مطبوعہ مصر جلد ۴ ص ۱۷)۔ اب وہ کب پیدا ہوئے۔ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں۔ ابی القاسم محمد الحجۃ و عمرہ عند وفاتہ ابیہ خمس سنین لکن اتاہ اللہ فیہا الحکمۃ و یمتی القائم المنتظر یعنی حضرت ابو القاسم محمد حجت العصر کی عمر آپ کے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی مگر خدا نے اسی عمر میں آپ کو حکمت عطا فرمائی تھی۔ اعد آپ کو لوگ قائم منتظر کہتے ہیں (صواعق محرقة مطبوعہ مصر ص ۱۲) اور علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں محمد بن الحسن المسکوتی کانت ولادۃ سوم الجہتیۃ من ثمانین سنین سنۃ خمس و خمسين و مائین یعنی امام مہدی ابن امام حسن مسکوتی کی ولادت روز جمعہ ۱۵ سبتمبر

۲۵۵ھ ہجری کو ہوئی (وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱) اور علامہ ابوالفداء نے لکھا ہے "یقال له القائم والمهدي والحجة وولد المتظر المذكور في سنة خمس وخمسين ومائتين. يعني حضرت کو قائم اور مہدی اور حجت کہتے ہیں۔ یہ امام منتظر ۲۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے (تاریخ ابوالفداء جلد ۲ ص ۱) اور علامہ شیخ عبدالوہاب شمرانی نے لکھا ہے۔ "یتربخ خروج المہدی ۲۵۵ھ ورونی اولاد الامام حسن العسكري ۴ وولده ليلة النصف من شعبان ۲۵۵ھ ہجری وھو باقی الی ان یجتمع بعیسی بن مریم ۴ فیکون عمره الی وقتنا هذا وھو ۹۵۸ھ سبعمائة سنة وست سنین لابد من خروج المہدی وھو من عترة رسول اللہ ۴ من ولد فاطمة جدہ الحسين بن علی ووالده حسن العسكري ابن امام علی النقی ابن محمد التقی ابن الامام علی الرضا ابن الامام موسیٰ الکاظم ابن الامام محمد الباقر ابن الامام زین العابدین علی ابن الامام حسین ابن الامام علی رضی عنہ یعنی حضرت مہدی کے ظہور کا برابر انتظار رہتا ہے۔ آپ شب ۵ ربیع الثانی ۲۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور اُس وقت باقی رہیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ جمع ہوں۔ اس حساب سے آپ کی عمر اس وقت ۹۵۸ھ ہجری میں ۷۰۳ سال کی ہوئی۔ آپ ظاہر ہو کر رہیں گے۔ آپ حضرت رسول خدا کی عترت اور جناب فاطمہ زہراءؑ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے والد امام حسن عسکری فرزند امام علی نقی فرزند امام محمد تقیؑ فرزند امام علی رضاؑ فرزند امام موسیٰ کاظمؑ فرزند امام جعفر صادقؑ فرزند امام محمد باقرؑ فرزند امام زین العابدینؑ فرزند امام حسینؑ فرزند حضرت علیؑ تھے (الیواقیت واکجاہر مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۵۵)۔

واضح ہو گیا کہ خدائے دوسرے حضرات دائرہ اثنا عشر کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ مقرر کر دیا تھا اور آنحضرتؐ نے اپنی زندگی ہی میں ان باتوں کا اچھی طرح اعلان بھی کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ یہ بھی طے ہو گیا کہ حضرت ابوبکرؓ کو نہ خدائے خلیفہ نہ یا نہ رسولؐ نے بلکہ یہ خدمت صرف حضرت عمرؓ نے انجام دی جس سے مدوح خلیفہ بن گئے۔ اگر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی اشارہ کنایہ سے بھی آپ کی خلافت کے متعلق کچھ ظاہر فرمائے ہوتے تو آپ سفینہ میں خلافت کے لئے دوسروں کا نام ہرگز نہ لیتے۔ قَالَ ابوبکر اَنْیَیْ قَدْ رَضِیْتُ لَکُمْ اَحَدَ هَذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ عَمْرًا وَاَبَا عَبِیدَةَ فقام عمر فقال

اَلَيْكُم طَيْبٌ نَفْسًا اِنْ يَخْلَفُ قَدْ مَيَّنَ قَدْ مَهَّمَا النَّبِيَّ ۴۔ فَبَايَعُ عَسْرًا بِاَيْدِي النَّاسِ۔ فَقَالَتْ
 لَلْاَنْصَارُ اَوْ بَعْضُ الْاَنْصَارِ لَا نَبِيَّحَ الْاَحْيَاءُ۔ حضرت ابو بکر نے کہا میں دو شخصوں عمر اور
 ابو عبیدہ کو پسند کرتا ہوں ان سے کسی ایک کو اپنا بادشاہ بنا لو۔ اس پر حضرت عمر کھڑے
 ہو گئے اور کہا (واہ) تم لوگوں سے کسی کا نفس پسند کرے گا کہ جن دو قدموں کو حضرت
 رسول خدا صلعم نے آگے بڑھایا تھا اُن کو پیچھے ہٹا دے؟ یہ کہہ کر فوراً حضرت ابو بکر
 کی بیعت کر لی۔ تو اور لوگوں نے بھی ان کی بیعت کی مگر کل انصار یا بعض انصار یہی
 کہتے رہے کہ ہم سب تو حضرت علیؑ کے سوائے کسی شخص کی بھی بیعت نہیں کریں گے۔
 (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۵) حضرت عمرؓ نے بھی پہلے ابو عبیدہ ہی کو خلیفہ بنانا چاہا۔
 لَمَّا قَعِنَ رَسُولُ اللَّهِ ۴ اَتَى عُمَرَا بَا عَبِيدَةَ بْنِ الْجُرَّاحِ فَقَالَ الْبَسْ يَدُكَ خَلَا بِاَيْدِيكَ۔ اَلَيْكُ
 اَمِيْنُ هَذِهِ الْاُمَّةِ عَلَيَّ السَّانِ رَسُولُ اللَّهِ ۴ فَقَالَ اَبُو عَبِيدَةَ لَعَمْرُ مَا رَأَيْتُ لَكَ فُهْمَةً
 قَلْبًا۔ حضرت رسول خدا صلعم کی رحلت پر حضرت عمر جناب ابو عبیدہ کے پاس گئے
 اور کہا اپنا ہاتھ پھیلاؤ۔ میں تمہاری بیعت کر لوں کیونکہ تم کو حضرت رسول خدا صلعم نے
 اس امت کا امین کہا تھا۔ ابو عبیدہ نے کہا اے عمر اس سے قبل میں نے تم میں ایسی
 حماقت نہیں دیکھی تھی (تاریخ اخیفاء صفحہ ۱۰۰) و طبقات ابن سعد) ان بیانات سے نتیجہ
 یہ نکلتا ہے کہ ان حضرات کی غرض یہ تھی کہ ہم تین شخصوں سے کسی کی بیعت بھی جلد
 سے جلد ہو جائے۔ تاکہ یہ اپنے ہی قبضہ میں رہے اور کہنے کو ہو جائے کہ فلاں صاحب
 خلیفہ ہو گئے۔ اب کسی کو چون و چرا کرنے کا موقع نہیں ہے۔ اور جو اس سے اختلاف
 کر لگا اُس کی خبر فوراً تلوار یا دَرہ سے لی جائے گی۔

بچھی فصل

حضرت ابو بکر کے قول سے اس کی تحقیق کہ آپ کس غرض سے خلیفہ ہوئے
 حضرت ابو بکر و عمرؓ نے اپنی اتفاقی تدابیر سے خلافت پر قبضہ کر لیا۔ مگر یہ عجیب بات تھی کہ
 حضرت ابو بکر تو حضرت عمرؓ سے فرماتے تھے کہ تم خلیفہ بن جاؤ اور حضرت عمرؓ ان سے

فرماتے تھے کہ نہیں آپ ہی یہ رحمت قبول فرمائیں لیکن حضرت عمر کا درجہ بڑھا ہوا تھا آپ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ اور حضرت ابوبکر ہی کو آگے کر دیا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت عمر جانتے تھے کہ رسول خدا کے بعد حضرت علی کے مقابلہ میں جو شخص بھی خلافت پر قدم رکھیگا وہ مخالفوں اور بغاوتوں کا شکار ہو جائیگا۔ بہتر ہے کہ اس کے لئے حضرت ابوبکر ہی پیش کئے جائیں۔ اور جب میدان ہموار اور کار خلافت آسان ہو جائے گا تو ہم خود اس بار کو اٹھالیں گے۔ علاوہ بریں حضرت ابوبکر بہت بوڑھے ہو چکے ہیں خلافت کے ابتدائی جھگڑوں کو ختم کرتے کرتے ان کی مدتِ حیات پوری ہی ہو جائے گی۔ اس وقت ان کی بیعت کر لینے سے ابتدائی مصائب سے ہم محفوظ بھی ہو جاتے ہیں اور ان پر احسانِ عظیم بھی ہوا جاتا ہے جس کے عوض یہ دنیا سے جلتے وقت خلافت کو ہمارے ہی حوالہ کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اسی وقت یہ بات فرمادی۔ اِن عَلِیَاکُمُ اللّٰہُ وَجْہُہٗ اِنِیْ بِاَبُوْبَکْرٍ دَہُوْیَۃٌ قَوْلُہٗ اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَارْخُوْا رَسُوْلَہٗ۔ فَقِیْلَ لَہٗ یَا اَبَا بَکْرٍ۔ فَقَالَ اِنَا اَحَقُّ بِہِذَا الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ لَا اَبَا یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ اَوْلٰی بِالْبَیْعَۃِ۔ اِجْعَلُوْا ہٰذَا الْاَمْرَ مِنَ الْاَنْصَارِ وَاَحْتَجِّجْہُمْ عَلَیْہِمْ بِالْقُرْبَۃِ مِنَ الْیَوْمِ وَتَاْخُذُوْہٗ مِنْ اَہْلِ الْبَیْتِ غَضَبًا۔ السَّمْعُ زَعَمْتُ لَا نَضَارُ اَنْتُمْ اَوْلٰی بِہِذَا الْاَمْرِ مِنْہُمْ لَمَّا کَانَ حُجْرُکُمْ فَاَعْلَوْکُمُ الْمَعَادَۃَ وَسَلِّمُوا اَیْکُمُ الْاِمَارَۃَ۔ فَاِذَا اَحْتَجَّ عَلَیْکُمْ بِمَثَلِ مَا اَحْتَجَّجْتُ عَلَی الْاَنْصَارِ تَحْتَ اَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ حَیًّا وَمِثًا فَاَنْصَفُوْا اِنْ کُنْتُمْ تَوْفٰیقُوْنَ۔ وَالْاَفْئِسُّوْا بِالْظُلْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُوْا اَنْتَ لَسْتَ مَعْرُوْثًا حَتّٰی تَبٰیۡرَ۔ فَقَالَ لَہٗ عَلِیٌّ اَحْبَبُ اِلَیَّکَ شَعْرًا وَّشَدَّ لَہٗ الْیَوْمَ یَرْدُدُہٗ عَلَیْکَ خُذَا۔ اَنْتُمْ قَالُوْا واللّٰہِ یَا عُمَرُوْ لَا اَقْبَلُ قَوْلَکَ وَلَا اَبَا یَعْنٰ۔ فَقَالَ لَہٗ اَبُوْبَکْرٍ فَاِنْ لَمْ تَبٰیۡعْ خُذَا اَکْرَہْکَ۔ حِیْبُ حَضْرَتِ اَبُوْبَکْرٍ کے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کے پاس لائے تو آپ فرماتے تھے میں خدا کا بندہ اور اُس کے رسول کا بھائی ہوں۔ حضرت سے کہا گیا ابوبکر کی بیعت کر لیجئے۔ فرمایا تم سب سے زیادہ سچی خلافت میں ہوں۔ میں بیعت نہیں کر سکتا بلکہ تم لوگوں ہی کو میری بیعت کرنی چاہئے۔ تم نے خلافت کو انصار سے نکالتے وقت یہ استدلال کیا کہ تم حضرت رسول خدا صلعم کے قرابت مند ہو۔ مگر تم سب اس خلافت کو ہم اہلبیت (رسول) سے غصب کر کے اپنے

تخصیص میں رکھنا چاہتے ہو۔ کیا تم نے انصار کے مقابلہ میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ چونکہ ہم لوگ حضرت محمد صلعم کے قریبی رشتہ دار ہیں اس وجہ سے خلافت کے بھی زیادہ مستحق ہیں، تمہاری اس دلیل پر انصار نے خلافت تمہیں چھوڑ دی اور حکومت تمہارے حوالہ کر دی۔ اب میں بھی تمہارے مقابلہ میں وہی دلیل پیش کرتا ہوں جو تم نے انصار کے مقابلہ میں پیش کی تھی اور کہتا ہوں کہ حضرت رسول خدا صلعم کی زندگی میں اور حضرت کے انتقال پر بھی ہم (اہلبیت) حضرت صلعم کے زیادہ قریبی رشتہ دار بلکہ حضرت کے جزو ہیں۔ اب اگر ایمان رکھتے ہو تو ہمارے حق میں انصاف کرو ورنہ جان بوجھ کر ظالم بنے رہو۔ حضرت علیؑ کی اس تقریر پر حضرت عمرؓ بولے جب تک تم بیعت نہیں کرو گے چھوڑے نہیں جاسکتے۔ اس پر حضرت علیؑ نے کہا ہاں ہاں اس (خلافت) کا دودھ خوب دودھ لو جس سے تمہیں بھی حصہ ملے اور آج اس خلافت کو ابو بکر کے لئے خوب مضبوط کر دو تاکہ کل ہی (مگر) یہ تمہارے حوالہ کر دیں۔ پھر فرمایا اے عمر خدا کی قسم میں تمہارا قول نہیں مان سکتا اور نہ ان کی بیعت کر سکتا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اگر آپ بیعت نہیں کریں گے تو میں مجبور نہیں کروں گا۔ (کتاب الامامہ والسیاستہ مطبوعہ مصر ص ۱۹)۔

کس درجہ عیрт خیر ہے، کہ حضرت ابو بکر یا حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ کے اس استدلال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر اپنی خلافت کے حق ہونے کی کوئی وجہ پاتے تو ضرور بیان

کے مسلمانوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت علیؑ نے اس کے کچھ دنوں بعد حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی۔ مگر حضرت علیؑ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے کبھی بیعت نہیں کی اس لئے کہ آپؑ نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا کہ میں تمہارا قول نہیں مان سکتا اور نہ ان کی بیعت کر سکتا ہوں۔ پس قسم کھانے کے بعد حضرت اس کے خلاف کئے ہوئے تھے۔ ہاں اگر قسم کھانے کا کفارہ ادا کر لیتے تب بیعت کر سکتے تھے مگر اسلام کی کسی کتاب حدیث یا تاریخ یا سیرۃ وغیرہ میں کمزور سے کمزور تر روایت یا قول بھی اس مضمون کا نہیں ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے قسم کا کفارہ ادا کیا اور بیعت کی۔ ۱۲۔

کر دیتے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کس غرض سے خلیفہ ہوئے۔ بس وہ ایسا ہوگی جس کو زبان پر نہیں لاسکتے تھے۔ لیکن آپ نے انتقال کے وقت جو کلام فرمایا اس میں اس کی طرف اشارہ موجود تھا۔ جب آپ مرض موت میں مبتلا ہوئے تو مسلمانوں سے فرمایا واللہ ائی لشدید الوجع ولما القی منکم یا معشر المہاجرین اشد علی من وجعی۔ ائی ولیت امرکم ولست خیرکم فی نفسی فکلمہ ورم الفدا وادۃ ان یحیون ہذا الامر لہ وذاک لہما دایمہم اللہ یا قدا جلت۔ خدا کی قسم مجھے سخت درد ہے اور اے گروہ ہاجرین تم سے جو باتیں مجھ کو پہنچتی ہیں وہ میرے غرض سے زیادہ میرے لئے اذیت رساں ہیں۔ اگرچہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں مگر میں تمہارا حاکم بن گیا تو تم لوگوں کی ناکیں غیظ و غضب سے پھول گئیں۔ کیونکہ ہر شخص کی خواہش تھی کہ خود ہی خلیفہ بن جائے۔ اور یہ سب اس وجہ سے کہ تم لوگوں نے رسول خدا صلعم کے آخری زمانہ میں دیکھ لیا تھا کہ دنیا نے (مسلمانوں کی طرف) رخ کر دیا ہے و کتاب الاماتہ والسیاستہ منہ) اس سے ثابت

۱۔ حجۃ الاسلام امام غزالی نے اس غرض کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں اجمع البجاہین علی متن الحدیث عن خطبتہ یوم غدی خمہ با تفاق البیوع وھو قول من کنت مولاء فعلی مولاء فقال عمر بن الخطاب یا ابا الحسن لقد اصبحنا مولای و مولائی مؤمن و مؤمنۃ ہذا التسلیم ورضا و تحکیم۔ ثم بعد ہذا غلب العوی لحب الریاسۃ وحب عمود الخلائۃ وحقود البنود و تخفقاں العوی فی قعقۃ الایات و اشتباک اذہام الخیول و فتح الامصار ستقام کاس العوی فاصفا الی الخلاف الاول۔ فبذہ وراۃ لمہورہم و استروا بہ ثمنًا قلیلہ۔ فیس ما یشرون و لما مات رسول اللہ قال قبل وفاتہ ایتونی بدوات و بیاض لا ذیل عنکم اسکا الامر و اذکرکم من المستحق لہا بعدی۔ قال عمرو وھو الرجل فانہ لی بھی و قیل یھذو۔ فاذا بطل تعلقکم بنا و ذیل النصوص فعدتم الی الاجماع وھذا منقوص ایضاً فان العباس واولادہ وعلیہ و زوجتہ واولادہم محضو و احلقۃ البیت

ہوا کہ حضرت رسول خدا صلعم کے زمانہ میں دنیا نے مسلمانوں کی طرف رخ کر دیا تھا اس وجہ سے ہر شخص کی آند ورتی تھی کہ حضرت کا خلیفہ وہی ہو مگر حضرت ابوبکر

و خالفکم اصحاب السقیۃ - یعنی جمہور علماء و محققین اسلام نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے اپنے خطبہ یوم غدیر خم میں حدیث غدیر کو ضرور ارشاد فرمایا اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا من کنت مولاه فعلی مولاه (جس کا میں مولا ہوں اُس کے علی بھی مولا ہیں) اس پر حضرت عمرؓ نے فوراً کہا کہ اے ابواحسن آپ کو مبارک ہو۔ مبارک ہو آج آپ میرے اور ہر ایمان والے مرد اور ہر ایمان والی عورت کے مولا ہو گئے۔ (امام غزالی فرماتے ہیں) حضرت عمرؓ کا یہ کہنا درحقیقت حضرت علیؓ کی خلافت و حکومت کو مان لینا اور اس پر راضی ہو جانا تھا۔ مگر اس کے بعد بادشاہت پر قبضہ کرنے کی نیت کے نشان اٹھانے۔ جھنڈوں کے پھر ہرے ہلانے۔ غلوں کی کھڑکھڑاہٹ میں ہوا کے جھونکے مارنے۔ فوج میں گھوڑوں کے آردھام اور ریلہ کرنے اور شہروں کے فتح کرنے کی آند ورتی کی وجہ سے ان لوگوں پر خواہش نفسانی غالب آگئی جس نے ان کو نفس پرستی کے جام سے سیراب کر دیا۔ اس کی وجہ سے یہ لوگ خلافت اولیٰ کی طرف (یعنی اپنی اس حالت کی جانب جو اسلام کے قبل تھی) پلٹ گئے۔ غرض اس دین اسلام کو ان لوگوں نے پس پشت پھینک دیا۔ اور اس قابل قدر مذہب کو نہ بچ کر اس کی بہت ہی کم قیمت لے لی۔ افسوس کیا ہی بری چیز (دنیا) ان لوگوں نے خریدی کا۔ اور جب حضرت رسول خدا صلعم اُمتعالیٰ کرنے لگے تو اس سے پہلے ارشاد فرمایا تم لوگ میرے پاس دو رات اور کاغذ لاؤ تاکہ میں تم لوگوں کے لئے خلافت کا شکل حل کر دوں اور تم لوگوں کو یاد دلا دوں کہ میرے بعد خلافت کا مستحق کون ہے۔ مگر اس پر حضرت عمرؓ بولے کہ اس شخص کو چھوڑ دو یہ ہڈیاں بک رہا ہے۔ یا ہلکی باتیں کر رہا ہے۔ پس (اے ہمدردان) حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے متعلق تم قرآن یا حدیث کی جو جوتا ویں کر کے اس کو ان کی خلافت پر بطور نص پیش کر سکتے تھے جب وہ سب باطل ہو گئیں اور اس سے تعالاٰ کوئی تعلق باقی نہیں رہ سکا تو تم لوگوں نے اجماع کی آڑ میں پناہ لی۔ دیکھتے ہو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر مسلمانوں نے اجماع کیا) حالانکہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ حضرت عباسؓ اور ان کی کل اولاد

عمر کامیاب ہو گئے تو دوسرے لوگ ہمیشہ اس پر دانت پیتے رہے اور انکا غیظ و غضب بڑا بر قائم رہا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر کو آخر وقت میں ظاہر کر دیا پڑا۔ اور یہ ایسا واضح امر تھا کہ صحابہ نے حضرت ابوبکر کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اپنے سکوت سے ان کی تصدیق کر دی کہ بیشک دنیا مشوجہ ہو گئی تھی جس کے حال کرنے میں آپ کامیاب ہو گئے اور ہم سب محروم رہے۔ اس وجہ سے ہم لوگ آپ پر غضبناک ہیں۔

ساتویں فصل

آپ کی خلافت سے مسلمانوں پر کیا اثر ہوا ؟

حضرت ابوبکر کی خلافت پر دنیائے اسلام کے مختلف اطراف میں بغاوتیں پھیل گئیں۔ بکثرت مسلمانوں نے آپ کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اسلام میں شدید خون ریزی ہوئی۔ قتلہ و فساد برپا ہوئے اور جن لوگوں نے مجبوراً آپ کو خلیفہ مانا وہ بھی دل سے آپ کے دشمن ہی رہے۔ چنانچہ مرتے وقت آپ نے خود صحابہ سے اس کی شکایت کی اور کسی نے انکار نہیں کیا۔ حضرت عمر فرم

نیز حضرت علیؓ انکی بیوی اور انکی اولاد سے کوئی بھی مدوح کے حلقہ بیعت میں حاضر نہیں ہوا اور تنقیف کے اصحاب نے بھی تمہاری مخالفت ہی کی۔ پھر اجماع کا نام کس قاعدہ سے لے سکتے ہو؟ کتاب سر العالمین مطبوعہ بمبئی ص ۱۸) امام خراسانی صاحب جو تفصیل بیان کی اس کو حضرت رسول خدا صلی علیہ وسلم ایک ہی جملہ میں کمال فصاحت و معرفت سے پہلے ہی بطور شکوئی فرما دیا تھا۔ حضرت علیؓ سے آخر وقت میں وصیت کی چونکہ بہنیں کہ مردم دنیا اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی اے علیؓ جب دیکھا کہ یہ لوگ دنیا اختیار کرتے ہیں تو چاہئے کہ تم آخرت ہی کو اختیار کئے رہو۔ مدارج النبوة جلد ۲ ص ۱۸۷) اس سے زیادہ حضرت کے احوال کثر الحال مشکوٰۃ ص ۱۸۷ بخاری سنن الباری وغیرہ میں پھرے ہوئے ہیں۔ ۱۸۷

لوگوں کی مخالفت - نفرت - اور غیظ و غضب سے اس درجہ پریشان ہوتے کہ بعض وقت خود کہہ دیتے تھے میں خلیفہ رسول نہیں ہوں۔ علامہ گجراتی نے لکھا ہے وفي م الصديق قال لا اعراني انت خليفه النبي فقال لا انا الخليفة بعده الخليفة يقوم مقام الاله و يسد مسده و الخالف من لافضاء حنله ولا خليفه و قيل كتبوا الخلاف - حضرت ابوبکر صدیق سے ایک اعرابی نے پوچھا کیا آپ خلیفہ رسول ہیں؟ کہا نہیں میں حضرت کے بعد خالف ہوں۔ خلیفہ وہ شخص ہوتا ہے جو کسی جانے والے کی جگہ رہتا اور اس کی خدمات انجام دیتا ہے اور خالف وہ ہے جس میں کوئی خوشحالی اور خوبی نہ ہو۔ اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ خالف وہ ہے جو کثرت سے خلاف کرتا رہے۔ (جمع بحار الانوار جلد ۱ ص ۳) اور جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب نے لکھا ہے قال لا اعراني انت خليفه رسول الله فقال لا - قال فماتت - قال انا الخالفه بعده - ایک گنوار شخص ابوبکر صدیق کے پاس آیا۔ کہنے لگا کیا تم رسول خدا کے خلیفہ ہو؟ خلیفہ کہتے ہیں قائم مقام اور جانشین کو اس کی جمع خلفاء اور خلائف ہے) انھوں نے کہا نہیں۔ تب اس نے پوچھا پھر کون ہو؟ کہنے لگے میں آنحضرت کے بعد سمجھے رہ جانے والا ہوں۔ (میری قسمت ایسی نہ تھی کہ آپ کے ساتھ جاتا سمجھے رہ گیا ہوں) خالف اس شخص کو کہتے ہیں جس میں کوئی بھلائی اور تو نگری نہ ہو (انوار اللقہ ص ۱۹)

آٹھویں فصل

لوگوں سے زبردستی ہمت

حضرت رسول خدا صلعم کو خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا کہ لوگوں کو دین حق کی طرف بلائیں۔ بعد خدا کا نید ہمارا تہ تبائیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا لا اکواۃ فی الدین (پارہ ۳ رکوع ۲) فرمایا لست علیہم بمضطرب اے رسول تم

ان لوگوں پر داروغہ یا چودھری نہیں مقرر کئے گئے ہو (پارہ ۳ رکوع ۱۳) اَدْعُ اِلٰی سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْوَعْلَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِ نَفْعًا بِالَّذِي هِيَ احْسَنُ۔ اے رسول تم ان لوگوں کو اپنے پروردگار کے مذہب کی طرف حکمت اور اچھی پسند و نصیحت سے بلاؤ۔ اور ان سے قہمت و مباحثہ بھی کرو۔ مگر نہایت نرمی اور خوبصورتی سے (پہلے ع ۲۲)۔ ان سب کا خلاصہ یہ تھا کہ بس تمھارا کام صرف حکم خدا پہنچا دینا ہے۔ وَاَنْ تَوَدَّ اَخَانَا عَلَيكَ الْبَلَاغُ۔ اے رسول اگر یہ لوگ تمھاری باتوں سے منہ موڑ لیں تو تم پر صرف حکم خدا پہنچا دینا ہے اور بس۔ (پہلے رکوع ۱۰) یعنی جو مانے اس کے لئے بہتر ہے۔ جو نہ مانے اس کو چھوڑ دو۔ اس کو پکڑو نہیں۔ اسکو سزا دو۔ اس پر سختی زبردستی نہ کرو۔ اسکو چھوڑ نہ کرے پس جب خود حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اسکی اجازت نہ تھی کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان بنائیں اور ان کو مجبور کریں کہ آپ کی بیعت کریں تو کسی خلیفہ رسول کیلئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ اپنی خلافت منوانے کے لئے لوگوں کو گرفتار کرے اور ہر قسم کا ظلم کرے اس سے اپنی بیعت کرائے۔ مگر افسوس اور ہزار افسوس ہے کہ حضرت ابو بکر کی بیعت زبردستی۔ جبر و اکراہ۔ دھمکا سٹی۔ اور لڑائی جھگڑنے کا مجسم مجموعہ تھی۔ خود حضرت عمر بیان کرتے ہیں اَدْفَعْتُ الْاَصْوَاتَ وَالْفُطْطُ لِمَا خَفْتُ الْاِخْتِلَافَ قُلْتُ لَا بِيْ بَكَوَابِطُ يَدِكَ اَبَا يَدِكَ۔ فَبَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعْتَهُ وَبَايَعْنَا ثُمَّ نَزَلْنَا عَلٰی سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ۔ فَقَالَ قَاتِلُهُمْ قَاتِلُهُمْ سَعْدًا۔ فَقُلْتُ قَاتِلَ اللّٰهِ سَعْدًا۔ سقیفہ میں بیعت کا جھگڑا شروع ہوا تو اُزایں بلند ہو گئیں اور شور و غل مچنے لگا۔ مجھے اختلاف کا خوف ہوا۔ یہ خیال کر کے میں نے ابو بکر سے کہا ہاتھ بڑھاؤ میں تمھاری بیعت کر لوں۔ انھوں نے ہاتھ بڑھا دیا میں نے جھٹ اس پر بیعت کر لی۔ پھر اور لوگوں نے بیعت کی۔ پھر ہم لوگ اپنے مخالف فریق سعد بن عبادہ پر ٹوٹ پڑے۔ یہ دیکھ کر ان کے کسی طرفدار نے کہا ہائے تم لوگوں نے سعد کو قتل کر دیا۔ میں (حضرت عمر) نے کہا۔ اللہ سعد کو قتل کر دے (تاریخ کامل جلد ۱) اسی سعد بن عبادہ اس وقت نہایت کمزور اور بہت بیمار تھے اس

سب سے ان لوگوں کو موقع مل گیا کہ جو کچھ ہو سکا سوارے کی سزا کی صرف اس
 غصہ میں کہ کیوں انصار ان کی بیعت کرنی چاہتے ہیں۔ علامہ طبری وغیرہ نے
 لکھا ہے فاقبل الاس من الجانب میا یون ابا بکر وکادوا یطون سعد بن عبادہ
 فقال ناس من اصحاب سعد اتقوا سمعا لا تطون۔ فقال هم اقلوه قتله الله
 ثم طم علی راسه فقال لقد هممت ان اطاعک حتى تنذر خصوک۔ فاخذ سعد بلیحہ
 عمر۔ فقال والله لو حصصت منه شئ ما رجعت و فی فیلک واضحتہ۔ فقال بکر
 مہلایا عمر الخفق فہنا یبلغ۔ فاعرض عنہ عمرو قال سعد اما والله لو ان لی قوی
 ما قوی علی النہوض لسمعت منی فی اقطارہا وسککھا ذلیکما یجھوک وامحابلہ۔
 اما والله اذ الالحتنک لقدم کنت فیہم تا بایا خین متبعہم احملونی من ہذا المکان فخلو
 فاخرجونی فی حارہ۔ ہر طرف سے لوگ حضرت ابو بکر کی بیعت کرنے لگے۔ اور صحابہ
 تھا کہ سعد بن عبادہ کو روند ڈالیں جس پر سعد کے ساتھیوں سے کہہ لوگوں
 نے کہا سعد کو پھوڑ دو۔ ان کو نہ روندو۔ اس کے جواب میں حضرت عمر نے
 کہا تم سب لوگ سعد کو قتل کر ڈالو۔ خدا بھی اس کو قتل کر دے۔ پھر ان کے سر پر
 چڑھ کر کہنے لگے۔ میں نے ٹھان لیا ہے کہ تم کو اس طرح کچل ڈالوں کہ تمہارا ہیکل
 ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اس پر سعد نے حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا
 خدا کی قسم اگر تم نے میرا ایک بال بھی اکھاڑا تو میں تمہارے گل دانت توڑ
 ڈالوں گا۔ اور تم اپنے گھر اس طرح واپس جاؤ گے کہ تمہارے منہ میں کوئی
 بھی دانت نہیں ہوگا۔ تب حضرت ابو بکر نے کہا اے عمر اپنے کو روکو یہ ہوش
 نہ کا کابے۔ اسی سے کام نکلے گا۔ اس پر حضرت عمر سعد کے اوپر سے اترے
 تو سعد نے کہا خدا کی قسم اگر میں بیمار نہ ہوتا اور مجھ میں اتنی قوت بھی ہوتی
 کہ خود سے اٹھ سکتا تو تم مدینہ کی سڑکوں اور گلیوں میں میری وہ بیتناک

لہ انصار نے جب دیکھا کہ یہ لوگ حضرت علیؓ کو چھوڑ کر حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں
 تو خیال کیا کہ پھر انصار ہی میں سے کوئی شخص کیوں نہ خلیفہ مقرر کیا جائے ۱۲۔

آہار سنتے جس پر تم بھی اور تمہارے سب ساتھی بھی خوف سے زمین کے سوراخوں میں گھس جاتے۔ خدا کی قسم اگر میری صحت درست رہتی تو میں تم کو ان لوگوں میں ملا دیتا جن کے تم رعیت بن کر رہتے۔ اور سردار نہیں بننے پاتے۔ مگر میرے مرض نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: اے اس جگہ سے اٹھا لیجیو۔ لوگ ان کو اٹھائے گئے۔ اور ان کے گھر سوخا دیا۔ زبیر بن جریج جلد ۳ ص ۱۱۱۔ عرض جن لوگوں نے حضرت مدوح کی بیعت نہیں کی ان سب کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اس کی تفصیل سے بدن کے رنگے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ان لوگوں کو آگ میں پھونک دینے تک کا ارادہ کیا گیا۔

نویں فصل

کن لوگوں نے حضرت ابوبکر کو خوشی سے خلیفہ مانا

سوائے حضرت عمر و ابو عبیدہ اور چند دوسرے آپ کے ہم خیال اصحاب کے کوئی شخص بھی اسلامی تاریخ میں نہیں معلوم ہوتا جس نے خوشی سے حضرت محمد کو خلیفہ مانا اور آپ کی بیعت کی ہو۔ انصار کی مخالفت کا حال بیان ہو چکا۔ ہذا جرین کی حالت مذکور ہو چکی کہ خود حضرت ابوبکر کے قول کے مطابق غیظ و غضب سے سب کی ناکیں پھول گئیں۔ یہاں تک کہ ابوسفیان بھی جو حضرت رسول خدا صلعم اور جناب امیر المومنین کا مشہور اور خاندانی دشمن تھا یہ خبر سنتے ہی بگڑ گیا۔ مورخین نے تبصریح لکھا ہے۔ لما اجتمع الناس على بيعة ابي بكر اقبل ابوسفیان وهو يقول والله اني لارے عجا جت لا يطقها الا دم۔ يا آل عبید مناف فيما ابوكم من اموالكم۔ این المستضعفان۔ این الاذلان علی والعباس وقال ابا حسن البسط يدك حتى ابا بك فانی علی علیہ۔ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تو ابوسفیان یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ خدا کی قسم میں زقتمہ و فساد کا وہ غبار دیکھ رہا ہوں

جس کو خونریزی کے سوا کوئی چیز زائل نہیں کر سکتی۔ اسے عجزِ منان تھا۔
 امور میں ابوبکر کو کیا دخل؟ جو دونوں شخص کمزور سمجھ لئے گئے کہاں ہیں یعنی
 جو دونوں علیؑ و عباسؑ مغلوب کر لئے گئے وہ کہاں ہیں۔ اس کے بعد کہا
 اے ابوبکر تم اپنا ہاتھ پھیلاؤ میں تمہاری بیعت کر لوں۔ مگر حضرت علیؑ نے
 اس سے انکار کر دیا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۳) قال ابوسفیان لعلی ما بالی هذا
 لا مرفی اقلی من قولی و اللہ لئن شئت لا ملأتم علی خیل و بحالہ۔ ابوسفیان
 نے حضرت علیؑ سے کہا اس خلافت کی کیا گت بن گئی کہ قریش کے سب سے چھوٹے
 قبیلہ میں پہونچی۔ اے علیؑ اگر تم چاہو تو خدا کی قسم میں اس مدینہ کو تمہاری
 حمایت میں سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔ (طبری ص ۲۴) اور علامہ
 سیوطی وغیرہ نے لکھا ہے اخبر ابن عساکر عن ابی سعید الخدری قال لما بیع
 ابوبکر دے من الناس بعض الانقباض فقال ایہا الناس ما منعکم الست احکم هذا
 الست اول من اسلم الست الست فذکر خصالہ۔ ابن عساکر نے ابوسعید خدریؓ سے
 روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی بیعت ہو گئی تو انھوں نے لوگوں میں اس
 کی وجہ سے کچھ ناپسندیدگی اور مخالفت دیکھی۔ تب آن سے کہا کس سبب سے تم
 لوگ مجھے خلیفہ نہیں مانتے۔ کیا میں سب سے پہلے مسلمان نہیں ہوا؟ کیا میں
 ایسا نہیں ہوں؟ کیا میں ویسا نہیں ہوں؟ اسی طرح اپنے منہ سے اپنی ہی بہت
 سی خوبیاں بیان کیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۴)

دسویں فصل

کن لوگوں کو خیر سے آپؐ کی خلافت ماننی پڑی
 سابق فصل کے بعد اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تقریباً سب
 جبرہ سے آپؐ کی خلافت تسلیم کرتی پڑی۔ اور وہ جبر۔ کراہت۔ نفرت۔ غصہ

آپ کے آخر وقت تک قائم رہا جس کو خود مدوح نے اتعال کے وقت فرمایا کہ اس خلافت کی وجہ سے تم لوگوں کی ناکیں مارے غیظ و غضب کے پھول گئیں۔ مگر سب سے زیادہ اثر انصار اور شرفاء ہاجرین پر تھا۔ سودخین نے لکھا ہے۔ خلاصۃ من بنی ہاشم والنباہ وعقبۃ بن ابی لہب و خالد بن سعید بن العاص والمقداد بن عمرو و سلمان الفارسی و ابی ذر و عمار بن یاسر و البہاء بن عاذب و ابی بن کعب و مالو امع علی ابن ابیطالب و قال فی ذالک عقبۃ بن ابی لہب و مالکیت احسب ان الامر منصرف عن ہاشم ثم منہم عن ابی حسن عن اول الناس ایمانا و سابقۃ و اعلم الناس بالقول و السنن و آخر الناس عهدا بالبقیۃ و من جبریل عونہ فی العسل و الکفن من فیہ ما فیہم لا یمازون بہ و لیس فی القوم ما فیہ من الحسن و کذا لک تخلف عن بیعتہ ابی بکر ابو سفیان من بنی امیہ بنی ہاشم کی ایک جماعت نیز زبیر۔ مقداد بن عمرو۔ سلمان فارسی۔ ابوذر۔ عمار بن یاسر اور براء بن عازب وغیرہم نے حضرت ابو بکر کی بیعت سے انکار کیا اور حضرت علی بن ابی طالب کی بیعت کے خواہاں ہوئے اور اس کے متعلق عقبہ ابن ابی لہب نے کچھ اشعار بھی پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات میرے دہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ رسول خدا کی خلافت خاندان بنی ہاشم سے نکال لی جاسکتی۔ اور خاص کر حضرت ابواحسن دعلیؑ سے۔ جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اس فضل میں سب سے سبقت حاصل کی۔ اور جو قرآن مجید اور احادیث رسول کے سب سے زیادہ عالم ہیں۔ جو حضرت رسول خدا کی خدمت میں سب کے آخر تک رہے۔ اور جن کی مدد (رسول خدا کے) غسل دینے اور کفن پہنانے میں جبریلؑ دالے مقرب فرشتہ) نے کی۔ وہ حضرت علیؑ کہ دوسروں میں جس قدر فضائل ہیں وہ سب حضرت میں بھی ہیں لیکن حضرت میں جو شرف و برتری و افضلیت ہے وہ تمام مسلمانوں سے کسی میں بھی نہیں ہے۔

مذکورہ بالا لوگوں کی طرح ابو سفیان نے بھی جو خاندان بنی امیہ سے تھا حضرت

ابوبکر کی خلافت سے انکار کر دیا (تاریخ ابوالفدا جلد ۱ ص ۱۸) و بایہ الناس قتالت الانصار
او بعض الانصار لا نبایع الا علیاً۔ قال وتختلف علی و بنو ہاشم والزبیر و طلحہ عن البیت قتال
الزبیر لا اعد سیفا حتی یبایع علی۔ فقال عمر بن الخطاب و اسیدہ و اضربوا بہ الحجر۔ ثم اتاہم عمر
فاخذہم للبیت۔ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تو سب انصار یا بعض انصار
نے کہا کہ ہم تو حضرت علیؓ کے سوائے کسی کی بھی بیعت نہیں کر سکتے۔ اور حضرت علیؓ و
خاندان بنی ہاشم و زبیر و طلحہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا۔ اور زبیر نے
تو یہاں تک کہا کہ جب تک حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی جائیگی میں اپنی تلوار نیام میں
نہیں کروں گا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا کہ زبیر کی تلوار چھین کر پتھر پر ٹکڑ
پھر حضرت عمرانؓ لوگوں کے پاس گئے اور ان کو بیعت کے لئے گرتا رہ کر لیا (تاریخ
کامل جلد ۲ ص ۱۲۷)۔ ان لوگوں کی ان کارروائیوں سے حضرت علیؓ کو اس درجہ صدمہ
ہوا کہ فقال علی کرم اللہ وجہہ اللہ یا معشر المهاجرین لا تنجوا سلطان عہد فی العرب
من داء و قمر بیتہ الی دودکم و قعود بیکم۔ و تدفعون اہلہ عن مقامہ فی الناس و حقہ
فواللہ یا معشر المهاجرین لئن احق الناس بہ لا ناہل البیت و نحن احق بهذا الامر منکم۔ ما کان
فینا الفاروق کتاب اللہ۔ الفقیہ فی دین اللہ۔ العالم بنی رسول اللہ المتطلع لاموالہ و حقہ
المذبح عنہم الامجد السیّد۔ القاسم بینہم بالسویۃ۔ واللہ ائدلفینا۔ فلا تتبعوا العوی فقتلوا
عن سبیل اللہ فتزدادوا من الحق بعدا۔ اس وقت حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا
اے گروہِ مہاجرین اللہ سے ڈرو۔ خدا (کے غدا) سے بچو۔ عرب میں حضرت رسولؐ
کو جو اقتدار اور تسلط حاصل ہے اُس کو حضرت کے گھر اور حضرت کے خاص مکان
سے نکال کر اپنے گھروں اور اپنے خاص مکانوں کی طرف نہ لیجاؤ۔ اور حضرت کے
اہلبیتؑ کو مسلمانوں میں جو درجہ حاصل ہے اُس سے اور ان کے حق سے ان کو جو
ہٹاتے ہو (ایسا نہ کرو) کیونکہ اے گروہِ مہاجرین خدا کی قسم سب سے زیادہ ہم لوگ
ہی اس خلافت کے حق و اہل ہیں اس لئے کہ ہم ہی اہلبیتِ رسولؐ ہیں اور جب تک
ہم لوگوں میں کتابِ خدا کا پڑھنے والا۔ دینِ خدا کا سمجھنے والا۔ رسولِ خدا کی
سننوں کا جاننے والا۔ امورِ رعایا کی خبر رکھنے والا اور ان کے لئے آگے بڑھنے والا

ان کی مشکلات پر نشانوں اور بُرائیوں کا دفع کرنے والا امدان کے درمیان
برابری سے تقسیم کرنے والا رہے گا اُس وقت تک تم سب سے زیادہ ہم لوگ ہی اس
(خلافت) کے مستحق رہیں گے۔ اور خدا کی قسم ان صفات کا شخص یقیناً ہم (اہلبیت)
میں موجود ہے۔ پس تم لوگ اپنے ہوا و ہوس نفسانی کی پیروی نہ کرو جس کے سبب
خدا کی راہ سے گمراہ ہو کر حق سے اور زیادہ دور ہوتے چلے جاؤ گے دکناب الہامہ
والسائسہ اور روضۃ الاحباب میں ہے۔ بعد ازاں انصار مباہلت نمودر الاطافۃ
قیلہ کہ بعضے گفتند کہ مباہلت باصح کس نہ کفیم الا علی بن ابی طالب و گویا شیخ
فرید الدین عطار از زبان آن جمع گفتہ

زمشرق تا مغرب گرامام است علی و آل و اولادش تمام است
اس کے بعد انصار نے بیعت کی مگر ایک چھوٹی جماعت نے نہیں کی وہ یہی کہتے تھے
کہ ہم لوگ سوائے حضرت علیؑ کے کسی کی بھی بیعت نہیں کریں گے۔ اور گویا شیخ فرید
الدین عطار نے اسی جماعت کی زبان سے ترجمہ کر کے کہا ہے کہ مشرق سے مغرب تک
اگر کوئی امام ہے تو وہ حضرت علیؑ اور آپ کی آل و اولاد ہی ہیں (روضۃ الاحباب جلد ۲)

گیارہویں فصل

تاریکین بیعت سے آپؑ نے کیا سلوک کیا

حضرت رسول خداؐ نے ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے حضرت کی بیعت نہیں کی یا
آپ کو نہیں نہیں مانا کبھی کوئی سختی نہیں کی۔ پوچھا بھی نہیں کہ تم کو کیا ضروری تھا کہ
تس جو کچھ کیا افہام و تبلیغ و پند و نصیحت۔ یہاں تک کہ کفار مکہ نے آنحضرتؐ پر قسم
ظلم و اذیت کیا۔ مگر جب حضرت فاتحانہ شان سے مدینہ پہنچے تو انہوں نے ان کو
ہیں تو انہیں شہکاروں سے نہایت شفقت و محبت کا برتاؤ کیا۔ جب حضرتؐ مدینہ
مکہ کے قریب پہنچے تو اپنی گروں کے کی طرف ہٹا کر خدا کا شکر ادا کرتے گئے

اور جب خانہ کعبہ کے پاس پہنچے تو قریش سے دبو حضرت کے خون کے پیاسے تھے اور جن سب نے ملکر حضرت کو ایک ہی رات میں قتل کر دینے کا سامان کیا تھا اور جن کے غلام سے حضرت کو مکہ منظمہ چھوڑنا پڑا تھا، فرمایا تباؤ اب تمہارے ساتھ میں کیا برتاؤ کروں؟ ان لوگوں نے کہا آپ کریم بن کریم ہیں۔ حضرت نے فوراً سب سے فرمایا جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا۔ تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۰ وغیرہ اس کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر و عمر کا برتاؤ ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے آپ کی خلافت نہیں مانی کس قلم سے لکھا جائے اگر تلوار کا قلم اور خون کی روتنائی ہو تو شاید رقم ہو سکے۔ سعد بن عبادہ کا کچھ حال دیکھ لکھا گیا۔ جب ان کی پیاری اور ضعف کی وجہ سے لوگ ان کو اٹھانے لگے تب بھی ان حضرات کو سچا ریسے پر رحم نہیں آیا۔ نہ ان کی علالت اور ضعف کی پروا کی۔ بلکہ بعث الیہ ابوبکر ان اقبل فبايع فقد بايع الناس وبایع قومك فقال اما والله حتى ارميكم بكل مهم حتى كذاشي من نبل وانضبت حكم سنائي ودعني واضمحكم بسيفي ما ملكت يدي واقتلكم بمن معي من اهل وعشيرتي ولا والله لو ان الجن اجتمعت لكم مع الانس ما بايقتكم خلافتي بد الله ابوبکر من قوله قال مبرلاته حتى يبايعك.... فكان سعد لا يصلي بصلاتهم ولا يجتمع بمجتمعهم ولا يفتين بما فاضتهم ولو يجد عليهم اعوانا لصال بهم ولو يبايع احد على قتالهم لقاتلهم۔ فلم يزل كذلك حتى قوفي ابوبکر رحمہ اللہ وولی عمر بن الخطاب فخرجوا الى الشام فمات بها ولم يبايع لاحد رحمہ اللہ۔ حضرت ابوبکر نے سعد کے ہاں کہلایا کہ اگر بیعت کر لو کیونکہ اور لوگوں نے نیز تمہاری قوم نے بیعت کر لی ہے۔ سعد نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں جب تک میں اپنے ترکش کے سب سے تم لوگوں پر نہیں چلا لوں گا اور اپنے نیکو برچھوں اور بھالوں کو تمہارے خون میں رنگیں نہیں کر لوں گا اور جس وقت تک میرے ہاتھ میں تلوار رہی اُس وقت تک تم کو اس سے ذبح نہیں کر لوں گا اور اپنے اہل و عیال و اعزہ و اقربہ کے ساتھ تم سے جہاں نہیں کر لوں گا۔ اور خدا کی قسم اگر سب جن و انس بسج تمہاری طرف ہو جائیں تب بھی میں تمہاری بیعت نہیں کروں گا۔ ان لوگوں کی نماز جماعت میں جاتے نہ ان کی نماز جمعہ میں شریک ہوتے۔ نہ ان کے ساتھ حج کو جانا بلکہ اگر کچھ اعوان و انصار ان کو مل جاتے تو وہ ان کے ساتھ ان لوگوں پر ضرور حملہ کرتے۔

اور اگر ایک شخص بھی ان لوگوں سے لڑنے پر ان کی بیعت کر لیا تو وہ ضرور ان سے جہاد شروع کر دیتے۔ حضرت ابوبکر کے مرتے وقت تک وہ اسی طرح رہے۔ پھر حضرت عمر کے خلیفہ ہونے پر شام چلے گئے۔ وہیں مرے مکران میں سے کسی کی بیعت نہیں کی۔ کتاب الاماتہ والیاسہ ص ۱۶ و تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۲ اور جناب بن منذر کے بارے میں ہے۔ فقام الحباب بن منذر الی سیفہ فاخذہ فبادر الیہ فاخذہ سیفہ منہ فجعل یضرب بثوبہ وجوہہم حتی فرغوا من البیعة۔ پھر جناب بن منذر اپنی تلوار کی طرف بڑھے اور اس کو ہاتھ میں لے لیا تو لوگ ان پر جھک پڑے اور ان کی تلوار ان سے چھین لی تب انہوں نے اپنے کپڑے سے ان لوگوں کے چہروں پر مارنا شروع کیا یہاں تک کہ لوگ بیعت سے فارغ ہو گئے۔ کتاب الاماتہ والیاسہ ص ۱۷ صنادید قریش جناب زبیر وغیرہ کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا وہ بھی قابل مائتہ ہے۔ مذہب الیہم عمر فی عصابتہ فقالوا انطلقوا فابعدوا ابابکر فابوا فخرج الزبیر بن العوام من البیت فقال عمرو بن عبد اللہ فخذ وہ فرتب علیہ سلمہ بن اشیم فاخذ السیف من یدہ فضرب بہ الجدار وانطلقوا بہ۔ ان لوگوں کی طرف حضرت عمر ایک جتھلے ہوئے پہنچے اور کہا بس چل کر ابوبکر کی بیعت کر لو۔ مگر ان سب نے انکار کیا بلکہ زبیر بن العوام تلوار لئے ہوئے نکل پڑے تو حضرت عمر نے (اپنے سپاہیوں سے) کہا کہ اس شخص کو سب گرفتار کر لو۔ اس پر سلمہ بن اشیم جناب زبیر پر ایک کرہونچ گئے اور ان کی تلوار ان کے ہاتھ سے چھین کر دیوار پر پھینک دی۔ اور سب کو گرفتار کر کے لیگئے۔ کتاب الاماتہ والیاسہ ص ۱۷ و تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۲ وغیرہ اور علامہ طبری نے لکھا ہے کہ شغل علی والزبیر واختار الزبیر سیفہ وقال لا اخذہ حتی یبایع علی فیلے ذالک ابابکر عمر۔ فقال عمر خذ واسیف الزبیر فاضربوا بہ الحجر۔ قال فانطلق الیہم عمر فجاء بہما تعباً وقال لتبایعان واما طائعان واما کادھان۔ حضرت علی اور زبیر نے اپنی بیعت نہیں کی اور زبیر نے تو اپنی تلوار بھی سونت لی اور کہا میں اس کو نیام میں اس وقت تک نہیں کرونگا جب تک حضرت علی کی بیعت نہیں کی جائے گی۔ یہ بات حضرت ابوبکر و عمر کو معلوم ہوئی تو کہا زبیر کی تلوار چھین کر پتھر پر ٹیک دو۔ پھر حضرت عمر خود ان لوگوں

کی طرف گئے اور ستائے ہوئے گرفتار کر لائے۔ پھر کہا جا ہو خوشی سے بیعت کرو جا ہو جبر سے کرو کرنا ضرور ہوگا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۹) مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ زبیر کی تلوار چھین نہیں سکے بلکہ ان کے ہاتھ سے گر گئی۔ یہی علامہ طبری لکھتے ہیں اتی عمر بن الخطاب منزل علی وفیہ طلعتہ والذین دسراجال من المهاجرین۔ فقالوا لله لا حقن علیکم اولتخرجن الی البیعة۔ فخرج علیہ الذین مصلتا بالسیف فقتل فسقط السیف من یدہ فوثبوا علیہ فاخذوه۔ حضرت عمر جناب امیر المومنین کے دولت خانہ پر آئے اُس وقت اُس میں جناب طلحہ زبیر اور دوسرے بہت سے مہاجرین تھے۔ آگے آکر کہا خدا کی قسم ہیں اس گھر میں آگ لگا کر تم سب لوگوں کو اس میں پھونک ڈالوں گا ورنہ تم سب نکل کر چلو اور حضرت ابوبکر کی بیعت کر لو۔ یہ سننا تھا کہ حضرت زبیر تلوار بکھینچے ہوئے نکل پڑے مگر ٹھوکر کھا کر گرے تو تلوار ان کے ہاتھ سے گر گئی۔ اس پر لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور گرفتار کر لیا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۹)۔

بارہویں فصل

حدیث ان بیعة ابی بکر کانت فلتة اور آئی خلافت پر اجماع کی حقیقت حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق حضرت عمر کا یہ مشہور قول ہے کہ ان کی بیعت فلتہ ہو گئی۔ فرماتے تھے فلا یمن امرؤ ان یقول ان بیعة ابی بکر کانت فلتة فقد کانت کذا لک خیواتہ اللہ وق شرھا۔ کسی شخص کو یہ بات دھوکے میں نہ رکھئے کہ وہ کہے حضرت ابوبکر کی خلافت تو ناگہانی یا اچک کر یا چھین جھپٹ کر ہو گئی۔ ہوئی تو وہ اسی طرح مگر خدائے اس کی خرابیوں سے بچا لیا (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۹ و ص ۲۰۰) محرقہ ص ۱۱۰ و مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۵۵ و صحیح بخاری پارہ ۲۸ صفحہ ۳۶۵ باب (رحمہم اللہ) اس جملہ کے متعلق جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں ان بیعة الی بکر کانت فلتة وق شرھا۔ حضرت عمر نے کہا ابوبکر صدیق کی بیعت تو ناگہانی یا یکایک (بغیر غور و فکر کے) ہو گئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے

اس قسم کی بیعت سے جو سراور فساد پیدا ہوتا ہے اُس سے اپنے بندوں کو محفوظ رکھا۔
 دہوا یہ کہ صحابہ میں اختلاف ہو رہا تھا کس سے بیعت کی جائے۔ اور حضرت علیؓ اور بنی ہاشم
 اور کئی صحابہ اُس جلسہ میں موجود بھی نہ تھے۔ اُن کی رائے بھی نہیں لی گئی تھی۔ اتنے میں
 حضرت عمرؓ نے لپک کر حضرت صدیقؓ سے بیعت کر لی۔ اُن کے دیکھا دیکھی رو پڑ گئی۔ پھر کیا
 تھا جو آیا اُس نے اُن سے بیعت کر لی۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ کی
 امامت گویا لوگوں سے چھین اور اُمیک کر ہوئی تھی کیونکہ دوسرے کسی شخص اس کے
 طلب گار تھے۔ بعضوں نے کہا فلتہ کہتے ہیں حرام مہینوں کی آخری رات کو۔ اس میں
 لوگوں کا اختلاف ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ بھی حرام ہے کوئی کہتا ہے وہ حلال
 ہے اور اُس میں سراور فساد اور خونریزی کو جائز سمجھا ہے۔ تو انحضرتؐ کی زندگی
 کے دنوں کو حرام مہینہ سے تشبیہ دی اور آپؐ کی وفات کے دن کو فلتہ ہے
 (انوار اللقہ پارہ ۲۰ ص ۲۰) اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کا معنی یہ لکھا ہے
 قال لا اؤدی معنی قوله كانت فلتة اتما وقعت من غير مشورة معجم من كان ينبغي
 ان يتاود۔ علامہ داؤدی کہتے تھے کہ فلتہ کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں کے مشورہ سے
 اس خلافت کا ہونا مناسب تھا بغیر ان کی رائے کے واقع ہو گئی (فتح الباری شرح
 صحیح باری پارہ ۲۸ ص ۳۶۵)۔ علامہ داؤدی یہ بھی کہتے تھے انہ لم یکن مع الی بحر
 حینئذ من المهاجرین الامم و ابو جلیدہ۔ اُس وقت جماعت مہاجرین سے حضرت
 ابو بکرؓ کی بیعت سوائے حضرت عمرؓ و ابو عبیدہؓ کے کسی نے نہیں کی (فتح الباری ص ۳۶۵)
 اور علامہ ابن ابی اسحٰد نے لکھا ہے ذکر صاحب الصحاح ان الفلتۃ الامم
 الذی یعمل فجاءت من غیر تردد ولا تدبر وکلذا کانت بیعة الی بکر لان الامر لم یرکن
 فیہا شورى بین المسلمین واما وقعت بغتۃ لم تخف فیہا الاراء ولم یتناظر فیہا الرجال
 وکانت کالشیء المستلب المنتهب۔ علامہ جوہری نے لغت کی مشہور کتاب صحاح میں
 لکھا ہے کہ فلتہ سے مراد وہ امر ہوتا ہے جو اچانک بغیر غور و فکر کے ہو جائے۔
 چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت اسی طرح واقع ہوئی کیونکہ اس کے متعلق مسلمانوں
 سے بالکل مشورہ نہیں کیا گیا بلکہ اچانک ہو گئی جس میں نہ رائیں دیکھی گئیں اور نہ غور

نے اس میں غور و خوض کیا بلکہ اس طرح ہوئی جیسے کوئی چھینی، اچکی اور غصب کی ہوئی چیز ہوتی ہے (شرح نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۲) آپ سمجھ میں نہیں آتا کہ جناب مددوح کی خلافت پر اجماع کا دعویٰ کس اصول سے کیا جاتا ہے۔ کیا صرف حضرت عمر کے بیعت کر دینے سے یہ بیعت اجماعی ہو گئی؟ یا کیا صرف جناب ابو عبیدہ کے تأیید کر دینے سے اس پر اجماع کی تعریف صادق آگئی؟ اور سب سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ جو لوگ اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں وہ حضرت عمر کی تکذیب کرتے ہیں یا تصدیق؟ کیونکہ مددوح فرماتے ہیں کہ حضرت اول کی بیعت فلتۃ بغیر رائے اور مشورہ کے ہو گئی۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں اجماع سے ہوئی۔ غالباً اسی مصیبت سے بچنے کے لئے دوسرے لوگوں نے کہہ دیا کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کی بیعت کو فلتۃ نہیں کہا بلکہ قنہ کہا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر حزری نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فرماتے تھے

فلا یغزو امرء ان یقول ان بیعتہ الی بکر کانت فلتۃ فقد کانت کذا کسی شخص کو امر دھوکا نہ دے کہ کہے حضرت ابو بکر کی بیعت ایک قنہ تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ تھی ایسی ہی (قنہ) مگر خدا نے اس کے شرے بچا لیا۔ (تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۲۲)۔

سیر ہو میں فضل

جناب سیدہ کی ازیتیں

حضرت مددوح کی خلافت میں جناب سیدہ پر جو کچھ گزری ہم میں نہ اس کے بیان کی طاقت ہے نہ الضاف پسند دلوں میں اس کے سننے کی قوت۔ علامہ ابن قیمہ وغیرہ نے لکھا ہے۔ ابابکر رضی اللہ عنہما تفقد قوما تخلعوا عن بیعتہ عنہ علی کرم اللہ وجہہ فبعت الیہم عمو فجامہ فاما ہم وہم فی حاد علی۔ فابوا ان ینخرجوا۔ فداہا بالحب وداہا بالذی نفس موبیدۃ لخرجوا واولا حقہا علی من فیہا۔ فقیل لہا یا اباحفص ان فیہا فاعلمہ فقال وان ینخرجوا فبا یقوا الا علیا فانہ زعم انہ قال حلفت ان لا اخرجہ ولا اقع قونی علی عاتق حتی اجعلہ القزبان فوقف فاعلمہ رضی اللہ عنہا فحالت لا یجوز لہ ان یموت

حفوا واسوء محض منكم - تركتم رسول الله ﷺ جنازة بني ايدينا وقطعتم امركم بينكم
 لم تستأمرونا ولم تردوا لنا حقاً - فأتى عمر ابابكر - فقال له لا تأخذ هذا المتخلف
 عنك بالبيعة - فقال ابوبكر لئن قنفت وهو مولى له اذهب فادع لى علياً قال فذهب
 الى علي فقال له ما حاجتك - فقال يدعوك خليفة رسول الله ﷺ - فقال علي لسويح
 ما كذبت على رسول الله ﷺ - فوجه فابلى الرسالة - قال فبكى ابوبكر طويلاً - فقال عمر الثانية
 ان لا تمهل هذا المتخلف عنك بالبيعة - فقال ابوبكر دعه ينفذ عد اليه فقل له امير المؤمنين
 يدعوك لتبايع - فجاءه فنفذ فادعى ما امر به - فرفع على صوته فقال سبحان الله
 لقد ادعى ما ليس له - فوجه فنفذ فابلى الرسالة فبكى ابوبكر طويلاً - ثم قام عمر فمشى
 جماعة حتى اتوا باب فاطمة فذقوا الباب - فلما سمعت اصواتهم نادى باعلى صوتها
 يا كية يا رسول الله ﷺ ما ذا القينا بعدك من ابن الخطاب وابن ابى قحافة - فلما سمع الله
 صوتها وبكائها انصرفوا باكين وكادت قلوبهم تنصدع واكبوا وهم ينظرون - فقال عمر
 لابى بكر دعه انطلق بنا الى فاطمة فانا قد افضيناها - فانطلقا جميعاً فاستاذنا على فاطمة
 فلم تأذن لهما فأتيا علياً فكلاه فادخلها عليها فلما قد اعندها حوت وجهها الى
 الحائط فسلما عليها فلم ترد عليهما السلام - فسلم ابوبكر فقال يا حبيبة رسول الله ﷺ
 اغضباك في ميراثك منه وفي زوجك - فقالت ما بالك يترك اهلك ولا ترت
 حسداً - فقال والله ان قرأته رسول الله ﷺ احب الى من قوابق وآثك لاهب الى
 من عاتشه ابنتى ولوددت يوم مات ابوك انى متت ولا البقي بركة - اقول انى اعفك
 واعرف فضلك وشرفك وامنعك حقك وميراثك من رسول الله ﷺ الا انى سمعت
 اباك رسول الله ﷺ يقول لا نورث ما تركنا فهو صدقة - فقالت ارايتكما ان عدتكما
 حديثاً عن رسول الله ﷺ تعفانه وتغفلان به - قالان نعم - فقالت نشدتكما الله الماسما
 رسول الله ﷺ يقول رضا فاطمة من رضائى وسخط فاطمة من سخطى - فمن احب فاطمة
 ابنتى فقد احببني ومن ارضا فاطمة فقد ارعاني ومن اسخط فاطمة فقد اسخطني
 قالان نعم - سمعاه من رسول الله ﷺ قالت فأتى اشهد الله وملائكته انكما اسخطاني
 وما ارضيتاني ولئن لقيت النبي ﷺ لاشكوكما اليه - فقال ابوبكر انا عاخذ بالله تعالى من خطئ

یا فاطمہ۔ تم اے ابوبکر! یہی حق کا دت نفسہ ان ترقی وحی تقول واللہ لا دعون اللہ
 علیک فی حاکم صلاۃ اعلیٰہا۔ تم خود باکیا ما جمیع الیہ الناس قال لعمریۃ کل رجل منکم معانقا
 حلیتہ مسورا باہلہ وترکونی وعاانا فیہ۔ لاحاجۃ لی فی بیعتکم اقلونی بیعتی۔ یعنی حضرت ابو بکر
 نے اس جاہت کو جس نے آپ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا اپنے پاس سے غائب پایا اور معلوم
 ہوا کہ وہ سب لوگ حضرت علیؓ کی کرم اللہ وجہہ کے پاس جمع ہیں تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو ان
 لوگوں کی طرف روانہ کیا۔ آپ گئے اور ان سب لوگوں کو پکار کر حکم دیا کہ حضرت علیؓ کے گھر
 سے نکل کر چلیں اور حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کریں۔ ان سب نے نکلنے سے کیا انکار۔ تو حضرت
 عمرؓ نے جلانے کی لکڑیاں طلب کیں اور کہا اوس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں عمرؓ کی
 جان ہے تم سب نکل کر چلے چلو ورنہ میں اس گھر میں آگ لگا کر اس کو بے اور جو لوگ اسکے
 اندر ہیں ان سب کو بھی پھونک ڈالوں گا۔ لوگوں نے کہا اے بی بی حفصہ کے والد! اس
 گھر میں حضرت فاطمہؓ بھی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا ہوا کریں۔ اس پر لوگ وہاں سے
 نکل آئے اور بیت کر لی۔ سوائے حضرت علیؓ کے کہ انہوں نے کہا میں نے تو قسم کھائی ہے کہ
 جب تک قرآن مجید جمع نہیں کر لوں گا اُس وقت تک نہ گھر سے نکلوں گا اور نہ اپنی ردا
 اپنے کا نہ ہوں پر ڈالوں گا۔ یہ باتیں سن کر حضرت فاطمہؓ رضی اللہ عنہا دروازہ پر کھڑی
 ہوئیں اور فرمایا مجھے نہیں یاد پڑتا کہ مجھے کسی ایسی قوم سے سابقہ پڑا ہو جو تم لوگوں
 سے زیادہ بُرے کام پر آمادہ ہوتی ہو۔ تم سب نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی لاشِ مبارک
 ہمارے سامنے جنازہ کی صورت میں چھوڑ دی اور خلافت کو آپس میں طے کر لیا ہم لوگوں کے
 رائے تک نہیں لی۔ اور نہ ہمارا حق (خلافت) ہماری طرف آنے دیا۔ جناب سیدہ کی یہ تحریر
 سن کر حضرت عمرؓ کو کوئی جواب تو نہیں دے سکے البتہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور اُن سے
 کہتم کہ حضرت علیؓ کو جو تمہاری بیعت سے انکار کر رہے ہیں گرفتار نہیں کرو گے؟ اس پر حضرت
 ابو بکرؓ نے اپنے غلام مفذ سے کہا جا اور حضرت علیؓ کو میرے پاس بلالہ۔ وہ گیا تو حضرت علیؓ نے
 پوچھا کیا ہے؟ اُس نے کہا آپ کو خلیفہ رسولؐ بلاتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ارے کس قدر
 جلد تم لوگ حضرت رسول خداؐ پر جھوٹ باندھنے لگے۔ مفذ واپس گیا اور حضرت ابو بکرؓ سے حضرت
 علیؓ کا جناب بیان کر دیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ رونے لگے۔ جب بہت دیر تک رو چکے تو حضرت عمرؓ نے

پھر کہا کہ ان کو جو تمہاری بیعت سے انکار ہی کئے جاتے ہیں کسی طرح چھوڑ دہیں۔ حضرت ابوبکر نے پھر فخذ سے کہا کہ دوبارہ حضرت علیؓ کے پاس جا اور اُن سے کہہ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ فخذ پھر گیا اور اُسے جو پیام دیا گیا تھا پہنچا دیا جس کو سن کر حضرت علیؓ نے بلند آواز سے فرمایا سبحان اللہ۔ ابوبکر نے ایسی صفت کا دعویٰ کیا ہے جو اُن میں ہرگز نہیں ہے۔ فخذ نے واپس آکر یہ بات بھی حضرت ابوبکر سے کہ دی۔ اس پر حضرت ابوبکر نہایت دیر تک روتے رہے۔ اب حضرت عمرؓ آدھ ہوئے، ایک جماعت لٹے ہوئے جناب فاطمہؓ کے مکان پر پہنچے اور دروازے کو کھٹکھٹایا۔ جب جناب سیدہ نے اون لوگوں کی آواز سنی تو خج کر رونے اور چلا کر حضرت رسول خدا صلعم سے فریاد کرنے لگیں۔ فرماتی تھیں اے رسول خدا! آپ کے بعد ہم لوگوں پر خطاب اور ابو تمہا فہ کے بیٹوں سے کیسی مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں۔ جب ان لوگوں نے جناب سیدہ کی آواز اور رونے کی صدا سنی تو سب کے سب روتے ہوئے پلٹ گئے۔ جناب سیدہ اس کرب سے فریاد کرتی تھیں کہ اُس کو سن کر قریب تھا لوگوں کے دل ٹھوٹے اور ان کے جگر شق ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ میں اور آپ جناب فاطمہؓ کے پاس چلیں کیونکہ ہم لوگوں نے ان کو غضناک کر دیا ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر جناب سیدہ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔ مگر جناب فاطمہؓ نے ان دونوں کو اجازت نہیں دی۔ تب وہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور اُن سے کہا کہ ہم لوگوں کو جناب سیدہ سے اجازت دلوا دیں۔ حضرت دونوں صاحبوں کو جناب سیدہ کے پاس لے گئے۔ جب دونوں بیٹھ چکے تو آپ نے اپنا منہ اُن لوگوں کی طرف سے پھیر کر دیوار کی طرف کر لیا۔ تب دونوں صاحبوں نے جناب سیدہ کو سلام کیا مگر آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر نے کہا اے رسول خدا! کی پیاری صاحبزادی! ہم نے حضرت رسول خدا کی میراث آپ کو نہیں دی اور آپ کے شوہر پر سختی کی اس وجہ سے آپ ہم لوگوں پر غضناک ہو گئی ہیں؟ جناب سیدہ نے فرمایا یہ کیا بات ہے کہ تمہاری اولاد تو تمہاری وارث ہو گئی اور ہم لوگ حضرت رسول خدا صلعم کے وارث نہ ہوں؟ حضرت ابوبکر نے کہا خدا کی قسم حضرت رسول خدا کی قرابت مجھے

اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔ اور آپ مجھے میری بیٹی عائشہ سے زیادہ عزیز ہیں اور اللہ میں چاہتا تھا کہ جس روز آپ کے پدر بزرگوار کا انتقال ہوا میں بھی مر گیا ہوتا اور حضرت کے بعد دنیا میں باقی ہی نہیں رہتا۔ کیا آپ یہ خیال کرتی ہیں کہ میں آپ کو اور آپ کے فضل و شرف کو بھی بھلا سکوں آپ کا حق ادا آپ کی میراث آپ سے روک لوں گا مگر بات یہ ہے کہ میں نے آپ کے پدر بزرگوار حضرت رسول خدا صلعم سے سُن رکھا ہے کہ فرماتے تھے ہم لوگوں کی میراث کسی کو نہیں ملتی۔ جو چیزیں ہم لوگوں کا مشرکہ ہوتی ہیں وہ سب صدقہ ہو جاتی ہیں۔ جناب سیدہ نے فرمایا اگر میں تم لوگوں سے حضرت رسول خدا صلعم کی ایک حدیث بیان کروں تو کیا تم لوگ اس کو سہانہ سمجھو اور اس کے مطابق عمل کرو گے؟ دونوں صاحبوں نے کہا ہاں ضرور۔ آپ نے فرمایا میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیکر پوچھتی ہوں کہ تباؤ کیا تم نے حضرت سے نہیں سنا ہے کہ فرماتے تھے فاطمہ کی رضا بعینہ میری رضا اور فاطمہ کی ناراضی بعینہ میری ناراضی ہے۔ پس جو شخص فاطمہ کو دوست رکھے گا وہی مجھ کو بھی دوست رکھ سکتا ہے اور جو شخص فاطمہ کو راضی رکھے گا وہی مجھ کو بھی راضی رکھ سکتا ہے اور جو فاطمہ کو غضناک کرے گا وہ مجھ کو بھی غضناک کرے گا۔ دونوں صاحبوں نے کہا ہاں ہم لوگوں نے حضرت رسول خدا کو یہ بات ارشاد فرماتے سنا تھا۔ جناب سیدہ نے فرمایا تو اب میں لو میں خدا اور ملائکہ کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھ کو غضناک کیا اور مجھے راضی نہیں رکھا اور اگر میں حضرت رسول صلعم سے ملاقات کروں گی تو حضرت سے ضرور تم دونوں کی شکایت کروں گی۔ حضرت ابو بکر نے کہا اے فاطمہ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اُس کے غضب اور آپ کے غضب سے بھی۔ پھر حضرت ابو بکر خوب خج خج کر رونے لگے۔ یہاں تک کہ قریب تھا انکی روح اسی طرح روتے ہوئے نکل جاتے۔ اور جناب سیدہ کہتی تھیں خدا کی قسم جو نماز میں پڑھوں گی اس کے بعد تمہارے لئے بد ڈ ضرور کروں گی۔ اس پر حضرت ابو بکر روتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔ اور جب لوگوں کا مجمع ان کے پاس ہوا تو سب نے کہنے لگے تم میں کا ہر شخص تو اپنی بیوی کی گردن میں ہاتھیں ڈالکر اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ خوش خوش ہوتا ہے اور تم لوگوں نے

مجھ کو اس آفت میں ڈال دیا ہے۔ مجھے تم لوگوں کی بہت کی ضرورت نہیں ہے۔ تم سب اپنی بیعت میرے ہاتھ سے واپس لے لو (کتاب الاماتہ والیاست ص ۲۳)۔

اس عبارت میں یہ امر خاص طور پر قابل ملاحظہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عثمان کی یہ حدیث بیان کی کہ ہم گروہِ انبیاء کی میراث ان کے وارث نہیں پاتے بلکہ وہ صدقہ ہو جاتی ہے تو اس کی تصدیق نہ حضرت عمر نے کی اور نہ جناب سیدہ نے۔ لیکن جناب سیدہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ فاطمہ کی رضا یعنی میری رضا کی فاطمہ کا غضب یعنی میرا غضب ہے اس کی تصدیق حضرت ابوبکر اور عمر دونوں مباہلوں نے کی اور کسی کو اس میں کچھ بھی بولنے کا موقع نہیں ملا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب سیدہ کو اس قدر اذیتیں پہنچیں کہ آپ نے ہر ناز کے بعد حضرت ابوبکر کے قدموں پر بد و عاکرتے کی قسم کھائی۔ اور کسی طرح نہیں معلوم ہوتا کہ آپ نے اپنی اس قسم کے خلاف کیا حضرت ابوبکر خود بھی مرتے وقت تک اپنی ان زیادتیوں کا اعتراف کرتے رہے ہیں۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے ولما بیع ابوبکر فخرج علی۔ فقال اشدت علینا مودنا ولم تستشروا ولم ترم لنا حقنا فقال ابوبکر بلی ... ولعمری اید احد من بنی ہاشم حتی ماتت فاطمة دف ... ولما اقصی ظل ... خود ذاتی لہذا کن فقتلت بیت فاطمة ودفک فاطمة کلاما کثیرا۔ جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہو گئی تو حضرت عثمان کیلئے اور ان سے کہا تم نے ہمارے امور میں فساد پیدا کر دیا اور نہ ہم سے مشورہ کیا نہ ہمارے حق (خلافت) کی پروا کی۔ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ اور جب تک جناب فاطمہ زندہ رہیں بنی ہاشم سے کسی شخص نے بھی ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور جب حضرت ابوبکر کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے گھر کو کاش میں فاطمہ کا گھر نہ کھلوائے ہوتا۔ اور بھی بہت باتیں دیکھیں درودِ اللہ بربارہ شایعہ کامل جلد ۱۴۰)۔

موجودہوں فصل

جناب سیدہ کو میراث سے محروم کرنا

امام بخاری و امام مسلم وغیرہ کی محدثین و مورخین نے تصریح لکھا ہے عن عائشة ان

بنت النہم اسلمت الی ابی بکر تسالہ میں اٹھا من رسول اللہ ص ما اعار اللہ علیہ بالمدينة وقد
وما بقی من خمس خیر فقال ابوبکر ان رسول اللہ ص قال لا فوفت ما اتی کنا صدقہ - اتایا کل الذی جحد فی
لہا المال واتی واللہ لا ینشیئنا من صدقہ رسول اللہ ص عن حالہا التی کان علیہا فی جہد رسول اللہ ص
ولا حلل فیہا بما عمل رسول اللہ ص فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمہ منہا شیئاً فوجدت فاطمہ علی ابوبکر
فی غلغلة فہی تہیہ لم تلمسہ حتی قفیت - وعاشت بعد النہم ستہ اشھر طلاقیت و فہا زوجا علی بیہ
و لعیونہن بہا ابوبکر و صلی علیہا و کان لعلی من الناس وجہ حیاة فاطمہ طلاقیت استنکر علی وجہہ
الناس - جناب عائشہ بیان کرتی تھیں کہ حضرت رسول خدا کی صاحبزادی جناب فاطمہ نے
ابوبکر کے پاس پیغام بھیجا کہ خدائے حضرت رسول خدا صلی علیہ وسلم کو بدینہ میں جو جائیداد بلا حرج
و ضرب بطور خالصہ عنایت فرمائی تھی اس سے اور خاک اور جس خیر سے میری میراث
مجھ کو دے دو - حضرت ابوبکر نے کہا رسول خدا صلی علیہ وسلم نے تو فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی مال
نہیں ہے جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ (وقف) ہے - البتہ اُن بھی اس مال سے کھا سکتے ہیں
اور میں تو خدا کی قسم حضرت کے صدقہ میں کوئی تغیر نہیں کروں گا - حضرت رسول خدا صلی علیہ وسلم
کے زمانہ میں جو اس کا انتظام تھا اسی پر اس کو رکھوں گا - اور اس کے بارے میں میل
بھی وہی عمل رہیگا جو حضرت رسول خدا صلی علیہ وسلم کا تھا غرض حضرت ابوبکر نے بالکل لنگھ کر دیا
اور اس جائیداد سے جناب شدہ کو رتی برابر بھی کوئی خیر نہیں دی - اس سے جناب شدہ
حضرت ابوبکر پر غضناک ہوئیں اور مرتے وقت تک ان سے بولیں تک نہیں - اور حضرت
رسول خدا صلی علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں - جب وفات پائی تو حضرت عائشہ نے آپ کو
شبہ ہی کے وقت دفن کر دیا اور خود ہی ان پر نماز جنازہ پڑھی - ابوبکر کو اسکی خبر بھی نہیں کی سہ

سہ بعض حضرات اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں حضرت عائشہ نے نماز جنازہ پڑھ کر روت ہی میں اُن کو
دفن کر دیا اور حضرت ابوبکر کو جناب شدہ کی تمیز و تکفین میں شریک نہ ہونے کی اجازت بھی نہیں دی
اس امر کے متعلق فاضل مائیس العلماء رسولوی مذہب احمد صاحب دہلوی نے لکھا ہے فاطمہ نے اپنے
اپنی درخواست کے منظر نہ کئے جانے سے بڑا برا مانا - ابوبکر وغیرہ سے بات چیت کرنی چھوڑ دی
مرتے وقت وصیت کی کہ مجھ کو رات کے وقت دفن کرنا - اور یہ لوگ میرے جنازے پر نہ آئے ہائیں -

موجود جناب سیدہ کی زندگی میں حضرت علی کی خاص وجاہت قائم تھی۔ مگر جب جناب سیدہ کا انتقال ہو گیا تو آپ نے دیکھا کہ لوگوں کے رُخ آپ سے اور زیادہ پھرنے لگے ہیں (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر ص ۳۳۳) صحیح مسلم کتاب ایما و باب الفی ص ۱۱۱ وغیرہ) اور علامہ ابن واضح نے لکھا ہے ان فاطمۃ بنت رسول اللہ اتت ابابکر تطلب میثرا تہا۔ فقال لہا قال رسول اللہ لا ورت ما تکتام صدقۃ فی اللہ ان توث اباک ولا انت ابی اما قال رسول اللہ المرء یحفظ ولدہ فکی ابوبکر بکاء اشد یدنا۔ جب حضرت ابوبکر نے جناب سیدہ کو ان کی میراث سے محروم کر دیا تو حضرت فاطمہ پہلے ان کے پاس تشریف لے گئیں اور وہ جائداد طلب کی جو ان کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میراث میں ملی تھی۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ جناب سیدہ نے فرمایا کہ کیا خدا کے نزدیک تم تو اپنے باپ کے وارث ہو اور میں اپنے پسر پسر گوار کی وارث نہ ہوں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہر شخص اپنی اولاد کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر بہت شہت سے روئے دتا تاریخ یعقوبی (جناب سیدہ کا استدلال بالکل قرآن مجید سے تھا) خواجه باری فرماتا ہے وکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقرابون اور جو ترکہ ماں۔ باپ اور رشتہ دار

کس بلا کا قصہ ہے خدا کی پناہ (امات الامۃ ص ۱۱۱) اور علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے والیہو حنک انہا ماتت وحی واجدۃ علی ابی بکر وصبروا نہا اومت ان لا یصلیا علیہا۔ صحیح یہ ہے کہ جناب سیدہ حضرت ابوبکر و عمر سے رنجیدہ ہی رہیں اور اسی حالت میں دنیا سے انتقال کیا اور وصیت کر دی کہ وہ دونوں آپ کے جنازے پر نہ آئے (شرح نہج البلاغۃ جلد ۱ ص ۱۱۱) اور شاہ عبدالحق صاحب ہونہ لکھا ہے ورتیع ورتب ہدفوں گشتہ وناز ہر دے علی وبقولے عباس گزارد گویند وند ویکو ابوبکر صدیق و عمر فاروق و صحابہ دیگر با علی مرتضیٰ سکایت کرند کہ چون ملا خبرنے سکود علی اشرف ناز ہر دے دیا تھے علی خدا گرفت کہ بنا بروصیت وکرم۔ جناب سیدہ رات ہی کو تپیں میں دفن کیا گئیں اور آپ پر حضرت علی یا عباس نے ہاتھ پڑھا۔ دیکھ کر حضرت ابوبکر و عمر دوسرے صحابہ نے سکایت کا کہ ہلو گو کو کیوں خبر نہیں کی کہ ناز میں شریک ہو کر نہ جاہل کرتے جناب سیدہ نے فرمایا سکایت کے مطابق میں نے عمل کیا (مدارج النبوة جلد ۱ ص ۱۱۱) نے معلوم نہیں جناب سیدہ کی سکایت پر حضرت ابوبکر روتے کیوں تھے ۱۲۔

چھوڑیں تو ہم نے ہر ایک مرنے والے کی میراث کے حق بٹھرا دئے ہیں (پٹ رکوع ۴) اس سے ثابت ہوا کہ خدا نے ہر والدین کی اولاد کو ان کا وارث قرار دیا ہے اور کسی کو اس سے مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ لہذا اس میں انبیاء و غیر انبیاء سب داخل رہیں گے۔ اور اس حکم کے سبب سے اولاد انبیاء کو بھی ان کے والدین کی میراث اسی طرح ملیگی جس طرح غیر انبیاء کی اولاد کو ملتی ہے۔ علماء اہلسنت نے اس کی تفسیر کر دی ہے کہ ایک شخص کی بیان کی ہوئی حدیث سے خدا کا حکم اور قرآن مجید کا بیان منسوخ نہیں ہو سکتا۔ صاحب تلویح فرماتے ہیں اعدم النزاع فی ان الکتاب لا ینسخ بخبر الواحد اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور سب مانتے ہیں کہ ایک شخص کی بیان کی ہوئی حدیث سے قرآن مجید کا حکم منسوخ نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔

د کتاب تلویح ۱ اور علامہ رازی نے لکھا ہے۔ و نسخ القرآن بالخبر الواحد لا یجوز کسی ایک شخص کی بیان کی ہوئی حدیث سے قرآن مجید کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا ہے (تفسیر کسر جلد ۳ صفحہ ۲۸) مدوح دوسری جگہ لکھتے ہیں وہی ابن خالطہ لما طلبت المیراث و منعوها منه احتجوا بقوله من معاشی الانبیاء لا یورث ما ترکوا مذقہ فمذقہ هذا احتجت فاطمة بمجموع قوله ولذا کو مثل هذا الاثنین و کما نفا اشارت الی انهم لا یجوز تخصیصہ بخبر الواحد۔ روایت کی گئی ہے کہ جب جناب سیدہ نے حضرت ابوبکر سے اپنی میراث طلب کی تو لوگوں نے جناب مصلح کو اس سے محروم کر دیا اور دلیل پیش کی کہ آنحضرت نے فرمایا ہے ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ بلکہ ہم لوگوں کا مہر کہ صدقہ ہو جاتا ہے۔ اس پر جناب مستیدہ نے قرآن مجید کی آیت اللہ کو مثل خط الانشیدین (مرد کے لئے عورتوں سے دُہرا حصہ ہے) کے عموم سے استدلال کیا۔ اور گویا آپ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ قرآن مجید کا عام حکم ایک شخص کی بیان کی ہوئی حدیث سے خاص نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔ (تفسیر کسر جلد ۳ صفحہ ۱۰۱)۔

علماء محققین نے طے کر دیا ہے کہ یہ حدیث صرف حضرت ابوبکر نے بیان کی اور دوسرا کوئی بھی اس کا مدعی نہیں ہوا۔ علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے۔ و هذا ایضا مشکو لان فی اکثر الروایات انه لریث هذا الخیر الا ابوبکر و عده فکونهم المحدثین۔ یہ بھی

مشکل ہے کیونکہ اکثر روایتوں میں ہے کہ اس حدیث کی سوا ابوبکر کے کسی نے بھی روایت نہیں کی ہے۔ اس بات کو بڑے محدثوں نے ذکر کیا ہے و شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۱۰۱ اور علامہ سیوطی نے بھی اس کا راوی صرف حضرت ابوبکر کو بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں

و اختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند احد من ذالک علما قال ابو بکر سمعت رسول اللہ
 یقول انا معشوا لانبیاء لا مروت مات کناہ مدتہ۔ لوگوں نے آنحضرتؐ کی میراث میں
 اختلاف کیا۔ جب اس کے بارے میں کسی کے پاس کوئی حکم نہیں ملا تو حضرت ابوبکر
 ؓ نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث
 نہیں ہوتا۔ ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵)۔

علامہ ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ میں ہی لکھا ہے عقل کہتی ہے کہ حضرت ابوبکر
 ایسی حدیث ارشاد نہیں فرما سکتے تھے کیونکہ جو قول قرآن مجید کے خلاف ہو یقیناً
 کرنا ہو گا کہ حضرت نے نہیں فرمایا۔ قرآن مجید پکار پکار کتا ہے کہ انبیاء کی میراث انکی
 وارثوں کو ملتی تھی۔ مثلاً وراثۃ سیدنا داؤد حضرت سلیمان جناب داؤد کے وارث
 ہوئے (پہلے رکوع ۱۷) حضرت داؤد بھی نبی اور جناب سلیمان بھی نبی تھے۔ پس نبی
 وارث بھی ہوئے اور مورث بھی۔ جناب زکریاؑ نے دعا کی خدیجہ من لدنہ دلیا
 ینتی یرث من ال یتیم۔ اے اللہ تو مجھے ایک جانشین عطا فرما جو میرا وارث
 بھی ہو اور نسل یعقوب کی میراث بھی پائے (پہلے رکوع ۴) اگر حضرت رسول خداؐ
 کوئی جملہ انشائیہ دآئندہ ہونے کے متعلق کوئی بات فرماتے تو اس کے متعلق انسا
 مان سکتا تھا کہ آئندہ خدا کا یہی حکم ہو گا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ تو آنحضرتؐ کا وہ قول ذکر
 کرتے ہیں جو جملہ خبریہ ہے اور جس سے قرآن مجید کی مزید تکذیب ہوتی ہے۔ ایسی حدیث
 ماننے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ انسان قرآن کو بالکل چھوڑ دے۔ اسی وجہ سے جناب سیدنا
 نے اس حدیث کو تسلیم نہیں کیا اور برابر اپنی میراث کا دعویٰ کرتی رہیں۔

حضرت رسول خداؐ کے چچا جناب عباس اور حضرت علیؓ بھی اس حدیث کو صحیح
 نہیں جانتے تھے جس کی تکذیب بھی حضرت عمرؓ نے دونوں بزرگوں سے کی۔ امام مسلم
 لکھتے ہیں فلما قی رسول اللہ ﷺ قال ابو بکر انا ولی رسول اللہ ﷺ

بَعَثْنَا تَطْلُبَ مِيرَاثِكَ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ وَهَذَا مِيرَاثُ امْرَأَتِهِ مِنْ إِيَّاهَا فَقَالَ ابُو بَكْرٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
لَا دُونَ مَا تَقْرَأُ صَدَقَةٌ فَرَأَيْتَاهُ كَاذِبًا أَمْثَا غَادَا خَائِنًا. حضرت عمر نے جناب عباس اور
حضرت علی سے فرمایا کہ جب حضرت رسول خدا صلعم نے انتقال کیا تو ابوبکر نے کہا میں رسول خدا
کا قائم مقام ہوں۔ اس پر تم دونوں (عباس و علی) ان کے پاس آئے تم (عباس) تو اپنے
بیٹے کی اور تم (علی) اپنی زوجہ کی میراث طلب کرتے تھے۔ اس پر حضرت ابوبکر نے کہا کہ رسول خدا
نے فرمایا ہمارے میراث کسی کو نہیں ملتی ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ اس پر تم دونوں نے
ابوبکر کو جھوٹا۔ گنہگار۔ دھوکہ باز۔ خائن سمجھا۔ (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۸۱ کتاب الجہاد)۔

انصاف پسند علماء اہلسنت نے بھی حضرت ابوبکر کی اس حدیث کو بڑے شہسہ کی نظر سے
دیکھا ہے۔ کیونکہ کس کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ اس وراثت کا مسئلہ رسول صلعم نے حضرت
علی و عباس و جناب سیدہ کو بتایا نہیں اور صرف حضرت ابوبکر سے اس کو ذکر کیا۔ اس وجہ
علامہ رازی وغیرہ نے لکھا ہے۔ المحتاج الى هذه المسئلة ما كان الاعلياء وفاطمة والعباس و

هؤلاء كافوا من اكار الزهاد والعلماء في الدين۔ واما ابوبكر فانه ما كان محتاجا الى معونة هذه
المسئلة لانه ما كان يخطر بباله ان يرث الرسول فكيف يليق بالرسول ان يبلغ هذه المسئلة

الى من لا حاجة به اليها ولا يبلغها الى من له الى معرفتها اشد الحاجة۔ اس مسئلہ کی طرف حضرت
علی و فاطمہ و عباس کے سوائے کوئی محتاج نہیں تھا اور یہ حضرات بڑے زاہدوں اور
علماء دین سے تھے۔ رہے حضرت ابوبکر تو وہ اس مسئلہ کا علم حاصل کرنے کی طرف

محتاج نہیں تھے۔ کیونکہ کبھی ان کے دل میں یہ وہم بھی نہیں ہوا ہو گا کہ وہ رسول کی میراث
پائیں گے۔ ایسی حالت میں کیونکر رسول کے لئے یہ مناسب ہوتا کہ اس مسئلہ کو اس شخص
تک پہنچائیں جس کو اس کی بالکل ضرورت نہیں تھی۔ اور اس شخص کو نہ بتائیں جس کو اسکے
جاننے کی شدید ضرورت تھی (تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۲۳ و تفسیر منیہ پوری جلد ۳ ص ۱۹)۔

عجیب لطیف ہے کہ حضرت ابوبکر تو قول رسول یہ نقل کریں کہ ہم انبیاء نہ وراثت ہوتے ہیں
نہ میراث دیتے ہیں مگر واقعہ یہ ہو کہ خود حضرت رسول خدا صلعم بھی وراثت ہوئے ہیں۔

علامہ حلبی نے لکھا ہے تروید عبد اللہ خمسۃ اجمال وقطعة من فم خذت ذالک رسول اللہ
من ابيه۔ جناب عبد اللہ نے پانچ اونٹ اور کچھ ذمیاں چھوڑیں اور رسول خدا صلعم نے

ان کی چیزوں کو اپنے والد کی میراث میں پایا دسیر (جلد ۱ ص ۵۶)۔ اور علامہ ابن اہم نے لکھا ہے ماؤد و عوادل سیف ملکہ و دتہ من ابیہ۔ ماؤد وہ پہلی تلوار ہے جو رسول کی ملک میں آئی۔ اُس کو حضرت نے اپنے باپ سے میراث میں پایا تھا (زاد المعاد ص ۳۳)۔ اور شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے لکھا ہے در روضۃ الاجاب گفتہ کہ شمشیرے دیگر بود کہ از پدر بمراث وے ریدہ بود۔ کتاب روضۃ الاجاب میں کہا ہے کہ آنحضرت کے پاس ایک اور تلوار تھی جس کو آپ نے اپنے باپ سے میراث میں پایا تھا۔ (مدارج النبوة جلد ۱ ص ۹۹)۔ علامہ سبکی نے بھی لکھا ہے "عبداللہ نے ترکہ میں اونٹ تجریاں اور ایک لونڈی چھوڑی تھی جس کا نام ام ایمن تھا۔ یہ سب چیزیں رسول اللہ کو ترکہ میں ملیں طبقات ابن سعد (سیرۃ النبی جلد ۱ ص ۱۱۱) عرض حدیث نخی معاشوا الانبیاء خود کہتی ہے کہ میں بالکل غلط ہوں۔ میرے ماننے سے متعدد خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ خدا نے حضرت رسول خدا کے بارے میں فرمایا ہے۔ وما یطق عن العوی ان ہو الا وحی یوحی۔ میرا رسول کوئی بات اپنے دل سے نہیں کہتا بلکہ اُس پر جو وحی نازل ہوتی ہے اوی کو پہنچا تا ہے۔ پس ماننا ہرگز کہ یہ حدیث بھی خدا ہی کی وحی سے فرمائی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خدا دو طرح کی بات کرتا ہے کہ قرآن میں تو کہا انبیاء وارث بھی ہوئے اور مورث بھی ہوئے اور حدیث میں کہا کہ نہ وارث ہوتے ہیں نہ مورث۔ دوسری خرابی یہ ہوتی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم چھوٹے ثابت ہوتے ہیں کہ خود اپنے والد کی میراث پائی۔ مگر فرمایا کہ میں وارث نہیں ہوتا۔ تیسری یہ کہ خدا کا ظلم ثابت ہوتا ہے کہ اور لوگوں کی اولاد کو تو میراث دلائی اور انبیاء کو اور ان کی اولاد کو میراث سے محروم کیا۔ لیکن یہ کل باتیں محال ہیں لہذا حدیث مذکورہ باطل ہے۔ اسی سبب سے جناب سیدہ نے عمر کبر اس کو نہیں مانا اور حضرت ابو بکر سے ناراض ہی گئیں۔ اسی وجہ سے علماء اہلسنت جناب سیدہ کی ناراضی سے بہت پریشان رہتے ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے لکھا ہے شکل ترین ازین قضیہ فاطمہ تہراست زیر اگر نجیم کہ او جاہل بود بایں سنت یعنی حدیث کہ ابو بکر نقل کردہ بعد است از فاطمہ۔ و اگر التزم کنیم کہ شاید اتفاق نیفتاد اور البساح اس حدیث از آن حضرت خشک می شود کہ بعد از صلوات از ابی بکر و شہادت سائر صحابہ بر آن چرا قبول نہ کرود غضب آمد۔ و اگر غضب و مبش

از سماع حدیث بود چرا برنگشت از غضب تا اینکه امتداد کشید و تا زنده بود مہاجرت کرد۔
 کل قضیتوں سے زیادہ سخت قضیہ جناب فاطمہ زہرا کا ہے اس لئے کہ اگر کہیں کہ وہ بہت
 سے ناواقف تھیں یعنی اس حدیث سے جس کو ابوبکر نے نقل کیا تو یہ خلاف عقل ہے کہ آپ
 بالکل بے خبر رہیں۔ اور اگر مان لیں کہ شاید رسولؐ سے فاطمہ کو اس حدیث کے سننے کا
 موقع نہیں ملا ہو تو اور زیادہ مشکل پڑتی ہے کہ جب آپ نے اس حدیث کو حضرت ابوبکر
 سے سُن لیا اور باقی صحابہ نے گواہی بھی دی پھر کیوں نہ اس کو صحیح جانا اور غضبک ہو گیا
 اور اگر آپ کا غصہ حدیث مذکور کے سننے سے پہلے ہوا تھا تو سننے کے بعد کیوں غصہ کو
 ترک نہیں کیا جس نے اس قدر طول بینچا کہ جب تک زندہ رہیں ابوبکر سے مہاجرت
 ہی اختیار رکھی (انتہ اللغات شرح مشکوٰۃ باب الفی فصل ۳ جلد ۳ ص ۱۲۱)۔

بندر ہوس فصل

اپنی وفات تک جناب سیدہ کی ناراضی

جناب خطبہ کی مرتے وقت تک کی ناراضی نے حضرت ابوبکر کے متعلق بڑی بے چینی پیدا کر دی
 ہے۔ اسی وجہ سے بعض حضرات نے کوشش کی کہ کسی طرح جناب محمد و حمہ کا آخر وقت
 میں راضی ہونا ثابت ہو جائے۔ اور جب اس میں کسی طرح کامیابی نہیں ہوئی تو فرمائی
 کتابوں کے نام بھی ذکر کر دیئے گئے۔ جیسے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا ہے
 واما امامیہ پس صاحب مجاہد السالکین وغیرہ از علماء ایشان روایت کردند یعنی
 جناب سیدہ کے راضی ہو جانے کو شیعوں سے صاحب کتاب مجاہد السالکین اور
 ان کے دوسرے علماء نے لکھا ہے (تحفۃ آئنا عشریہ)۔ مگر افسوس اس نام کی کوئی
 کتاب آج تک ہوئی ہی نہیں۔ نہ اس کے مصنف دنیا میں کبھی پیدا ہوئے۔ اور جو کتابیں
 اصح الکتاب بعد کتاب الباری سمجھی جاتی ہیں (یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم) جب ان میں
 یہ موجود ہے کہ حضرت فاطمہ و ہجرت ابا جعفرؑ علم نزل مہاجرۃ حق تو فیت۔ یا۔ فہجرتہ

فلم نكلمه حتى توفيت - جناب سیدہ حضرت ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور ابوبکر سے بولنا ترک کر دیا۔ یہاں تک کہ مرتے مرتے نہیں بولیں (صحیح بخاری باب الخمس جلد ۲ ص ۱۸۱) و صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۸۱۔ اور تاریخ کی سب سے زیادہ مقبر کتاب میں ہے فمجرته فاطمة فلم نكلمه في ذلك حتى ماتت فدفنها علي ليلاً ولويؤذن بها بالبحر - جناب سیدہ حضرت ابوبکر سے بالکل متنفر ہو گئیں اور پھر ان سے کبھی نہیں بولیں یہاں تک کہ وفات پا گئیں۔ تو حضرت علیؑ نے آپ کو رات میں دفن کر دیا اور حضرت ابوبکر کو خبر نہیں کی۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۲۲)۔ اور محدث جمال الدین نے لکھا ہے "و نماز بروے علیؑ و قبولے عباس گزارد۔ روز دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق و سائر اشرف اصحابہ با علیؑ معاتبہ کی کہ چون مارا خبر نہ کر دی تا شرف نماز بروے دریا تھے۔ علیؑ عذر گفت من برو صیت او خشن کردم (روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۱۲۲)۔ اس کا ترجمہ گزر چکا۔ جناب سیدہ نے حضرت عائشہؓ کو بھی اپنے جنازہ پر آنے کی اجازت نہیں دی۔ وفات سیدہ پر حضرت عائشہؓ آپ کے دروازے پر آئیں مگر اسماءؓ نے روک دیا کہ حسب وصیت جناب سیدہ آپ جنازہ پر نہیں آ سکتی ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکر سے اس کی شکایت کی۔ وہ دروازے پر آئے اُن کو بھی وہی جواب ملا اور وہ بھی واپس چلے گئے۔ (استیعاب مطبوعہ حیدرآباد جلد ۲ ص ۱۲۲)۔ اور علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے "سئلت علی بن الفاروق مدرس المدرستہ العربیۃ ببغداد فقلت له اکانت فاطمة صادقة - قال نعم - قلت فلم لم یدفن الیہا ابوبکر فذلك وہی عنده صادقة - فبسم ثم قال کلاما لطیفاً مستحسنًا مع ناموسہ و حرمتہ و قلة دعا بہ - قال لما عطاها الیوم بمجود دعاها لجماعت الیہ خدا وادعت لنوجہا الخلافۃ و زحرمتہ عن مقامہ و لم یکن یکنہ الاعتذار او الموافقتہ بشئ لا نہ یکون قد سجل علی نفسه بانها صادقة فی ما تدعی کاٹا ما کان من غیر حاجتہ الی بنیہ ولا شہود - و هذا کلام صحیح و ان کان اخرجه مخرج الدعابة - میں نے علی بن الفاروق سے جو بغداد کے مدرسہ عربیہ میں مدرس تھے پوچھا کہ کیا جناب فاطمہؓ ہر اپنے دعوے میں سچی تھیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا پھر کیوں حضرت ابوبکرؓ نے انکو فدک نہیں دے دیا؟ حالانکہ جناب سیدہ اپنے خیال میں سچی تھیں۔ اس پر وہ ہنسے اور

باوجود اس کے کہ وہ کم مزاج کے آدمی اور عزت و حرمت و شان و وقار کے بزرگ تھے ایک لطیف اور دھپ بات کہی کہ اگر آج حضرت ابو بکر جناب سیدہ کے دعوے پر فداک ان کو واپس کر دیتے تو کل وہ پھر پہنچتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعوے کرتیں اور ابو بکر کو ان کے تحت حکومت سے ہٹا دیتیں۔ اُس وقت ابو بکر نہ کوئی غدر کر سکتے نہ ان کی بات مان سکتے کیونکہ انھوں نے خود اپنے خلاف اس بات پر مہر کر دی ہوتی کہ فاطمہ جو دعویٰ بھی کریں اس میں وہ سچی ہیں جس پر نہ کسی گواہ کی ضرورت ہے نہ دلیل کی۔ اور (علی بن فاروقی کا) یہ کلام بالکل صحیح ہے۔ اگرچہ بطور مزاح کہا ہے (شرح بیچ البلاغہ جلد ۴ ص ۵۱)۔

سولہویں فصل

جناب سیدہ کے دعوے بہ ذک کو رد کر دینا

جناب سیدہ نے فداک پر صرف میراث ہی کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ فرمایا۔ اس کو حضرت رسول خدا صلعم اپنا زندگی ہی میں مجھے بہہ کر گئے تھے۔ جس سے فداک رسول کی زندگی ہی میں آپ کی ہلاکت سے نکل کر جناب سیدہ کے قبضہ میں آ گیا تھا مگر حضرت ابو بکر نے اس پر بھی تصرف کر لیا۔ اور جناب سیدہ کے اس دعوے کو بھی خارج کر دیا۔

سلامہ سیوطی آیت ذالقرنیٰ حقہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں لما نزلت هذه الآية دعا رسول الله فاطمة فاعطاها فداك ... لما نزلت وآت ذالقرنیٰ حقہ اقطع رسول الله فاطمة هذا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنی قرابت والے کو اس کا حق دے دو تو رسول خدا نے فاطمہ کو بلایا اور فداک ان کے حوالہ کر دیا۔ ... اور جب یہ آیت اُتری تو رسول خدا نے فداک کو بطور جاگیر جناب سیدہ کے سپرد کر دیا (تفسیر درمنثور جلد ۴ ص ۵۱)۔

اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے: فاطمة فاطمة فقالت ان رسول الله اعطاني فداك فقال هل لك بينة فشهد لها علي دام ايمن۔ جناب فاطمہ جناب ابو بکر کے پاس آئیں

اور کہا کہ فدک کو تو رسول خدا نے مجھے عطا کیا تھا۔ ابوبکر نے کہا تھا اے پاس کوئی گواہ ہے؟ اس پر حضرت علیؓ و ام المین نے گواہی دی (صواعق محرقہ ص ۱۲۱)۔
 اور علامہ رازی نے لکھا ہے۔ فلما مات اعدت فاطمة علیہا السلام اللہ کان علیہا خدا کا۔ جب حضرت رسول خدا کا انتقال ہوا تو حضرت فاطمہ علیہا السلام نے دعویٰ کیا کہ آنحضرتؐ نے ان کو فدک مہر کر دیا تھا۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۱۲۵) اور علامہ سید سلیمان نے لکھا ہے۔ اعدت فاطمة اللہ علیہ السلام لعلہا ای اعطاھا فدکا نملکہ ای عطیۃ و مشہد علیہ علی و الحسن و الحسین و ام کلثوم و الصبیحہ ام ایمن۔ فاطمہ نے دعویٰ کیا کہ پیغمبر خدا نے فدک کو انہیں مہر کیا تھا بطور عطیہ کے۔ اور ان کے اس دعوے پر حضرت علیؓ و امام حسنؓ و حسینؓ و ام کلثومؓ نے گواہی دی اور صحیح یہ ہے کہ (ام کلثوم نے نہیں بلکہ) ام المین نے گواہی دی (شرح مواقف ص ۳۵) اور علامہ بیہودی نے لکھا ہے۔ ذکر المجد فی ترجمتہ فدک ما یقتضی ان الذی دفعہ عمرانی علی و ابی اس وقت الحفصۃ ینہ ہوندرک فائدہ قال فیہا و علی قال کانت فاطمہ اعدت ان رسول اللہ ص لم یحلینہا۔ نقل ابوبکر ادید بذ اللک مسعودی۔ مشہد لعلہ علی۔ مطلب لعلہا شاہدا آخر۔ فتحدث لعلہام امین مجد نے فدک کے حال میں بیان کیا ہے کہ وہ چیز جو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ و عباسؓ کو دی تھی اور جس کے بارے میں نزاع واقع ہوئی وہ فدک ہی ہے کیونکہ انہوں نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہی وہ چیز ہے جس کا دعویٰ جناب فاطمہؓ نے کیا تھا کہ رسول خدا نے یہ جائیداد ان کو مہر کر دی تھی۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے ان سے کہا میں آپ کے اس دعوے پر گواہ چاہتا ہوں تو حضرت علیؓ نے جناب سیدہ کے موافق گواہی دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کوئی دوسرا گواہ طلب کیا تو ام المین نے بھی گواہی دی (وفاء الوفاء باخبار و المناقب جلد ۲ باب ۶ فصل ۲ ص ۱۶) اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے۔ ان فاطمۃ انت ابوبکر تسلمہم ذوی القربی۔ فقال لعلہ ابوبکر سمعت رسول اللہ یقول سمعہ ذکا لقربی فی حباتی و لیس بعد موتی۔ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آکر ذوی القربی کا حصہ طلب کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے سنا ہے کہ ذوی القربی کا حصہ میری زندگی میں ہے میرے بعد نہیں ہوگا (کنز العمال جلد ۲ ص ۱۲۵)۔ اور علامہ

بلاؤر سی نے لکھا ہے۔ کانت ذلک لرسول اللہ ﷺ خاصۃ لانہ لم یرجع المسلمون علیہا
 بخیل ولا رکاب۔ وعن مالک ابن جمونہ عن ابیہ قال قالت فاطمة لابی بکر ان رسول اللہ ﷺ
 جعل لی ذلک فاعطی آپا ہا شہد لہا علی بن ابی طالب فسألتنا ہذا آخر شہدت لہا ام؟
 فقال قد طلت یا بنت رسول اللہ ﷺ انہ لا یجوز الا شہادۃ رجلین اور جل و امرأتین فانصرفت
 فدک کی جائیداد خاص رسول خدا صلعم کے لئے تھی کیونکہ مسلمانوں نے اس کو جادے
 حاصل نہیں کیا تھا۔ اور مالک ابن جومہ نے بیان کرتا تھا کہ جناب فاطمہ نے جناب ابو بکر
 سے فرمایا کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فدک مجھے دے دیا تھا لہذا تم وہ میرے حوالہ
 کرو۔ آپ کے اس دعوے پر حضرت علیؑ نے گواہی دی۔ حضرت ابو بکر نے دوسرا گواہ
 طلب کیا۔ آپ نے ام المین کو پیش کیا۔ انھوں نے گواہی دی۔ اس پر حضرت ابو بکر کو
 کہ اے دختر رسولؐ بات یہ ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی صحیح نہیں ہے
 بلکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی ہونی چاہئے۔ اس پر جناب سیدہ واپس گئیں
 (فتوح البلدان ص ۳۱) اور علامہ حموی نے کچھ تفصیل سے لکھا ہے تذکرۃ قریۃ بالبحران
 بینہا و بینہا المہینۃ یومان وقیل ثلاثۃ افاہا اللہ علی رسولہ ﷺ فی سنتہ سبع ضلحا.....
 فی ہالک سیر جف علیہ بخیل و رکاب کانت خالصة لرسول اللہ ﷺ فیہا عین فواقہ و بخیل
 کتوبہ و علی التی قالت فاطمة ان رسول اللہ ﷺ یحلیہا فقال ابو بکر ذم اریذ لذلک شہو حاکم
 و لھا قصۃ فدک حجاز میں ایک گاؤں ہے جو مدینہ سے دو یا تین دن کی راہ پر ملتا ہے۔ خدا
 سہ سچائی میں یہ گاؤں حضرت رسول خدا صلعم کو بطور صلح دلویا تھا۔ پس یہ وہ گاؤں
 تھا جس کے لئے مسلمانوں نے نہ شکر گشتی کی نہ جنگ کی بلکہ بغیر ان باتوں کے رسولؐ کو
 حاصل ہو گیا۔ اسی سبب سے یہ حضرت رسول خدا صلعم کی تنجائیداد ہو گئی۔ اس میں ایک
 جوش مارتا ہوا چشمہ اور پخت کھجور کے درخت تھے اور یہی وہ گاؤں تھا جس کے
 متعلق حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ اے رسول خدا صلعم نے مجھے بخش دیا
 تھا۔ اس پر حضرت ابو بکر ہوئے کہ میں آپ کے دعوے کا گواہ چاہتا ہوں اور اسکا
 قصہ طویلانی ہے (مجم البلدان جلد ۶ ص ۳۲) جب جناب سیدہ نے گواہی پیش کئے
 تو ان کو بھی حضرت ابو بکر نے رد کر دیا اور کہا دو مردوں یا ایک مرد اور دو

عورتوں کی گواہی پیش کیجئے۔ مگر آپ کا طرز عمل دوسروں کے ساتھ اس سختی کا نہیں تھا مثلاً امام بخاری نے لکھا ہے جابر بن عبد اللہ يقول قال لى رسول الله ﷺ لو قد جاء مال البحرين لقد اعطيتك هكذا ثلاثا فلم يقدم مال البحرين حتى قبض رسول الله ﷺ فلما قدم على ابوبكر امرنا ديا فنا دى من كان له عند البقوم دين او عدة فليأتنى - قال جابر فحسنت ابا بكر فاجاز ان البقوم قال لو قد جاء مال البحرين اعطيتك هكذا وهكذا ثلاثا - قال فاعطاني - قال جابر فقلت ابا بكر بعد ذلك فسالته فلم يعطني ثم اتيتہ الثانية فلم يعطني - ثم اتيتہ الثالثة فلم يعطني فقلت له قد اتيتك فلم تعطني ثم اتيتك فلم تعطني ثم اتيتك فلم تعطني فاما ان تعطيني واما ان تبخل عني - فقال اقلت تبخل عني وای داء ادوء من البخل - قالها ثلاثا مالم يسمع من مرة الا وانا اريد ان اعطيك ومن صد عن محمد بن علي قال سمعت جابر بن عبد الله يقول جئت فقال لى ابوبكر عداها فقد تمها فوجدتها خمس مائة قال خذ مثلها مرتين - جناب جابر بن عبد اللہ بیان کرتے تھے کہ مجھ سے حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آئے گا تو میں تم کو ضرور اس قدر اس قدر اس قدر (تین مرتبہ) دوں گا۔ مگر وہاں سے مال نہیں آیا یہاں تک کہ حضرت کا اشتغال بھی ہو گیا۔ پھر جب حضرت ابوبکر کے پاس وہاں کا مال آیا تو انھوں نے ایک سنا دی کو حکم دیا کہ پکارو جس شخص کا کوئی قرض رسول کے ذمہ ہو یا حضرت نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو وہ میرے پاس آئے۔ اس پر میں (جابر) حضرت ابوبکر پاس آیا اور ان سے بیان کیا کہ حضرت رسول خدا صلعم نے مجھ سے فرمایا تھا اگر بحرین کا مال آئے گا تو تم کو اس قدر اس قدر اس قدر (تین مرتبہ) دوں گا اس پر حضرت ابوبکر نے مجھے دے دیا۔ جابر کہتے تھے کہ اس کے بعد میں پھر حضرت ابوبکر سے ملا اور ان سے مانگا مگر انھوں نے نہیں دیا۔ پھر ان کے پاس دوبارہ آیا تب بھی نہیں دیا۔ سہ بارہ بھی آیا اس وقت بھی نہیں دیا تب میں نے ان سے کہا میں آپ کے پاس آیا مگر آپ نے مجھے نہیں دیا۔ پھر آیا پھر بھی نہیں دیا۔ پس یا تو مجھے دیدتے یا مجھ سے بخل کیجئے۔ اس پر حضرت ابوبکر بولے کیا تم مجھ کو بخل کرتے کو کہتے ہو؟ بخل سے زیادہ بُری بیماری کیا ہو سکتی ہے اس جملہ کو تین مرتبہ کہا۔

لکھا اسے جابر میں نے تم سے ایک دفعہ بھی انکار نہیں کیا بلکہ میرا ارادہ یہی رہا کہ تم کو دوزگاہ
 اور عمرو نے محمد بن علی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ قنا میں نے جابر بیان کرتے
 تھے کہ میں ابوبکر کے پاس آیا تو انہوں نے کہا اس کو شمار کرو۔ میں نے گنا تو پانچ سو
 تھا اس پر انہوں نے کہا اس کا گنا لیلو۔ صحیح بخاری پارہ ۱ ص ۱۷۷ باب قصہ عثمان
 البصری کتاب المغازی پارہ ۱۰ ص ۵۵ باب اذا ذهب حبۃ۔ وپارہ ۱۰ ص ۵۷ باب
 مخدومو بالجماد والحد وغیرہ میں بھی یہی مضمون ہے جن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب جابر
 کے صرف دعوے پر حضرت ابوبکر نے بغیر گواہ طلب کئے ہوئے ان کو نذرہ سو دیا !!!
 جناب جابر کا کیا ذکر ایک معمولی غلام بھی آپ سے وصیت رسوں کا ذکر کرتا تو آپ نہ
 اُس میں کوئی غدر کرتے نہ گواہ طلب کرتے نہ اُس کو محروم واپس کرتے۔ مثلاً امام
 احمد بن حنبل لکھتے ہیں ان ذنبا ما وجد غلاما له مع جاريت له فجدع الف خاتی النبى
 فقال من فعل هذا بك قال زنا باع فقال النبى للعبد اذهب فانت حرقا وصی بہ
 رسول اللہ المسلمین فلما قبض رسول اللہ جاء الى ابی بکر۔ فقال وصية رسول الله
 قال نعم بخي عليك النفقة وطلعي عيالك قاجواها حتى قبض۔ زنا باع نے اپنے ایک
 غلام کو اپنی کسی لونڈی کے ساتھ بچڑ لیا تو اُس کی ناک کاٹ دی۔ رسول خدا نے
 دیکھا تو پوچھا یہ کس نے کیا۔ کہا زنا باع نے۔ حضرت نے فرمایا جابر تو آزاد ہے
 پھر حضرت نے اس کے بارے میں مسلمانوں سے وصیت کی اور جب حضرت کا انتقال
 ہو گیا تو وہ غلام حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہا رسول کی وصیت یاد رکھیے۔
 انہوں نے کہا ہاں ہم تیرا اور تیرے عیال کا وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں اور فوراً
 مقرر کر دیا۔ جو ان کے انتقال تک جاری رہا (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۷۷)۔
 اللہ اکبر جناب سیدہ اس غلام کے برابر بھی نہیں سمجھی گئیں کہ اُس غلام سے نہ کوئی غدر
 کیا گیا اور نہ گواہ طلب کیا گیا اور جناب سیدہ کمان سب کے بعد بھی محروم کر دیا گیا۔
 جناب جابر کے صرف دعوے پر حضرت ابوبکر کے نذرہ سو دے دینے کے متعلق تو
 علماء اہلسنت نے مدوح کے عمل کی تائید بھی کی کہ یہی کرنا چاہیے تھا مثلاً علامہ ابن
 حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔ فیه قول بخولوا احد العدل من الصعابة ولو جرد الله نفعاً لفض

لائی ابابکر یلمتس من جابر شاہد اعلا صحتہ دعواہ اس حدیث میں یہ بات بھی ہے کہ صحابہ سے کسی ایک عادل شخص کی خبر بھی قبول کر لی جائیگی اگرچہ وہ شخص وہ خبر اپنے ذاتی نفع ہی کے لئے بیان کرتا ہو کیونکہ حضرت ابو بکر نے جابر سے کوئی گواہ ان کے دعویٰ کی صحت پر نہیں طلب کیا۔ فتح الباری پارہ ۹ ص ۴۶۶)۔ اور علامہ عینی نے لکھا ہے۔ انما لم یلمتس شاہدا منہ لانہ عدل بالکتاب والسنۃ۔ حضرت ابو بکر نے جناب جابر سے کوئی گواہ اس سبب سے نہیں طلب کیا کہ جابر قرآن و حدیث دونوں کی رو سے عادل تھے۔

دعویٰ القاری جلد ۵ ص ۶۷۵)۔ کس قدر ماتم کی جگہ ہے کہ جابر ایسے صحابی کا دعویٰ تو اس طرح قبول کر لیا جائے اور کوئی گواہ بھی نہ طلب کیا جائے مگر جناب سیدہ جناب امیر امام حسن و امام حسینؑ اور ام ایمن سب کو جھوٹا سمجھ لیا جائے۔ حالانکہ جناب سیدہ کے بارے میں رسول خداؐ نے فرمایا کہ (یہ ایسی مصدقہ ہیں کہ) ان کی خوشی سے میری خوشی اور ان کی ناراضی سے میری ناراضی وابستہ ہے۔ جناب امیر کے بارے میں فرمایا کہ حق ادھر جائیگا جدھر علیؑ جائیں گے حسن و حسینؑ کو سرداری جو انان اہل بہشت کا درجہ دیا مگر حضرت ابو بکر کے دربار میں یہ کل حضرات جناب جابر بلکہ اس غلام سے بھی حقیر تھے۔ خلیفہ علیؑ اسلام من کان بالکبار جس کو بونا ہوا ہے اور اسلام پر فوجہ و ماتم کرے)۔ فاضل معاصرین العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی نے فذک کے متعلق بھی حضرت ابو بکر و عمرؓ کی حمایت کا حق ادا کرنے کی بہت کوشش کی ہے۔ سات صفحہ اس میں صرف کر دئے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ ان کے الفاظ میں یہ ہے البتہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے پہلے جو آیت ہے اس سے فذک وغیرہ کا آنحضرتؐ کی خاص جائداد ہونا ثابت ہوتا ہے اور خود حضرت عمرؓ اس کے یہی معنی قرار دیتے تھے آیت یہ ہے وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما افاء علیہ من خیل ولادکام و لکن اللہ یسلط رسالہ علی من یشاء۔ اور جو کچھ ان لوگوں (یعنی یہودی نصیر سے خدا نے اپنے کو دلایا تو تم لوگ اس پر چڑھکر نہیں گئے تھے بلکہ خدا اپنے پیغمبروں کو خسر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے انتہی) چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس آیت کو پڑھکر کہا تھا کہ

لے جمعہ کی پوری تقریر انا اللہ و اللہ رسولہ حضرت عمرؓ کی جاگی اور اس پر فصل تبعہ ہی اسی میں کیا جائیگا ۱۱

فكانت خالصة لرسول الله ﷺ اوریہ واقعہ صحیح بخاری باب الخمس و باب الغازی اور باب الميراث میں تفصیل مذکور ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ حضرت عمر اس آیت کی بنیاء فک و غیرہ کو آنحضرت کا خالصہ سمجھتے تھے لیکن اسی قسم کا خالصہ جو ذاتی ملکیت نہیں ہوتا جس طرح سلاطین کے مصارف کے لئے کوئی زمین خاص کر دی جاتی ہے کہ اس میں میراث کا عام قاعدہ نہیں جاری ہوتا بلکہ جو شخص جانشین سلطنت ہوتا ہے تنہا وہی اس سے متمتع ہو سکتا ہے (الفاروق ص ۲۵۷ جلد ۲) مگر مدوح اسی بحث میں لکھتے ہیں ”فک آنحضرت کا تھا۔ آپ اس میں سے خرچ کرتے تھے اور قرآن بنی ہاشم کو دیتے تھے اودان کی بیواؤں کی شادی کرتے تھے۔“ (الفاروق ص ۲۶۵) دونوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ رسولؐ تو اس سے بنی ہاشم کے قراء و بیواؤں پر بھی خرچ کریں مگر آپ کا جانشین اس سے نہا متمتع ہوا!! اب سوال یہ ہے کہ اگر فک کی یہی شان تھی تو جناب سیدہ کے دعوے سے کہہ کرنے پر حضرت ابوبکر نے بھی یہی جواب کیوں نہیں دیا اور آپ سے گواہ کیوں طلب کئے؟ اگر وہ جانتے تھے کہ فک حضرت کے جانشین کی خاص جائداد ہے تو گواہ طلب کر کے کیوں جناب مظلوم کو پریشان۔ ان کے دعوے کو غلط۔ اور جناب امیر و امام حسن و امام حسین و امین کو غیر معتبر قرار دیکر ان سب کی تذلیل و توہین کی؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر فک کا واقعی حکم تھا تو حضرت ابوبکر نے اپنے فعل کو خود باطل سمجھ کر جناب رسولؐ کو نوشتہ کیوں لکھ دیا؟ علامہ حلبی نے لکھا ہے ”وفی کلام سبط ابن الجوزی رحمہ اللہ اندحضی اللہ عند کتبہ بالحدیث و دخل علیہ صمدی فقال ما هذا فقال کتاب کتبہ لفاطمہ بمیراثہا من ایہا فقال ما ذا منفق علی المسلمین و قد حاربک العرب کما تری ثم اخذ عمرو الکتاب فشقہ۔ علامہ سبط ابن الجوزی کے کلام میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے آخر میں حضرت فاطمہ کے لئے فک کا وثیقہ لکھ دیا تھا۔ اتنے میں حضرت عمرو ہاں ہونے پر آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا حضرت رسولؐ خدا کی جو میراث فاطمہ کو پہنچتی ہے اس کے بارے میں یہ وثیقہ میں نے ان کو لکھ دیا ہے۔ حضرت عمرو بولے پھر کس چیز نے مسلمانوں کے متعلق خرچ کر دے حالانکہ دیکھتے ہو کہ عرب تم سے جنگ پر آمادہ ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے وہ وثیقہ لے لیا اور اس کو چاک چاک کر ڈالا۔ (سیرۃ علیہ مطبوعہ مصر طبع ۱۳۰۷ھ)

معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت رسول خدا صلعم نے جناب سیدہ کے لئے وثیقہ لکھ دیا تھا اُسی طرح حضرت ابوجہر نے بھی بدرجہ عبوری لکھا پیغمبر فاطمہؑ را بخوابد و بر لبہ او محبت نوشت و آن وثیقہ بود کہ بعد از جناب رسول پیش ابوجہر صدیق آورد و گفت این کتاب رسول خدا است برائے من و حسنین نوشتہ است۔ حضرت رسول خدا صلعم نے جناب فاطمہؑ کو بلایا اور آپ کے لئے ایک دستاویز لکھ دی۔ یہی وہ وثیقہ تھا جس کو حضرت رسول خدا کے بعد جناب سیدہ حضرت ابوجہر کے پاس لائیں اور کہا کہ یہ رسول خدا کی وہ تحریر ہے جس کو حضرت نے میرے اور حسنین کے لئے لکھی تھی۔ (معارج النبوة رکن ۴ ص ۲۳۱ و حبیب السیر و روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۳۴۰)۔ صرف حضرت ابوجہر ہی نے آخر میں فدک جناب سیدہ کو واپس کرنے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ حضرت عمرؓ نے بھی اپنی خلافت میں فدک کو ان حضرات کے حوالہ کر دیا تھا۔ علامہ حموی وغیرہ نے فدک کی تاریخ میں لکھا ہے۔ تم ادھے اجتہاد صر بن الخطاب بعدہ لما جلی الخلافة و فتحت الفتوح اتسعت علی المسلمین ان یردھا الی ورتہ رسول اللہ ﷺ کان علی بن ابی طالب دم و العباس بن عبدالمطلب یتنازحان فیہا کان علی یقول ان النبوة جعلها فی حیاتہ لفاطمہؑ و کان العباس یالی ذالک۔ ویقول ہی ملک رسول اللہ ﷺ وانا وارتہ فکانا یتنازحان الی حمزہؓ خیالی ان یحکم بینہما ویقول اتما عرف لبتانکما اما انا فقد سلمتھا الیکما۔ جب حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ ہوئے اور کثرت سے ملک فتح ہو چکے اور مسلمانوں کو مالی وسعت حاصل ہو گئی تو ان کے اجتہاد نے یہ طے کیا کہ فدک رسول خدا صلعم کے وارثوں کو واپس کر دیں۔ اس پر جناب عباس بن عبدالمطلب حضرت علیؓ سے نزاع کرنے لگے۔ حضرت علیؓ کہتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے اپنی زندگی ہی میں یہ فاطمہؑ کو دے دیا تھا اور جناب عباس اس سے انکار کرتے اور کہتے تھے کہ یہ حضرت رسول خدا کی جائیداد ہے اور میں حضرت کا وارث ہوں۔ دونوں کی یہ نزاع حضرت عمرؓ کو معلوم ہوئی تو انھوں نے ان کے درمیان فیصلہ کرنے سے انکار کیا اور کہا آپ دونوں اپنے اپنے امور کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔ میں نے تو بہر طور اسے آپ لوگوں کے

سپرد کر دیا۔ (معجم البلدان جلد ۶ ص ۳۳۳)۔ آس سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔
 حضرت ابوبکر کے عہد میں حضرت عمرؓ نے بھی فدک کو روکا۔ (۲) جب حضرت عمرؓ خود
 خلیفہ ہوئے اور اچھٹا دیکھا تو فیصلہ کیا کہ اسے ورثہ رسولؐ کی طرف واپس کر دیا
 لفظ "واپس کرنا" بھی بتاتا ہے کہ پہلے یہ زبردستی اور بے قاعدہ لے لیا گیا تھا اور
 اس کے عوض یہ کہتے "ورثہ رسولؐ کو دے دیں یا عطا کر دیں"۔ (۳) حضرت عمرؓ نے
 چونکہ اس کو میراث رسولؐ کی حیثیت سے واپس کیا اس سبب سے حضرت عباسؓ
 نے بھی اس کا دعویٰ کیا اور جناب امیرؓ سے نزاع کی۔ (۴) حضرت علیؓ نے فرمایا
 کہ وہ وارثان رسولؐ کا مال نہیں ہے بلکہ خاص جناب سیدہ کا ہے اور حضرت
 صلعم نے اپنی زندگی ہی میں اسے فاطمہؓ کو دے دیا تھا جس سے جناب سیدہ کی ملک
 میں اسی وقت آگیا تھا۔ حضرت عمرؓ کے بعد جو خلفاء ہوئے انہوں نے بھی اسے
 حل سے ہی بتایا کہ فدک صرف جناب سیدہ کا تھا اور رسولؐ کی میراث نہیں تھی
 کہ جس میں جناب عباسؓ بھی شریک ہوتے) چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں "فما
 ولی عمر بن عبد العزیز الخلفاء کتب الی عاملہ بالمدينة یا مروه برقة فذک الی ولد فاطمة
 فكانت فی ایدیم فی ایام عمر بن عبد العزیز طاولی بنید بن عبد الملک قبضہا فلم یزل فی ایدی
 بنی امیة حتی ولی ابو العباس السفاح الخلفاء۔ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو اپنے
 عامل مدینہ کو لکھ کر حکم دیا کہ فدک اولاد فاطمہؓ کو واپس کر دو۔ اس طرح اس خلیفہ
 کے زمانہ میں یہ جائداد برابر اولاد جناب سیدہ کے قبضہ میں رہی۔ مگر جب یزید بن
 عبد الملک خلیفہ ہوا تو اس نے پھر اس پر قبضہ کر لیا جس کے بعد یہ برابر خلفاء بنی
 امیہ کے تصرف میں رہی یہاں تک کہ خلفاء بنی عباس کا ابو العباس سفاح خلیفہ
 ہوا۔ (معجم البلدان جلد ۶ ص ۳۳۳)۔ تب سے زبردست ثبوت خلیفہ ماموں کی تحریر ہے
 جو حدیث رسولؐ سے بہت قریب اور ہم لوگوں سے بہت قبل تھا۔ علامہ بلاذری نے
 لکھا ہے۔ ولما كانت سنة ۱۲۱۰ مرامی المومنین المامون عبد الله بن هارون الرشيد
 قد فها الی ولد فاطمة وكتب بذلك الی قثم بن جعفر عامله على المدينة اما بعد فان امیر
 المومنین حکمانہ من دین الله وخلافة رسوله صلی الله علیه وسلم والقراۃ بہ اولی من استقر

سنتہ و نفاذ امرہ وسلم لمن منی منحة و تصدق علیہ بعدة منحة و صدقة و
 بالله توفیق امیر المؤمنین و عصمتہ و الیہ فی العل بما یقر بہ الیہ ذعتہ - و قد کان
 رسول اللہ ﷺ اعلیٰ نبت رسول اللہ ﷺ فدک و تصدق بہا علیہا و کان ذالک امرًا ظاہرًا
 معروفًا لا اختلاف فیہ - جب سلسلہ ہوا تو خلیفہ مامون بن ہارون الرشید نے فک
 کو اولاد و جناب فاطمہ کے حوالہ کر دیا - اور اُس کے متعلق مدینہ میں اپنے عامل کو فک
 لکھ بھیجا کہ خلیفہ رسول (مجھ) کو سب سے زیادہ یہ بات مناسب ہے کہ آنحضرت کے
 محل کی پیروی اور حضرت کے حکم کو جاری کرے اور حضرت نے جس کو جو چیز دی تھی اسکو
 دیدے - اور یہ واقعہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی بیٹی فاطمہ کو فک دے دیا تھا -
 اور آپ کو بطور مستقل جائیداد کے بخش دیا تھا اور یہ ایسا امر ظاہر و شہور تھا کہ اسکو
 بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے فلاں کان یتادی فی کل موسم بعد ان قبض اللہ فیہ
 ان یتذکر کل من کانت لہ صدقة اذہبہ او صدقة ذالک فیقبل قولہ و یفقد عدتہ
 ان فاطمہ رضی اللہ عنہا اولیٰ بان یصدق قولہا فیما جعل رسول اللہ ﷺ لہا و قد کتب
 امیر المؤمنین الی المبارک الطبری مولیٰ امیر المؤمنین یا امرہ برد فک علیہ و رثتہ فاطمہ
 نبت رسول اللہ ﷺ بحمد ذہا و جمیع حقوقہا المنسوبة الیہا و ما فیہا من الرقیق و اللات
 و غیر ذالک - جب یہ بات تھی کہ حضرت رسول م کے انتقال کے بعد ہر موقع پر
 یہ اعلان کیا جاتا تھا کہ جس کو رسول خدا صلعم نے کوئی چیز بخشی یا ہبہ کی ہو یا
 اس کا وعدہ کیا ہو وہ بتا دے اور اُس کو قبول کر کے وہ وعدہ پورا کر دیا جائے
 تھا تو جناب سیدہ بدرجہ اولیٰ اس کی سختی ہیں کہ اُن کی تصدیق کی جائے اور رسول
 نے آپ کو جو چیز دی تھی اُس کے بارے میں ان کو سچی مانا جائے - اسی وجہ سے
 میں (مامون) نے اپنے غلام مبارک طبری کو لکھا ہے کہ جناب فاطمہ و خیر رسول
 کی اولاد کو فک اس کے کل حدود و اُوراس کے فلوں اور کل حقوق و غیرہ
 کے ساتھ واپس کر دو - خلا استخلف المتوکل علی اللہ امرہ و ذہا الی ما کانت علیہ
 قبل الامون رحمہ اللہ - جب متوکل خلیفہ ہوا تو اُس نے حکم دیا کہ فک کو پھر اولاد
 سے لے لو (فتوح البلدان ص ۶) کیسے تعجب کا مقام ہے کہ جو بات نہ حضرت ابوبکر کے

ذہن میں آئی نہ حضرت عمرؓ کی عقل میں نہ خلفاء بنی امیہ و بنی عباس سمجھ سکے اس کی ایجاد مولوی شبلی صاحب کرتے ہیں اور اس کی پروا نہیں کرتے کہ تاریخ ان کی تاویل پر مضحکہ کھائیگی۔

شہرہوں فصل

فدک کے انتظام میں آپ کا عمل کہاں تک عمل رسولؐ کے مطابق تھا فدک ایک بڑی جائیداد اور اس کی آمدنی کافی تھی۔ سین بن ابوداؤد میں ہے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں فدک کے غلات کی قیمت چار ہزار دینار تھی۔ اسی وجہ سے خلفاء رسولؐ برابر اس پر نظر رکھتے تھے۔ جب کسی طرح کوئی شخص خدا کو یاد دلاتا تو جناب سیدہ یا آپ کی اولاد کو واپس کر دیتے اور جب ان کے منافع یاد آتے تو لے لیتے۔ اور معلوم ہے کہ جناب سیدہ و جناب امیر نہایت زہد کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور حضرت رسول خدا صلعم و جناب سیدہ کے کل امور اسی طرح طے ہوئے تھے جس طرح حضرت ابوبکر و جناب عائشہ کے۔ ان سب امور کا نتیجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ حضرت رسول خدا صلعم نے فدک جناب سیدہ کو دے دیا تھا مگر جناب سیدہ اس سے اپنی ضرورت کے مطابق لیکر باقی محاصل آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کر دیتی تھیں اس سے آنحضرتؐ بھی اپنا ضروری خرچ نکال کر باقی کو خدا کی راہ میں صرف کر دیتے تھے۔ اسی وجہ سے آنحضرتؐ کے متعلق لکھا ہے کہ مال فدک سے استعمال فرماتے تھے۔ مولوی شبلی صاحب نے لکھا ہے ”مکان نصف فدک خالصاً لرسول اللہ ﷺ وکان یعوف مایاتہ منہا۔ الی ابناء السبیل۔ یعنی آدمی فدک خاص رسول اللہ کا تھا۔ آنحضرتؐ اس میں سے مسافروں پر صرف کرتے تھے۔ دفعہ (البلدان بلاذری ص ۲)۔ ایک اور روایت میں ہے۔ ان فدک کانت للینی ۴ مکان ینفق منہا ویاکل ویعوم ۵ فقراء بنی ہاشم ویزوج ائہم۔ یعنی فدک آنحضرتؐ کا تھا۔ آپ اس میں سے خرچ کرتے تھے۔ اور فقراء بنی ہاشم کو دیتے

تھے اور ان کی بیواؤں کی شادی کرتے تھے۔ (فتوح البلدان ص ۳۱۲)۔ (الفاروق جلد ۲ ص ۲۵۶)۔ مگر آفسوس حضرت ابوبکر نے فکر نہ جناب سیدہ کو دیا اور نہ قرابت داران رسول خدا صلعم کا لحاظ کیا۔ امام ابو داؤد و امام احمد بن حنبل وغیرہ نے لکھا ہے۔ عن جابر بن مطعم ان رسول اللہ ﷺ لم یقسم بعد ثمن ولا لبقی لوطی من العنسی نسیاً لکان یقسم لبقی ہاشم و بنی المطلب و ان ابا بکر کان یقسم الحسن بنحو قسم رسول اللہ ﷺ غیباً نہ لم یکن یوقی قریب رسول اللہ ﷺ ما کان البیہیم یعنی حضرت رسول خدا صلعم مال خمس سے جس طرح بنی ہاشم اور بنو مطلب کو تقسیم کرتے تھے اُس طرح عبدس و نوفل کی اولاد کو نہیں تقسیم فرماتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر بھی مال خمس کو اُسی طرح تقسیم کرتے جس طرح حضرت رسول خدا صلعم کا دستور تھا۔ سوائے اس کے کہ حضرت رسول خدا صلعم اپنے قرابت مندوں کو تقسیم کرتے تھے مگر حضرت ابوبکر قرابت داران رسول کو کچھ بھی نہیں دیتے تھے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۵۶) و مسند سنن ابی داؤد ص ۲۸۷ و نیل الاوطار شوکانی جلد ۷ ص ۲۸۷ وغیرہ)۔ اور علامہ طبری نے لکھا ہے۔ فلما قسمن اللہ رسولہ دد ابو بکر نصیب القزاة فی المسلمین۔ حضرت رسول کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے رسول کے قرابت داروں کا وہ حصہ جو خمس میں تھا بند کر لیا۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۰ ص ۱۰۷)۔ اور علامہ نیشاپوری نے لکھا ہے۔ ددی ان ابا بکر منع بنی ہاشم الحسن۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر نے خمس کے مال سے بنو ہاشم کو محروم کر دیا۔ (تفسیر نیشاپوری برکات اللہ تفسیر طبری جلد ۱۰ ص ۱۰۷)۔ مختصر یہ کہ اگر حضرت ابوبکر نے اپنے کو خلیفہ رسول سمجھا تھا تو فدک کے متعلق وہی طریقہ عمل اختیار کرتے جو رسول خدا صلعم کا تھا کہ پوری جائیداد ان کے حوالہ کر دیتے۔ اس کے بعد دیکھتے کہ جناب منظمہ اس میں سے اپنی ضروریات پوری کرنے اور بنو ہاشم کو غیرہ کو دینے کے متعلق رسول کی پیروی کرتی ہیں یا نہیں اگر اس کے خلاف پاتے تو اس کا سبب دریافت کرتے مگر یہ سبب کچھ نہیں ہوا۔ بلکہ وہ بڑا وکیلا کہ قبول اس الطاعہ مولوی تھیں اس صاحب ہوشی اُس کا رونا آقا مکمل سلامی دنیا میں آیا بخار ہا ہے اور تیامت مکہ ویا جائیگا۔ (کتاب اتہات الامۃ ص ۲۸۷)۔

اٹھارہویں فصل

جناب سیدہ کے گھر سے لکڑی

جب حضرت علیؑ اور آپ کے طرفداروں نے بیٹ حضرت ابو بکر سے انکار کیا تو حضرت عمرؓ آگے لکڑی لیکر جناب سیدہ کے دروازہ پر گئے کہ اس گھر کو اور اس گھروالوں کو بلادیا گیا مولوی شبلی صاحب نے لکھا ہے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ حضرت عمرؓ کی تندہی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں۔ (الصاروق سنہ) اور علامہ ابن قتیبہ کی کتاب الامت والسیانہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۲ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۷۲ لی مبارتیں اور پیر گزہ یکیں۔ سنہ ۱۷۲ ابن عسیر کی کتاب عقد فرید بند ۱ صفحہ ۱۷۲ تاریخ ابوالہدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۲ تاریخ ردۃ المناظر جلد ۱ صفحہ ۱۷۲ تاریخ کامل جلد ۱ صفحہ ۱۷۲۔

کتاب الملل والنحل شہرستانی جلد ۱ صفحہ ۱۷۲۔ ازالۃ الخفاء و آثار ابو بکر صفحہ ۲۲۶۔ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۹۔ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۷۲۔ ایتھاب جلد ۲ صفحہ ۲۴۵۔ مخفۃ اثنا عشریہ صفحہ ۲۹۲۔ حدیث المرتضیٰ صفحہ ۴۷ وغیرہ میں بھی یہ واقعہ مرفوم ہے۔ مورخین یورپ نے بھی اسلام کے اس شرمناک اور دل ہلا دینے والے واقعہ کو خاص اہمیت سے ذکر کیا ہے۔ مثلاً ڈیون پرین کے رسالہ خلافت کے اردو ترجمہ بزرگ و منظر حق مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۷۲ لکھن کی مشہور کتاب کلائن اینڈ فال آن دی رومن امپائر جلد ۳ صفحہ ۵۱۹۔ اونٹنی کی بھرتی آن دی سرائسز صفحہ ۵۱۹۔ ابوالفتح مطعی نصرانی کی عربی تاریخ مختصر الدول۔ اور واشنگٹن کی کتاب کسٹریاں محمد مکہ میں تفصیل سے موجود ہے۔

اٹھارہویں فصل

آپ کا اقالہ معیت

اقالہ کا معنی ہے دست برداری۔ معزولی۔ قح۔ حضرت ابو بکر خلیفہ تو ہو گئے مگر آپ برابر

کہا کرتے کہ مجھ سے تم لوگ اپنی بیعت اوٹھاؤ۔ کتاب الامامہ والیاستہ کی عبارت گزشتہ علی کہ جناب سیدہ کے غضب اور ناراضی پر آپ نے کہا لا حاجت لی فی بیعتکم اقولی۔ مجھے تم لوگوں کی بیعت مطلوب نہیں ہے۔ میں اس خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں یا تم لوگ مجھے خلافت سے معاف رکھو۔ (جلد ۱ ص ۲۷۷)۔ اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے۔ قام ابو بکر علیہ السلام رسول اللہ فقال حل من کاہ قاقیلہ ثلاثا یقول ذالک۔ حضرت ابوبکر نمبر رسول پر کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ کہا اگر کسی کو ناگوار ہو تو میں خلافت سے باز آتا ہوں یا دست بردار ہو جاتا ہوں۔ لہذا یویع ابو بکر اخلق بابہ ثلاثۃ ایام یخرج الیہم فی کل یوم فیکول یا ایہا الناس قد اقلتکم بیعتکم۔ فبا یعوا من اجبتہ۔ جب حضرت ابوبکر کی بیعت پوری ہو چکی تو آپ نے تین روز تک اپنا دروازہ بند ہی رکھا۔ ہر روز نکلتے آتے اور کہتے اے لوگو میں تم لوگوں کی بیعت سے دست بردار ہوتا ہوں۔ اب جس کو چاہو تم لوگ اپنا خلیفہ بناؤ۔ ان ابابکر حین استخلف تعد فی بیتہ حزینا فدخل علیہ عمر فاقبل یومہ وقال انت کلفتی هذا الامر وتشکی الیہ الحکم بنی الناس۔ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بن چکے تو محزون و منہوم اپنے گھر میں بیٹھ رہے۔ اتنے میں حضرت عمر وہاں پہنچے تو حضرت ابوبکر ان کی ملامت کرنے لگے کہ تم ہی نے میرے اوپر یہ بوجھ لا دیا ہے۔ پھر لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی شکایت کی۔ منتخب کنز العمال جلد ۲ ص ۱۷۷ وکنز العمال مطبوعہ حیدرآباد جلد ۴ ص ۱۳۵)۔ اور اصل کتاب میں لکھتے ہیں۔ قام ابو بکر حین یویع فخطب الناس فقال یا ایہا الناس انی قد اقلتکم را یکم انی لست بخیکم فبا یعوا من اجبتکم بیعت کے بعد حضرت ابوبکر نے خطبہ دیکر لوگوں سے کہا میں تم لوگوں کی رائے سے باز آیا میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اب مجھے خلافت سے معاف رکھو اور جو تم میں اچھا ہو اُس کی بیعت کرو۔ (کنز العمال جلد ۴ ص ۱۳۵)۔ جب لوگوں کو مجبور کر کے اپنی خلافت منوالی گئی تو پھر اس سے دست برداری کیوں اختیار کرتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شروع میں خلافت اور سرداری کا خیال ہوا اور بعد میں حضرت رسول خدا صلعم کی وہ حدیث یاد آئی جو ایسا کرنے والوں کے بارے میں فرمائی تھیں مثلاً انکم مستوصون علی الاماۃ وانہما مستکون ندماۃ وحسۃ یوم القیامۃ۔ بہت جلد تم لوگ حکومت کی حرص کرو گے اور وہی تمہارے لئے برفہرہ قیامت ندامت اور حسرت کا سبب ہو جائے گی۔ ایما دال دلی من اموال المسلمین شیئاً

وَقَفَّيْهِ عِلًّا جَسَدُهُمْ فِيهِ تَزِيهَ الْجَسَدِ حَتَّى يَزُولَ كُلُّ عَضْوٍ - جو حاکم مسلمانوں کے امور پر حکومت کریگا وہ جہنم کے پیل پر بٹھرایا جائیگا۔ اس کے اس عمل (حکومت) سے پیل بنے لگیں اور اس حاکم کا ہر عضو ٹوٹ ٹوٹ کر اُس میں گر جائیگا۔ لست اخاف عِلًّا امْتَقِ غَوَاةَ قَتْلِهِمْ وَلَا عَدَايَتِهِمْ لَكَفَى اخَافَ عِلًّا امْتَقِ اٰثِمَةَ مَضِلِّينَ اِنْ اِلَاعَوْهُمْ فَتَنْهَمُ وَاِنْ عَصِمَ تَقْتُلُهُمْ - مجھے اپنی امت کے لئے کسی غوغا کا جو اُسے قتل کرے یا کسی دشمن کا جو اُسے برباد کرے خوف نہیں ہے۔ البتہ یہ ڈرتا ہوں کہ میری امت پر ایسے گمراہ کرنے والے خلفاء ہوں گے جن کی گمراہ اطاعت کریگی تو وہ لوگ اُس کو قتلوں میں مبتلا کر دیں گے۔ اور اگر نافرمانی کریگی تو اُس کو قتل کرنا شروع کریں گے۔ مَنْ دَلَّ عَلَا وَهُوَ يَعْلَمُ اَنْهُ لَيْسَ لِذَلِكَ الْعِلَّ اِلَّا غَلَبَتُوْهُ مَقْعِدُهُ مِنَ النَّارِ - جو شخص کسی ایسے کام کا والی ہو جائے جس کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ اُس کا اہل نہیں ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔ يَجَاءُ بِالْاَمِيْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقِيْهِ فِي النَّارِ فَيُلْقِيْ فِيْهَا كَمَا يُلْقِي الْحَمَارُ بَطَا حَوْثِهِ - حکومت کرنے والے کو گرفتار کر کے بروز قیامت فرستے لیجائیں گے اور وہ جہنم میں جھونک دیا جائیگا۔ وَهَٰؤُلَاءِ اُس سے چکی پسوائی جائیگی جس طرح دنیا میں گد ہوں سے چکیاں پسوائی جاتی ہیں۔ دکنٹر العمال مطبوعہ حیدرآباد جلد ۴ کتاب الاخلاقہ ص ۱۹۱) چونکہ یہ کل حدیثیں کتاب الاخلاقہ میں ہیں اس سبب سے ثابت ہوتا ہے کہ سب کا مطلب خلاف ہی ہے۔ جس کو نبی سے حضرت لوگوں کو باخبر کرتے جاتے تھے۔

پیسویں فصل

آپ کا قول کہ مجھ پر شیطان رہتا ہے

آپ اکثر فرمایا کرتے اِذَا رَاَيْتُوْنِيْ ذَهَبْتُ فَمَوْفِيْ وَاعْلَوْا اَنَّ لِيْ شَيْطَانًا يَعْتَوِيْنِيْ - جب تم لوگ دیکھو کہ میں ٹیڑھا ہو رہا ہوں تو مجھے سیدھا کر دیا کرو اور جان رکھو کہ میرے لئے ایک شیطان ہے جو مجھ پر تسلط کرتا ہے۔ دعو الحق محرقہ مکہ بابل فضل و تاریخ الاخفاء ص ۴۹ و ریاض نضرہ ص ۱۹۱ و تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۱ و مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۱۹۱

صحیح بخاری پارہ ۱۴ ص ۳۳۲ باب المناقب وکنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۸ و ۱۳۹
 حالانکہ خدا فرماتا ہے کہ شیطان کا تسلط جہنمی اور گمراہوں اور مشرکوں پر ہوتا ہے۔
 جو حق کے پیرو اور خدا کے خاص بندے ہیں ان پر نہیں ہوتا۔ شیطان سے خدا فرماتا
 ہے۔ اَنْ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ اِلَّا مَنْ اتَّعَاكَ مِنَ الْعَادِيْنَ۔ اے شیطان جو ہمارے
 بندے ہیں ان پر تو ہر کسی طرح تسلط نہیں ہو سکتا سوائے ان گمراہوں کے جو
 تیری پیروی کرتے ہیں۔ اور ایسے تمام لوگوں کے لئے ہمارے ہاں جہنم کا وعدہ ہے کہ
 وہ اس میں ڈال دئے جائیں گے۔ (پارہ ۱۴ رکوع ۱۳)۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اِنَّ الشَّيْطَانَ عَلَّمَ الْقُرْآنَ عَلٰى
 دِيْمٍ يَّتِي كُلُوْنَ۔ اے سلطان علیہ الذین يتولونه والذین هم بہ مشی کون۔ جب تم قرآن پڑھو
 تو شیطان مردود سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔ جو لوگ ایمان رکھتے اور اپنے پیروں کا
 پر بھر دیا کرتے ہیں ان پر شیطان کا کچھ تسلط نہیں ہوتا۔ اُس کا تسلط تو اُن ہی لوگوں
 پر ہوتا ہے جو شیطان کو دوست رکھتے اور جو اُس کو شریک خدا المعبوداتے ہیں۔
 (پ ۱۴ ع ۱۹)۔ اور علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے۔ قوله تعالى وانه لعلم للساعة قال
 مقاتل بن سليمان وموتعه من المعنفين ان هذه الآية نزلت في المهدي، وساقه
 الاحاديث المصوحه بانه من اهل البيت النبوي وحينئذ في الآية دلالة على البركة
 في نسل فاطمة وعليه وان الله يعجز عنها كثيرا طيبا وان يجعل نسلها مفاتيح الحكمة
 ومعادن الرحمة وسوا ذلك انه اعادها وذريتها من الشيطان الرحيم ودعا لعل
 مثل ذلك وشرح ذلك كله يعلم بسياق الاحاديث الدالة عليه۔ قرآن مجید کی آیت
 وانه لعلم للساعة (اور البتہ وہ قیامت کا علم ہے) کے متعلق مقاتل ابن سلیمان اور
 دوسرے اس کے پیرو مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت ہدی کی شان میں نازل
 ہوئی اور وہ حدیثیں آگے آتی ہیں جو اس بات کی تصریح کرتی ہیں کہ حضرت ہدی
 البیت رسول صلعم سے چونگے پس آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ خدا نے
 جناب فاطمہ وعلی کی نسل میں برکت عطا فرمائی ہے اور ان دونوں سے بکثرت
 پاکیزہ وجود پیدا کرے گا اور دونوں کی نسل کو حکمت کی کنجیاں اور رحمت کی کانیں

نبائے گا۔ اور اس کا راز یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے جناب سیدہ اور آپ کی ذریت کو شیطان رحیم سے خدا کی پناہ میں دے دیا ہے۔ اور ان کل باتوں کی شرح ان حدیثوں کے معنی و مفہوم سے واضح ہوتی ہے جو میرے اس دعوے پر دلالت کرتی ہیں۔ (صواعق موعودہ ص ۹۷)

المیسور فصل

آپ کا قول کہ کسبت بخیرکم (میں تم سے بہتر نہیں ہوں)

جناب مدد روح اکثر فرماتے تھے کہ میں تم لوگوں کا خلیفہ بنا دیا گیا حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ علامہ ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر فرماتے تھے قد ولت علیکم ولست بخیرکم فان احسننا فاحسنونی وان اساءت فقومونی میں تم لوگوں کا خلیفہ بنا دیا گیا حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اب اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر بُرا کروں تو مجھے درست کر دو۔ (تاریخ کمال جلد ۲ ص ۱۲۷۔ کتاب الامامۃ والیاستہ ص ۳۰۔ و تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۱۱)۔ اور علامہ متقی وغیرہ نے لکھا ہے۔ ان لیا بکو الصدیق خطب فقال اما واللہ ما انا بخیرکم ولقد کنت لمقامی هذا کادھا ولوددت ان فیکم من یکفینی اقلظنون انی احمل فیکم لیسنت رسول اللہ ۲ اذن لا اقوم بها۔ حضرت ابوبکر صدیق نے خطبہ دیا کہ خدا کی قسم میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔ میں تو اس عہدے سے کراہت کرتا تھا۔ اور دوست رکھتا تھا کہ تم میں سے اور کوئی خلیفہ ہوتا جو مجھ سے ان کاموں کی کفایت کرتا۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میں تمہارے درمیان رسول خدا صلعم کی روئش کے مطابق چلوں گا؟ میں تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ (کنز العمال جلد ۳ ص ۱۱۱ و تاریخ الخلفاء ص ۱۱۰۔ صواعق محرقہ ص ۱۱۰)۔ مگر معلوم نہیں مدد روح اس عہدے سے علوہ کیوں نہیں ہو گئے۔ اگر اور کوئی اس کے لئے نہیں آمادہ ہوتا تو الفاضل ضروری قبول کر لیتے۔ کم از کم اس سے علوہ ہو کر لوگوں کا امتحان ہو کر لیتے مگر یہودی مملکت خویش خسرواں دانند۔

بائیسویں فصل

آپ کا قول لست بخیرکم و علیٰ فیکم

(میں تم سے بہتر نہیں ہوں درحالیکہ علی تم میں موجود ہیں)

بعض کتابوں سے آپ کا یہ قول بھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ علامہ ابن روزبہان نے لکھا:

الساج اند نیا فی هذا رداية الصحاح فان ارباب الصحاح ذكروا في بيعة علي لابي بكر ان
بنی هاشم لم يبايعوا ابا بكر الا بعد وفاة فاطمة ولم يتعزض ابو بكر لعمركم على حاله
وحما فواتر دون عند ابی بكر ويدخلون في المشاورات والمصالح والمهمات و
تدبير الجيوش - فلما قريت فاطمة بنت امير المؤمنين علي الى ابی بكر وقال اتفق وحدك
فجاءه ابو بكر في بيته فجلسا وقد ثابا - ثم قال علي رد لابي بكر انت استأثرت هذا الامر
دوننا قال ابو بكر يا ابا الحسن كان الانصار يدعون هذا الامر لانفسهم وكانوا يريدون
ان ينصبوا اميرا منهم وكان يخاف منهم الفتنة فتسارعت الى اطعام الفتنة واخذت
بيعة الانصار وان كان لك في هذا الامر دغية فانما اخطب الناس واقل بيعة
وابايعك والناس - فقال امير المؤمنين الموعود بنی وبينك بعد صلوة الظهر
فلا صلي الظهر دقي ابو بكر المنبر وقال اقلوني فلست بخيركم وعلی فیکم - ساتوس يه كره
بات اس روایت کے خلاف ہے جو صحاح ستہ میں موجود ہے کیونکہ صحاح ستہ کے
جامعین نے حضرت علی کی بیعت ابی بکر کے بارے میں لکھا ہے کہ بنو ہاشم نے حضرت ابو بکر
کی بیعت نہیں کی مگر بعد وفات جناب فاطمہ اور ابو بکر نے ان لوگوں سے کچھ تعرض بھی
نہیں کیا - بلکہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا - اور بنو ہاشم ابو بکر کے پاس برابر آیا کرتے
اور صلاح - مشور وں - مشکلوں اور لشکر کے انتظاموں میں حصہ لیا کرتے - پھر جب
جناب فاطمہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت امیر المؤمنین علی نے حضرت ابو بکر کے ہاں کہلیا
کہ اکیلے آکر مجھ سے ملے - اس پر حضرت ابو بکر حضرت علی کے گھر گئے تو دونوں صاحب

بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ حضرت علیؑ نے کہا اے ابوبکر تم نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر اس خلافت کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ حضرت ابوبکر بولے اے ابوالحسن انصاریؓ اس کو اپنے لئے چاہتے تھے اور ان کا ارادہ تھا کہ اپنی ہی جماعت سے کسی کو خلیفہ بنائیں اس سے فتنہ کا خوف پیدا ہوا تو میں نے فتنہ کے دبائے میں جلدی کی اور انصاریؓ کی بیعت خود لیلیٰ۔ اگر تم کو اس کی خواہش ہو تو میں لوگوں کے سامنے اپنی بیعت اٹھا لیتا ہوں اور تمھاری بیعت کر لیتا ہوں۔ حضرت امیر المومنینؓ نے کہا اچھا نماز ظہر کے بعد ہم تم ملیں۔ غرض بعد نماز ظہر حضرت ابوبکر منبر پر گئے اور کہا تم لوگ میری بیعت اٹھا لو میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں کیونکہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں درحالیکہ حضرت علیؑ تم میں موجود ہیں۔ (منقول از تشیید المطاعن جلد ۱)

تیسویں فصل

حضرت علیؑ سے آپ کا برتاؤ

باوجودیکہ حضرت علیؑ کے فضائل و خصوصیات سے جناب مدوح خوب واقف تھے یہاں تک کہ خود روایت کرتے تھے النظر الی علی عبادۃ۔ حضرت علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۰) وغیرہ پھر بھی آپ کا برتاؤ حضرت کے ساتھ جو ہوا وہ گزشتہ اوراق سے اچھی طرح واضح ہے۔ مورخ جلیل سعودی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت میں ابوسفیان نے اپنے خاندان والوں سے کہا یا بنی امیہ تلقفوا تلقف الکرة..... فقام عمار فی المسجد فقال یا معشر قریش اما اذا صومتم خلافاً عن اهل بیت بیکم مہنا مریة و مہنا مریة فاما با من ان ینزعہ اللہ فیضہ فی غیرکم کما نزعہ من اہلہ و وضعہ فی غیر اہلہ و قام المقداد فقال ما رأیت مثل ما وادی بہ اہل ہذا البیت بعد نبیہم۔ فقال لہ عبدالرحمن بن عوف و ماتت و ذاک یا مقلد بنی عمرو۔ فقال الی واللہ لا جہنم بحب رسول اللہ ﷺ و ان الحق معہ و فیم۔ یا عبدالرحمن

اعجب عن ولین و انت تطوعهم علی الناس اهل هذا البیت هذا جمیع ما فی نز
سلطان رسول اللہ ۲۔ بعدہ من ایدیہم۔ ۱۔ ما وایم اللہ یا عبد الرحمن لو اجد علی ولین
الاعداء لقاتلتم لقاتل ایاہم حج رسول اللہ ۳۔ یوم بدر و جری بینہم من الکلام خطب
طویل۔ اسے بنی امیہ تم اس خلافت کو اپنے ہی خاندان میں اس طرح گھماتے رہو
جس طرح گیند ایک ہی حلقہ میں گھمایا جاتا ہے۔۔۔۔ اس کے بعد جناب عمار مسجد میں کھڑے
ٹھو گئے اور یوں تقریری اسے کر دو قریش جب تم اس خلافت کو اپنے رسول کے
اہلبیت سے نکال کر بھیجے ہو اور کبھی وہاں بیجا رہے ہو تو مجھے اس کا بھی کھانا ہے
کہ کہیں خدا اس کو تم لوگوں سے بھی نکالے اور دوسرے لوگوں کے حوالہ نہ کر دے۔
اور مقدار دسے یوں تقریر کی جس درجہ سرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت سے
گئے اور ان کو اذیت پہونچی تھی اس درجہ سیری نظر میں ہی پر بھی ظلم کے پہاڑ نہیں
ڈھائے گئے۔ اس پر عبد الرحمن بن عوف نے کہا اسے مقدار دتم کو اس سے کیا ہوا
مقدار دسے کہا یوں ۶ میں ان اہلبیت کو بنی رحوں خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے
دوست رکھتا ہوں اور ینینا بنی انھیں سب ساتھ ہے اور خدا سے کئے سخی ہی
ہیں۔ اسے عبد الرحمن نے کھجے قریش سے سخت نب ہے جس نے بنی اہلبیت رسول
کے مقابلہ میں سب لوگوں پر غالب کرنا پسے ہو کہ ان لوگوں نے اس بات
پر ایسا کیا کر لیا ہے کہ حضرت رسول خدا کے بعد حضرت ابی بکر و ابی بکر و ابی بکر
کو ان لوگوں سے پہلے ہی رہیں۔ اسے عبد الرحمن نے یاد رکھو اگر مجھے کچھ لوگ بھی ایسے
مل جاتے جو قریش کے خلاف سیری مدد کرتے تو خدا کی قسم میں اہلبیت رسول کی
حمایت میں اب قریش سے بھی اسی طرح جہاد کرتا جس طرح حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ غزوہ بدر میں کفار کے ساتھ جہاد کیا ہے۔ غرض اسی طرح ان لوگوں میں
اہلبیت طویل بائیں ہوئیں۔ درود اللہ علیہم برحمتہ تبارک و تعالیٰ جلدہ ملا
اور علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر نے جناب امیر کے لئے حضرت
عمار کو آپ کے ہاں بھیجا۔ فان جوا علیا مضوی بہ الی ابی بکر۔ فقال الی انام اللہ
فہم۔ قالوا اذا واللہ الذی لا الہ الا هو مضوی عنک۔ قال اذا تقولون عبد اللہ و اسلمو

قال هو اما عبد الله فتم وا ما اخذ سوله فلا وابوبكر ساكت لا متكلم - فقال ارحموا الامور في باطن
فقال لا اكون على شئ ما كانت فاطمة الى جنبه - فخلق علي بقدر رسول الله - يصيح ويكي وينادي
يا ابن عم ان القوم يستضعفوني وكدوا يقتلونني - تو حضرت عمر وغیرہ حضرت علی کو کال کر
حضرت ابوبکر پاس لے گئے اور کہا بیعت کرو - حضرت نے فرمایا اگر نہیں کروں تب؟
کہا خدا کی قسم ہم لوگ آپ کو قتل کر دیں گے - حضرت نے فرمایا تو خدا کے ایک بندے
اور رسول کے بھائی کا خون کرو گے؟ حضرت عمر بولے خدا کے بندے تو ہو مگر رسول
کے بھائی نہیں ہو - اور حضرت ابوبکر خاموش تھے تو حضرت عمر نے کہا تم ان کو بیعت کا
حکم کیوں نہیں دیتے؟ انھوں نے جواب دیا جب تک حضرت فاطمہ ان کے پاس
ہیں میں ان کو کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتا - وہاں سے حضرت علی اچلے تو چیخے -
اور روتے ہوئے قبر رسول پر پہنچ کر فریاد کرنے لگے کہ اے بھائی اس قوم
نے مجھے کمزور سمجھ لیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالے - در کتاب الامامة والکسبة
(۲۳) - اور علامہ سعودی نے لکھا ہے کہ خلیفہ مامون کہتا تھا رسول اللہ ﷺ قے
فولی الاموة ابوبکر فقد عرف ما کان من اموه فینا اهل البیت ثم دلیها عمر فلم یبعد فیها
فعل من تقدم ثم دلیها عثمان فاقبل علی بقی امیة واعرض عن غیرهم ثم آل الابرار الی
علی بن ابیطالب من غیر صنف کصفوها الغیر بل مشوبة بالاکدار - حضرت رسول خدا
کی وفات پر ابوبکر خلیفہ ہوئے تو ان کے حکم سے ہم اہلبیت پر جو گدزی اُس کو جانتے
ہو - پھر عمر خلیفہ ہوئے تو اپنے پیش رو کی روش انھوں نے بھی نہیں چھوڑی -
پھر عثمان ہوئے تو بالکل بنی امیہ پر جھک پڑے اور دوسروں سے منہ موڑ لیا -
پھر یہ خلافت حضرت علی کی طرف چلی مگر ونسی صاف نہیں تھی جیسی دوسروں
کے لئے رہی بلکہ اس میں بہت سی کٹافیں بھر گئی تھیں - (مروج الذهب جلد ۱) -

اس جملہ پر زمانہ حال کے مشہور عیسائی مصری محقق و مورخ علامہ جرجی زیدان اڈیٹر رسالہ
الهلل کی ایک الصاف میں ڈوبی ہوئی عبارت یاد آئی - مروج نے حضرت علی کے بارے میں
لکھا ہے - وكان شديد في محاسبة رجاله حرصا على العدل والحق ... ولولا ان اموال المسلمين في

اسی جلیل القدر مورخ نے محمد بن ابی بکر اور مغویہ کی خط و کتابت بھی نقل کی ہے جس سے
شیل آفتاب روشن ہو جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر وغیرہ نے حضرت علیؓ کے ساتھ کیا کیا۔
محمد بن ابی بکر کا خط مغویہ کے نام | محمد بن ابی بکر نے مغویہ کو لکھا۔ من محمد بن

ابی بکر الی العادۃ مغویہ بن مخزوم۔ اما بعد فان الله بنعمته وسلطانه خلق خلقا قديما حبث
هم ولا ينفع في قوته ولا حاجته الي خلقهم لكنه خلقهم عبيدا وحبل منهم خويار وشد
وتقيما وسعيدا۔ ثم اختار عليا لهم واصطفى وانتخب منهم محمدا فانتم به اعلم واصطفاه
لرسالته وانتم على وجهه وبخبر رسوله ومبشروا فذموا۔ كان اول من اجاب واناب

ذهن من الناس في وهشة النبوة وصدق الدين لكان نعيم من الحكم المولود ولما بدت في تدبير
ضعف ولكنه تولاها وقد فسدت النيات وطبع العال في الاحكام واعلم دامهم مغویہ بن ابی
سفیان فانه جمع الرجال حواء بالدهاء والحيلة والبذل على يضيع الاخراب بتدقيقه في محاسبته عا
وقاد المبالغة في المحافظة على الدين واسباب التقوى فكانت جلالة العجاوبة حضرت علیؓ محل اہ
حق کے اس درجہ پائند اور حریص تھے کہ اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ حساب کرنے میں بہت سخت رہتے
اور اگر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب لوگوں میں نبوت کی دہشت اور سچا تدین باقی تھا حضرت علیؓ ہی
مسلمانوں کے خلیفہ ہوتے تو ان کا حصہ حکومت اور زمانہ خلافت زیادہ تر ان کا میاب ہوتا
اور آپؓ کی تدبیروں میں کسی قسم کا ضعف نہیں ظاہر ہونے پاتا مگر آپ اس وقت خلیفہ بنائے گئے
جب لوگوں کی نیکیاں بگڑ چکی تھیں۔ اور احکام میں عالموں کی طبع بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ اور سب سے
زیادہ طبع و فکر و فریب مغویہ بن ابی سفیان کا تھا کیونکہ اس نے دہوکا غریب جیلہ سازی اور خزانہ
بیت المال کا منہ (اپنے موافق لوگوں کے لئے) کھول کر لوگوں کو اپنی طرف جمع کر لیا تھا۔ اسی کے برخلاف
حضرت علیؓ اپنے عالموں اور سرداران فوج کو ان کے متعلق انتظامات اور تحصیل وصول کے حساب
کتاب میں وقت کر کے (کہ اس مال خدا کو اس لاپرواہی سے کیوں خرچ کیا اور مسلمانوں سے کیا
فلاں نہیں کیوں وصول کیں اور بندگان خدا سے فلاں فلاں چیزیں کیوں لیں) اپنے ہاتھ سے
نیز ان لوگوں پر دین کی پابندی کرنے اور اسباب تقویٰ کا پاس لگانا دیکھنے کے متعلق تاکید فرماتے
کہ کہ ان لوگوں کو ضایع کرتے جاتے تھے جس کی وجہ سے اکثر ٹرمے صحابہ نے بھی آپؓ کا سامنے
(تاریخ ائدین الاسلامی جلد ۳ ص ۳۲۲)

دامن و صدق و اسلم و سلم اخوہ و ابن عمہ علی بن ابی طالب صدقہ بالخیرۃ الکونین و
 اثروہ علی کل حمیم و دوقاہ بنفسہ ہل ہول و حادب حبیب و نسلم سلمہ بملہ یوم مبتد
 لنفسہ فی ساعات اللیل والنہار و الخوف و الجوع و الخضوع حق بزد سابعاً لا نظیر لہ فی
 من ابتعد ولا مقارب لہ فی فعلہ - و قد تأتیک تسامیہ و انت انت - و هو هو - ا صدق
 الناس نبیہ و افضل الناس ذریہ - و خیر الناس زوجہ - و افضل الناس ابن عم - اخوہ
 بالشاہد بنفسہ یوم موته و عہد سید الشہداء یوم احدہ - و ابوہ الذاب عن رسول اللہ
 و عن حوزتہ - و انت العین ابن العین لم تنل انت و ابوک تبغیان لرسول اللہم العوالم و
 تحمدان فی اطفالہم نور اللہ تجعان علی ذالک الجوع - و تبدلان فی المال و فی تبار علیہ
 القہائل - علی ذالک مات ابوک و علیہ خلفتہ و الشہید علیک من تدنی و یلجأ الیک من
 بقیۃ الاحزاب و رؤساء النفاق - و الشاہد لعل مع فضلہ المبین القدیم انصارہ الذین
 مع الذین ذکرہم اللہ بفضلہم و انتی حلیم من الجاہرین و الانصار و ہم مع کما تب و عصائب
 یرون الخوف فی اتباعہ و التسماء فی خلاقبہ - کیف یالک الویل تعدل نفسك بعلی و هو وارث
 رسول اللہ و وصیہ و اب و ولدہ و اول الناس لما تبعاً و اقربہم بہ عہلاً یخبرہ بسوہ
 و یطعمہ علی امرہ - و انت عدوہ و ابن عدوہ فقمع فی دنیاک ما استطعت بیا طلک و
 یعدوک ابن العاص فی غوایتک کما ان اجلک قد انقضی و یکدک قد وہی - ثم یبیین لک
 لمن تكون العاقبۃ العلیا - و اعلم انک انما تکا ید ربک الذی امنک کیدہ و یست
 من دوجہ - ففعلک بالمرصاد و انت منہ فی خور و السلام علی من اتبع الهدی
 یہ خطا ہے محمد بن ابی بکر کی طرف سے گمراہ مغویہ کے نام - بعد حمد و نعمت واضح ہو کہ
 خدائے اپنی عظمت و جبروت سے اپنی مخلوقات کو بے سبب اور بے غرض نہیں پیدا
 کیا - نہ خلقت عالم کی اس کو احتیاج تھی اور نہ بغیر اس کی پیدائش کے اس کی قوت
 میں کچھ ضعف تھا بلکہ اس نے لوگوں کو اپنی عبادت کے لئے اپنا بندہ پیدا کیا جن
 میں گمراہ بھی ہیں اور سیدھی راہ والے بھی - بد بخت بھی ہیں نیک بخت بھی -
 پھر اللہ نے علم کی بنیاد پر ایسے بندوں کو ہرگز پیدا نہ فرمایا تھا - اور ان میں
 لوگوں سے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو چنا اور اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا - اور اپنی وجہ

ہیں جو حضرت علیؑ کے ساتھ ہیں جن کے فضل و شرف کو خدا نے قرآن مجید میں ذکر کیا۔
 جو حضرت رسولؐ خدا کے ہماجرین و انصار سے ہیں۔ یہی لوگ حضرت علیؑ کی
 فوج اور لشکر ہیں۔ جن کا اعتقاد ہے کہ حضرت علیؑ کی پیروی میں حق اور حضرت کی
 مخالفت میں گمراہی اور بدبختی ہے۔ پس واسے ہو چکے تو اپنے کو حضرت علیؑ کے برابر
 کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ وہ رسول خدا کے وارث۔ وصی اور حضرت کی اولاد کے اولاد
 ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے آنحضرتؐ کی پیروی کی۔ اور جو سب سے زیادہ حضرت
 کے قریب الہد ہیں جن کو حضرت برابر اپنے راز پر باخبر اور اپنے امور پر مطلع کرتے
 رہتے تھے۔ اور تو خود بھی آنحضرتؐ کا دشمن ہے اور تیرا باپ بھی دشمن ہی تھا۔
 پس جس قدر تجھ سے ہو سکے باطل کی پیروی کر کے اس دنیا کا مزا اٹھالے اور
 عمر و بن العاص بھی تیری گمراہی میں جس قدر ممکن ہو مدد کر دے مگر (یہ بھی جان لے) تیری
 اجل آگئی۔ اور تیرا کیکد مسست ہو گیا۔ پھر تجھ پر بہت جلد واضح ہو جائیگا کہ
 شاذار عاقبت کس کے حصہ میں آئی اور یہ بھی جان رکھ کہ تو اپنے اس پروردگار
 ہی سے مکر و فریب کر رہا ہے جس نے تیرے کید کی جزا سے تجھ کو ڈھیل دے رکھی
 ہے۔ اور جس کی رحمت سے تو محروم ہو چکا ہے۔ وہ تیری گھات میں لگا ہوا ہے
 اور تو اُس سے غفلت میں پڑا ہے۔ اور جو ہدایت کی پیروی کرے اُس پر سلام ہو
 معویہ کا خط محمد بن ابی بکر کے نام | معویہ نے اس خط کے جواب میں محمد
 ابن بکر کو یہ مکتوب بھیجا۔ من معویہ بن صفوان الزاری علی ابیہ محمد بن ابی بکر اما بعد فقد
 اتانی کتابک تذکر فیہ ما للہ اہل فی عظمتہ وقد رتہ و سلطانہ و ما صلی فیہ رسول اللہ
 ص علیہ السلام کلامک فیہ تضرع و لا ینک فیہ تغنیف ذکرت فیہ فضل ابن ابی طالب و قدیم
 سوابقہ و قرابتہ الی رسول اللہ و موا ساتھ آیاتہ فی کل ہول و خوف۔ کان احتیاجک
 علی و عیبک لی بفضل غیرک لا یفضلک۔ فاحمد بیا صرف ہذا الفضل غنک و جعلہ لغیرک
 فقد کنا و اسلمک فینا نعرف فضل ابن ابی طالب و حقہ لان مالنا مبروراً علینا۔ فلما احتارنا
 لنبیہ ما عندہ و اتم لم ما وعدہ و اطہر دعوتہ فابلیج حجتہ و قبضہ اللہ الیہ کان ابوبکر
 و فارقتہ اول من ابی حقہ و خالفہ علی امرہ۔ علی ذالک القتل استقام ثم انما دعواہ

اکی بیٹھا نا بھگتھا و تکرار علیہ السلام و انما لایدرک فی
 امر ما ولا یطمان علی سوا حق فیضہ اللہ تم تمام الشہا عثمان مہدی ہلہا و ساریہا
 فعبتہ انت و صاحبک حتی طبع فیہ لاقا صی من اهل المعاصی فی طبعہ الہ الخوایل و اطرہ
 عدا او تکا حتی بلغنا فیہ مناکما فخذ عذرک یا ابن ابی بکر و حق شہرک بقولک قصص خراف
 قوازی او تسادی من یزن الجبال یحملہا یلین عن قسوفاتہ و لا یدرک ذومقلاناتہ
 مہند مہادہ و بنی ملکہ و شادہ فان یکب ما نخی فیہ صوابا فابولک استبدہ و نحن شوکانہ
 و لو لا فضل ابولک من قبل ما خالفنا ابن ابی طالب و لسلنا الیہ و لکنارنا اباباکہ فعل ذالک بہ
 من قبلنا فاخذنا مثله فعب اباباکہ بابد اللہ او دع ذالک و السلام علی من اناب۔ اپنے
 باپ (ابوبکر) کو عیب لگانے والے محمد کی طرف یہ خط مطویہ کا ہے۔ اما بعد مجھے تیرا خط
 ملا جس میں تو نے خدا کی اس عظمت و قدرت و سطوت کا ذکر کیا ہے جس کا وہ اہل
 مستحق ہے۔ اور ان فضائل کو بیان کیا ہے جن کی وجہ سے خدا نے حضرت رسول خدا
 کو برگزیدہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ تو نے ایسی بھی بہت سی باتیں لکھ دی ہیں جن سے تیری
 کمزوری اور تیرے باپ (ابوبکر) کی ملامت ثابت ہوتی ہے۔ تو نے اس خط میں علی
 بن ابی طالب کی فضیلت۔ ان کے قدیم خصوصیات۔ حضرت رسول خدا صلعم سے قربت
 اور ہر خطرے و خوف میں حضرت رسول خدا صلعم سے ہمدردی کرنے کا حال لکھا ہے۔
 مگر میرے مقابلہ میں تو جو اتنا لال کرتا اور مجھ میں عجیب نکالتا ہے وہ اس شخص
 (علی بن ابی طالب) کے فضائل کے ذریعہ سے ہے جو تیرے علاوہ ہے۔ تیرے
 اپنے کسی فضل کے ذریعہ سے نہیں ہے۔ تو میں اس پروردگار کا شکر و حمد پاتا ہوں جس نے
 تجھ سے اس فضل کو ہٹا کر تیرے غیر کو عطا کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم لوگ جن میں تیرے
 باپ (ابوبکر) بھی شامل تھے علی بن ابی طالب کے فضائل کو اچھی طرح جانتے تھے
 و لہذا یہ بھی ہم سب کو معلوم تھا کہ (خلافت کے بارے میں) ان کا حق ہم پر لازم اور ہمارا
 لئے ضروری ہے۔ مگر جب خدا نے اپنے رسول کے لئے اس شرف کو پسند کر لیا جو انکے
 ہاں ان کے لئے مقدر تھا اور حضرت سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر دیا اور حضرت کی
 دوستی اور اہمیت روشن کر کے آپ کو اپنے ہاں بلایا تو تیرے باپ اور ان کے

فاروق ہی اول وہ لوگ تھے جنہوں نے علی کا حق چھین لیا اور ان کی خلافت کے متعلق ان کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اسی بات کو دونوں نے اپنے اتفاق سے طے کیا اور اسی کو رد دکھایا۔ پھر ان دونوں نے علی کو بلایا کہ ان دونوں کی بیعت کریں مگر علی نے دونوں سے کنارہ کشی کی اور ان کی بیعت میں توقف اور تامل کیا۔ اس پر دونوں نے ان کو مختلف قسم کے ہم و غم میں مبتلا کرنے کا ارادہ کیا اور بڑے بڑے آفات میں ڈالنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔ پھر ان دونوں نے خلافت کی تو علی کو اپنے انتظام سے کسی امر میں شریک نہیں کرتے تھے نہ اپنے بھیدوں کی اور نہ کو خبر ہونے دیتے تھے یہاں تک کہ وہ دونوں دنیا سے چل بسے تو ان دونوں کے پیسرے بزرگ عثمان کھڑے ہوئے انہوں نے بھی انہیں دونوں کی روش اختیار کی اور انہیں کی سیرت و طریقہ پر چلنے لگے۔ مگر ان میں تو نے اور تیسرے امام (علی) نے عیب گیری کی یہاں تک کہ اس کے بارے میں دور دور کے نافرمان لوگ بھی طبع میں پڑ گئے۔ پھر تم دونوں نے ان کو آفتوں میں ڈالنا چاہا اور اپنی دشمنی ظاہر کر دی یہاں تک کہ تم دونوں اپنی مرادوں کو پورے ہو گئے۔ پس اسے ابوبکر کے بیٹے اپنے بچنے کی راہ اختیار کر اور اپنی حالت کو اپنی انگلیوں کی درمیانی وسعت پر قیاس کر۔ تو اس شخص (خود میں ملو یہ) کے مقابلہ اور برابری سے جس کا علم پہاڑوں کے برابر ہے عاجز ہے۔ اب جس مسئلہ (خلافت) میں ہم لوگ بحث کر رہے ہیں اگر درست ہے تو تیسرے باپ (ابوبکر) ہی نے اکیلے اکیلے الگ اس کا انتظام کر لیا۔ اور ہم لوگ تو صرف ان کے کام میں شریک ہو گئے ہیں کیونکہ اگر تیسرے باپ اس کے قبل ایسا برتاؤ نہیں کئے ہوتے تو ہم بھی علی بن ابی طالب کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ اس کو ان کے حوالہ کر دیتے مگر ہم نے دیکھا کہ تیسرے باپ ہی نے

صلیہ مودوی و جید الزماں خاں صاحب نے لکھا ہے: "فاسْتَبَدَّ وَتَمَّ عَلَيْنَا" تم نے اکیلے اکیلے الگ ہی خلافت کا انتظام کر لیا ہم کو صلاح و مشورے میں بھی شریک نہیں کیا۔ یہ حضرت علی کا قول ہے۔
 (ابوبکر ص ۲۷)۔ پھر صحیح بخاری الاثر میں ہے: "قَالَ عَلِيٌّ فَاَسْتَبَدَّ عَلَيْنَا" استبددہ اذا
 تولى حقه حقه فيه (یعنی مطلقاً) ترجمہ وہ ہے جو اور گذر ۱۷۱

۱۷۱۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "فَاَسْتَبَدَّ عَلَيْنَا" تم نے اکیلے اکیلے الگ ہی خلافت کا انتظام کر لیا ہم کو صلاح و مشورے میں بھی شریک نہیں کیا۔ یہ حضرت علی کا قول ہے۔

ہم سے پہلے ایسا کیا تو انہیں کسے مثل ہم نے بھی کیا۔ اب تجھ کو جو عیب لگنا ہو وہ اپنے باپ ہی میں لگایا اس سے باز آ۔ اور سلام ہو اس پر جو حق کی طرف رجوع کرے دتارخ مروج الذہب بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ ص ۶ مطبوعہ مصر غالباً انہیں خطوط کے متعلق علامہ طبری وابن اثیر نے لکھا ہے۔ ان محمد بن ابی بکر کتب الی معویۃ لما ولی فی مذکور مکاتبات جوت بینہما کوہت ذکی حالما فیہ عمالا یحتمل مناجا العامة جب معویہ خلیفہ ہوا تو اس میں اور محمد بن ابی بکر میں ایسی خط و کتابت ہوئی جس کی نقل کو میں پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں وہ مضامین ہیں جن کا سنا عام لوگ کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے۔ دتارخ طبری جلد ۲ ص ۲۳ و تاریخ کامل جلد ۱ ص ۱۱۱ حضرت رسول خدا صلعم نے کیسی صحیح پیشنگوئی فرمائی تھی اقبل ختیۃ من بنی ہاشم فلا دأثم النہم اغرورقت عیناہ و تفرق لوند قال فقلت ما نزل فی فی وجہک شئاً کمہ بنی ہاشم کے کچھ جوانوں کو آتے دیکھ کر حضرت رسول خدا صلعم کی آنکھیں ڈبڈبائیں اور حضرت کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ راوی نے پوچھا کہ یا حضرت کیا بات ہے؟ اس پر حضرت نے فرمایا ان اہل بیتی سیلقون بعدی بلاء و تشدید و تطہید۔ میرے بعد بہت جلد میرے اہلیت بلاؤں میں مبتلا کئے جائیں گے اور آوارہ وطن کر کے شہر بہ شہر پھرائے جائیں گے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۲۱) اس کے ساتھ حضرت نے یہ پیشنگوئی بھی صاف صاف فرمادی تھی کہ اگر تم لوگ علی کو میرا خلیفہ اور اپنا امام ماننے رہو گے تو وہی تم کو سید علی راہ پر لے چلیں گے مگر تم لوگ ایسا کرو گے نہیں۔ فرمایا ان تو تدوا علیا دلاہا کہ فاعلین تعدد و ہادیا مہدیا یا خذیکم الطریق المستقیم اگر تم لوگ علی کو اپنا حاکم اور مشوا مقرر کرو گے تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پر چلنے والا پائو گے اور وہی تم لوگوں کو سید علی رستے پر لے چلیں گے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ تم لوگ ایسا کرو گے نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف باب مناقب عشرہ جلد ۸ ص ۱۲۸)۔ حضرت صاف صاف فرماتے ہیں کہ تم لوگ ایسا کرو گے نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت کا مطلب یہ تھا کہ تم لوگ ان کو میرا خلیفہ بلا فصل نہیں مانو گے اس لئے کہ خلیفہ چہارم تو ان لوگوں نے مان لیا۔ اور حضرت کا قول غلط نہیں ہو سکتا لہذا یقیناً اس کے

مرا وہی تھی کہ میرے وفات پاتے ہی تم لوگ ان کو اپنا خلیفہ نہیں مانو گے لیکن اگر ایسا کرو تو وہی تم لوگوں کو سیدھی راہ پر چلائیں گے۔

۲۳ بہ جوہر مسوین فضل

حضرت علیؑ کے احسانات

حضرت رسول خدا صلعم کی سیکڑوں حدیثیں ہیں جن میں حضرت نے جناب امیر کو تاکید کی تھی کہ جب میرے بعد لوگ دنیا پرستی کی وجہ سے تم پر ظلم کریں اور مصائب کے پہاڑ ڈھائیں تو تم صبر کرو۔ حضرت نے بالکل اس کی تعمیل کی ورنہ آپ آما وہ ہو جاتا تو ایک طرف قبیلہ انصار آپ کے لئے تلوار پھینچ لیتا۔ دوسری طرف ابو سفیانؓ نے کو سوار اور پیادوں سے بھر دیتا۔ اور تیسری طرف بنی ہاشم حضرت کیلئے جان دیدیتے مگر جس طرح حضرت رسول خدا صلعم نے آغاز رسالت میں کل مصائب برداشت کئے اور جہاد نہیں کیا اسی طرح حضرت علیؑ نے بھی اپنی حقیقی خلافت کی ابتداء میں صبر ہی سے کام لیا بلکہ اپنی طرف سے ان حضرات پر احسان ہی کرتے رہے ایک دفعہ اخذت ابابکر الخاضعة فجعل علی یسفی یدہ فیکد بجا خاصۃ ابی بکر۔ حضرت ابو بکر کو دھپیلو ہوا تو جناب امیر اپنا ہاتھ سینک کر ان کی تکمید کرتے تھے منتخب کنز العمال جلد ۱ ص ۴۵۴۔ درمشور جلد ۴ ص ۱۷۰ وغیرہ۔ ایک دفعہ تلوار لیکر ذی القضہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت علیؑ نے آپ کو سمجھایا اور منعید مشورہ دیا۔ (مختب کنز العمال جلد ۲ ص ۱۷۰)۔ آپ کو لواطہ کی حد نہیں معلوم تھی حضرت علیؑ نے بتائی۔ (کنز العمال جلد ۲ ص ۱۷۰)۔ ایک دفعہ ایسی شکل پڑی کہ آپ نے بڑے بڑے صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا مگر حضرت علیؑ خاموش بیٹھے تھے۔ جب آپ سے اصرار کیا تو آپ نے ایسی رائے بتائی کہ سب کی رائے چھوڑ کر حضرت ہی کے مشورہ پر عمل کیا۔ (مختب کنز العمال جلد ۲ ص ۱۷۰)۔ خصوصاً ریاض النضرہ۔ کنز العمال تفسیر درمشور وغیرہ میں سیکڑوں

واقعات ملتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نہایت درجہ پریشان ہوئے ہیں اور کسی طرح وہ مصیبت نہیں دفع ہوئی۔ مگر حضرت علیؑ نے آپ سے اُسکو زائل کیا۔ اگرچہ بولا علیؑ لعلک عود اگر حضرت علیؑ نہیں ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا، کی طرح حضرت ابوبکر کا کوئی قولی اقرار معلوم نہیں ہوتا مگر عملاً آپؐ بھی حضرت علیؑ کے احسانوں سے اسی طرح نفع حاصل کیا جس طرح حضرت خلیفہ دوم نے۔

بیکسیوں فصل

حضرت ابوبکر کا خطبہ پڑھنا اور حضرت امام حسنؑ کا کہنا کہ میرا پیکسیر آتا ہے علامہ ابن حجر مکی وغیرہ بکثرت علمائے محققین و محدثین نے لکھا ہے انجیل الدارقطنی ان الحسنی جاء لابی بکرم و هو علی منبر رسول اللہ ص فقال انزل عن مجلس الی۔ فقال صدقہ واللہ اتہ مجلس ابیک ثم اخذہ واجلسہ فی حجرہ وکلی۔ امام دارقطنی نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسنؑ جناب ابوبکر کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ رسولؐ کے منبر پر ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا میرے باپ کے بیٹھے کی جگہ سے اتر آئیے۔ حضرت ابوبکر بولے سچ کہتا تم نے خدا کی قسم یہ تمہارا ہے باپ ہی کی جگہ ہے۔ پھر آپؐ کو گود میں بٹھا کر رونے لگے۔

۱۔ حضرت امام حسینؑ کے متعلق بھی ایسا ہی واقعہ خلیفہ دوم کے ساتھ ہوا علامہ ابن حجر نے لکھا ہے دفعہ للحسین غود الک مع عمر و علی المنبر فقال لہ صبرا بیلک واللہ لا منبر الی۔ ایسا ہی واقعہ امام حسینؑ کا بھی ہے کہ جب حضرت عمرؓ منبر پر تھے تو کہا میرے باپ کے منبر سے اتر آئیے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا بے شک تمہارے باپ ہی کا منبر ہے اور خدا کی قسم یہ میرے باپ کا منبر نہیں ہے۔ (صواعق مرقومہ ص ۱۸) اور علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے لکھا ہے حدیثی الحسینی بن علیؑ قال آیت عمر و هو یخطب علی المنبر فصرعہ علیہ فقلت انزل عن منبر الی واذہب الی منبر ابیک۔ فقال عمر لم یکن لابی منبر واذنی ما جلت فیہ فلما نزل اطلق بی الی منزله فقال لی من علمک۔ قلت واللہ ما علم فی احد قال یا ہو لوجلت تشبہا

۱۔ صواعق محرقة ص ۱۵۰۔ و تاریخ انخفاء ص ۵۵ و ریاض نضرہ ص ۱۴۸ و تاریخ خطیب۔
 نہایتہ العقول غر رازی وغیرہ) اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسن کو کبھی معلوم
 تھا کہ منبر رسول حضرت علیؑ کے بیٹھنے کی جگہ اور حضرت علیؑ ہی کا حق ہے۔ اس وجہ سے
 فرمایا کہ اس پر سے اتر آئیے۔ اس کے جواب میں حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھا کر کہا کہ
 بیشک یہ آپ کے باپ ہی کی جگہ ہے۔ اگر خلافت حضرت علیؑ کا حق نہیں تھی تو حضرت

قال ثانیہ یوم ما دھو خال جمعیۃ وابن عمر بالباب فجم ابن عمر فوجت مہ فلیقن بعد فقال لی لم
 ادد۔ قال انی جئت وانت خال جمعیۃ فوجت مہ ابن عمر فقال انت احق من ابن عمر فاما انت
 ما قی فی ذلک سنا اللہ ثم اتم۔ حضرت امام حسینؑ بیان کرتے تھے کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا۔ دیکھا کہ
 وہ منبر پر چلے دے رہے ہیں۔ تو میں منبر پر چڑھ گیا اور کہا میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے اور
 اس منبر پر جا کر بیٹھ جو آپ کے باپ کا ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرے باپ کا تو کوئی بھی منبر نہیں ہے
 پھر مجھے اپنے ساتھ بٹھالیا اور جب اس سے اترے تو مجھے بھی اپنے ساتھ اپنے گھر لیتے گئے۔ وہاں
 پہونچ کر پوچھنے لگے۔ کیوں ہی یہ بات تم کو کس نے سکھائی تھی؟ میں نے کہا خدا کی قسم کسی نے بھی نہیں
 سکھائی اپنے دل سے میں نے ہی اب حضرت عمرؓ کو بولے میرا باپ تم پر خدا ہو جائے۔ تم کہی کہی میرے
 ہاں آیا کرو۔ اس پر میں ایک دن ان کے ہاں گیا۔ مگر معلوم ہوا کہ منویہ ان کے پاس ہے اور وہ دونوں
 تخیل میں کچھ کر رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے بیٹے دروانہ پر ہیں۔ وہ بھی اندر نہیں جاسکے بلکہ بیٹ آئے۔
 تو میں بھی پیٹے آیا۔ اس کے کچھ دنوں بعد حضرت عمرؓ مجھ سے ملے تو کہا تم میرے ہاں آئے نہیں؟
 میں نے کہا میں آیا تھا۔ مگر آپ اور منویہ تنہائی میں کچھ کر رہے تھے۔ تو میں بھی عبد اللہ بن عمرؓ کے ساتھ
 واپس گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرے لڑکے سے زیادہ تمھارا حق ہے کیونکہ ہم لوگوں کے سردار کا ایک ایک
 خال تک صرف خدا کے فضل اور تمھارے طفیل ہی میں پیدا ہوا ہے۔ (اصابہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۵ و تہذیب
 الکمال ص ۱۵۰ و کنز العمال جلد ۱ ص ۱۵۰ و ازالۃ انخفاء جلد ۲ ص ۱۵۰)۔ حضرت عمرؓ نے اس قول میں اعتراض
 کیا۔ گویا انکی خلقت۔ ان کا گوشت پوست اور ہر نعمت ان حضرات ہی کی طفیل میں ملی۔ اسی کے
 قریب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ابو ہریرہؓ نے بھی کہا تھا۔ علامہ طبریؒ نے لکھا ہے
 عن ابی المہزم قال کنا مع ابی ہریرۃ فی خانۃ فلما وجنا علیا الحسین علیہ السلام ضعد فجعل

امام حسنؑ نے کیوں فرمایا اور حضرت ابو بکرؓ نے کیوں قسم کھا کر کہا کہ یہ آپ کے باپ ہی کے بیٹے کی جگہ ہے، ظاہر ہے کہ وہ منبر رسول خدا صلعم کا تھا حضرت علیؑ نہیں تھا پس اگر حضرت صلعم کے بعد حقیقت خلافت کے ذریعے وہ جگہ حضرت علیؑ کے بیٹے کی نہیں ہوگی تھی تو حضرت ابو بکرؓ کی قسم کیسی تھی۔ کیا اس سے حضرت علیؑ کی اس نہایت کی تائید نہیں ہوتی جس کو امام مسلمؒ نے لکھا ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا دیکھو! استجدت علینا بالامروء کما نحن فیہ لانا حقاً۔ تم نے ہم لوگوں کو الگ کر کے اپنی رائے سے اکیلے خلافت پر قبضہ کر لیا! (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۹) اور علامہ طبریؒ نے لکھا ہے۔

منی ان لنا فی هذا الامر حقاً فاستجدتہم بہ علینا ثم ذکر قابضہ من رسول اللہ ۲ وحقم ظلم یزل علی یقول ذالک حتی بکی ابو بکر۔ حضرت علیؑ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اس کو ہم لوگ اپنا حق جانتے تھے مگر تم لوگوں نے ہم کو الگ کر کے خود ہی اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر حضرت نے رسول خدا صلعم سے اپنی قرابت بیان کی۔ اور اپنے حقوق ذکر کئے۔ حضرت برابر یہ بیان کرتے ہی رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ رونے لگے۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۸۱)

۲ حال ابو بکرؓ کی قرابت سے

بجھیسویں فصل

مالمعین زکوٰۃ سے حضرت ابو بکرؓ کا جہاد
حضرت رسول خدا صلعم کی وفات تک تقریباً پورا عرب سلمان ہو گیا تھا مگر حضرت کی وفات

ابو ہریرۃ ینقل عن القاب عن قدامیہ بن یزید قال لما حنین انت یا ابا جہیرۃ تغل هذا۔ حال وغیر ذلک طویل القات
ذلک ما اعلیٰ لعلہ عداۃ تم۔ ابو الزمر بیان کرتا تھا کہ ایک جنازہ میں ابو ہریرہؓ کے تئیں بھی تھا جب نماز کے لیے
تو حضرت امام حسنؑ علیہ السلام بلندی پر چڑھنے کی وجہ سے ٹھک گئے تھے یہ دیکھ کر ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ حضرت کے
پاؤں اپنے کپڑے سے چھانسنے لگے تو امام حسنؑ نے فرمایا اے ابو ہریرہؓ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ انھوں نے کہا مجھے ایسا
کرنے دیجئے۔ کیونکہ آپ کے جو فضائل مجھے معلوم ہیں اگر وہ دوسرے لوگوں کو بھی معلوم ہو جائیں تو وہ لگائے آپ کو
اپنے کانٹوں پر سوار کر کے بھایا کریں۔ (تاریخ طبری جلد ۱ ص ۱۸۱)

کی خبر سنا کر اکثر عربوں نے حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ حضرت رسولؐ نے ان کو خلیفہ نہیں مقرر کیا تھا۔ اگر خاندان رسالت سے کوئی شخص خلیفہ ہوتا تو ہم لوگوں کو غر نہیں ہوتا۔ تم لوگوں نے اصلی مستحق خلافت کو محروم کر کے خلافت کو غصب کر لیا ہے۔ باوجودیکہ وہ لوگ خدا و رسولؐ و رفیق قیامت پر ایمان رکھتے۔
 حقایق اسلام کو تسلیم کرتے اور نماز پڑھتے۔ روزہ رکھتے۔ حج کرتے رہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پورے مسلمان تھے مگر حضرت ابوبکرؓ نے صرف زکوٰۃ کا روپیہ نہ ملنے کی وجہ سے ان لوگوں سے جہاد کا اعلان کر دیا۔ مورخ مسعودی نے لکھا ہے
 دامت العرب بعد استخلاصہ بمشوة ایام۔ حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ ہونے پر دس روز کے اندر پورا عرب مرتد ہو گیا۔ (مروج الذهب جلد ۵، مثل) مرتد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ مورخین نے تصریح لکھا ہے۔ الخلاف السابع فی قتال مانع الزکوة فقال قوم لا تقا تلہم قتال الکفر وقال قوم بل نقا تلہم حتی قال ابوبکر لو منعونی عقالا من اعطوا رسول اللہ ﷺ لقاتلہم علیہ ومعنی بنفسہ الی قتالہم ووافق الصحابة باسئہم وقد اذی اجتہاد عمرو فی ایام خلافتہ الی دال السبایا والاموال الیہم والطلاق المحبوسین منهم حضرت رسولؐ خدا کی وفات کے بعد ساتواں خلاف زکوٰۃ روکنے والوں سے جہاد متعلق واقع ہوا۔ کچھ لوگ کہتے تھے جن طرح ہم کافروں سے جہاد کرتے تھے۔ ان مسلمانوں سے نہیں کر سکتے۔ اور کچھ لوگ کہتے تھے ہم ضرور جہاد کریں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے طے کیا کہ جو چیزیں یہ لوگ رسولؐ خدا صلعم کو دیتے تھے اگر ان میں سے جاوڑ باندھنے کی ایک سی بھی ہیں نہیں دیں گے جب بھی ہم ان سے ضرور لڑیں گے۔ اور خود ان سے لڑنے کیلئے روانہ بھی ہو گئے۔ اور صحابہؓ نے بھی انھیں کی موافقت کی۔ مگر حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ان کے اجتماع دینے سے یہ طے کیا کہ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے جو عورتیں ٹوٹی بنائی گئی ہیں وہ آزاد کر دی جائیں۔ اور ان کا جو مال ٹوٹا گیا ہے وہ بحال کر دیا جائے۔ اور ان کے قیدی رہا کر دیئے جائیں۔ (کتاب مل و نخل شہرستانی مثل) اور علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے۔ لما اشتهرت وفاة النبی ﷺ بالنواحي اذ مدت طوائف کثیرة من العرب عن الاسلام وضعوا زکوٰۃ فنهض ابوبکر الصديق لقائمها شاد علیہ عمرو بنہ ان یفوقہم قتالہم فقال واللہ

نو منعونی قتلاً او عنفاً کافراً ثم و نهالی رسول الله ﷺ لقاتلهم على منبها - فقال عمر كیف قتلتما
 و قد قتل رسول الله ﷺ ان اقاتل الناس حتى يقتلوا لاله الا الله و ان عهد رسول الله ﷺ من
 قال عصم مني ماله و دمه الا بمقتها و حساب على الله - فقال ابو بکر و الله لا قاتلین من فرق بین الله
 و ان کفة فاة الزکوة حتى المال و قد قال الا بمقتها - جب حضرت رسول خدا صلعم کی وفات
 کی خبر تمام اطراف میں مشہور ہو گئی تو عرب کے بہت سے گروہ اسلام سے مرتد ہو گئے۔
 اور زکوٰۃ روک لی اس پر حضرت ابو بکر ان سے جہاد کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے مگر
 حضرت عمر وغیرہ نے ان کو مشورہ دیا کہ ان کے جہاد سے باز آئیں۔ انھوں نے جواب دیا
 خدا کی قسم اس زکوٰۃ سے جو چیزیں یہ لوگ رسول خدا کے پاس بھاگتے تھے اگر اس سے
 ایک بند کمن یا ایک بچہ (جائز) بھی مجھے نہیں دیں گے تو میں ان سے ضرور لڑوں گا
 حضرت عمر نے کہا ان سے اب تم کس قاعدہ سے لڑ سکتے ہو حالانکہ حضرت رسول خدا ﷺ
 فرما دیا ہے کہ مجھے اتنا ہی حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اُس وقت تک لڑوں جب تک وہ کفر
 لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے دیں۔ اس کے بعد ان کا مال اور خون ہم سے محفوظ رہے گا۔
 سوائے حق کے اور اس کا حساب اللہ پر ہوگا۔ حضرت ابو بکر بولے جو شخص بھی نماز اور
 زکوٰۃ میں فرق کرے گا خدا کی قسم میں اس سے ضرور لڑوں گا کیونکہ مال کا حق تو زکوٰۃ ہی ہے
 اور حضرت نے فرمایا ہے سوائے اس کے حق کے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۵۵)۔ اس سے
 معلوم ہوا کہ صرف زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ان لوگوں کو مرتد سمجھا گیا ورنہ وہ پورے
 مسلمان تھے۔ کیونکہ نماز وہی پڑھتا ہے جو مسلمان ہوتا ہے اور اسی وجہ سے حضرت
 عمر وغیرہ سے اس کے متعلق اختلافی بحثیں بھی ہوتی رہیں۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے
 نے لکھا ہے بعد ازاں اُنکے دیگو ظاہر گردید درمقالتہ منع کنندگان زکوٰۃ حالانکہ
 بکلمۃ اسلام متکلم بودند۔ اس کے بعد دوسرا اُنکا ظاہر ہوا کہ زکوٰۃ روکنے والوں سے
 جہاد کرنا چاہئے یا نہیں حالانکہ وہ کلمۃ اسلام کو پڑھ رہے ہیں۔ (ازالۃ اختلاف جلد ۱ ص ۱۰۰)
 اور علامہ دیار بکر نے لکھا ہے۔ کہت القضاۃ قتال ما فی الزکوة و قالوا اجل القدر
 قتله ابو بکر سیفہ و خجہ و حده۔ صحابہ کو یہ ناگوار ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں سے
 جہاد کیا جائے۔ اور ان سب نے کہا کہ یہ لوگ تو ابلی قبلہ (مسلمان) ہیں (بیران ص ۱۰۰)

جہاں دیکھ کر جائز ہوگا) اس پر حضرت ابوبکر نے اپنی تلوار کرے لگائی اور اپنے کیلے
 ایک نئے نکل پڑے۔ و قال بعضهم ثمنی باللہ وشہد ان محمدا رسول اللہ واصلی واک
 لا فطیکم اعدائنا فابی ابوبکر الا قال عمرو جا دل ابوبکر اصحابہ فی جہادہم وکان من اشہم
 علیہ من بن الخطاب و ابو عبیدہ بن الجراح و سالم مولی ابی خدیفہ و قالوا لا احبہ حیث
 اسامہ بن زید فیکون عداۃ واما ما بالمدينة وارتق بالغرب حتی ینفجر ہذا الامر فان
 ہذا الامر شدید غرورہ و مملکتہ من غیر وجہ۔ اور بعض مخالفین حضرت ابوبکر نے
 کہا ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد خدا کے
 رسول تھے۔ اور ہم نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن ہم اپنا مال تم لوگوں کو نہیں دیں گے۔
 حضرت ابوبکر نے کہا جب تک زکوٰۃ نہیں دو گے ہم نہیں مانیں گے۔ ضرورت سے لے لیں گے۔
 اس بارے میں حضرت ابوبکر اپنے اصحاب سے بھی لڑنے لگے۔ سب سے زیادہ
 مخالف حضرت عمرو و ابو عبیدہ و سالم مولی ابی خدیفہ تھے۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ اسامہ
 بن زید کے لشکر کو روک رکھو جس سے مدینہ کی آبادی بھی رہ سکی اور دشمنوں سے
 اس میں بھی رہیگا۔ اور عرب کے ساتھ نرمی کرو تاکہ یہ (بجائت و غیرہ کا طوفان)
 فرو ہو جائے کیونکہ اس امر کی تہ بہت خطرناک ہے اور بغیر مناسب صورت اختیار
 کئے اس میں تباہی رکھی ہوئی ہے۔ قال عمرو قلت یا خلیفۃ رسول اللہ تالف الناس و
 ارتق بہم قتالی اجماد فی الجاہلیۃ و غواد فی الاسلام۔ حضرت عمر کہتے تھے کہ میں نے
 کہا اے خلیفہ لوگوں کی تالیف قلب کیجئے اور ان کے ساتھ نرم برتاؤ کرنا چاہئے۔ اس پر
 حضرت ابوبکر مجھ سے کہنے لگے تم جاہلیت کے زمانہ میں توجہا رہے تھے اور اسلام میں غواہ

مثلاً جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب نے لکھا ہے تبعاد فی الجاہلیۃ و غواد فی الاسلام حضرت
 صدیق نے حضرت عمر سے فرمایا کیا جاہلیت کے زمانہ میں تو تم سرکش اور سخت تھے۔ اسلام میں آکر اتنا
 اور کمزور ہو گئے۔ آنحضرت کائنات کے ہر عرب کے کئی قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ حضرت صدیق
 نے کہا میں ان سے لڑتا تھا۔ حضرت عمر نے یہ رائے دی کہ تم تالیف قلوب چاہئے۔ تب حضرت صدیق نے
 یہ فرمایا نہ غواہ نہ لافہ پ ملاحظہ

دعا و دین فکرتاں و اذین من قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انما نفع العباد طاعتا و الامت لا نفع بقدر
العرب غلبہ غلبہ طورتک الناس صدقة هذه السنة - اس کی روایت رزین نے کتاب
حقا قدی میں حضرت عمر کے اُس قول سے کی ہے جو آپ نے حضرت ابو بکر سے کہا -
کہ عرب اپنے مال کے متعلق بخل پر آمادہ ہو گئے ہیں اور جب تم عربوں کو اپنے سے
متفرق کر دو گے تو پھر کچھ بھی نہیں کر سکتے ہو - بہتر ہے کہ اس سال کی زکوٰۃ اور
صدقات کا مال چھوڑ دو - (تاریخ خمس جلد ۲ ص ۱۲۲) اور علامہ ابن الوردي نے
لکھا ہے - دفایام ابی بکر منعت بنی یزید الزکوٰۃ و کان یبکون مالک بن نويرة قدم على البقیة
واسم فوله صدقة قومہ فلما منع الزکوٰۃ اسئل ابوبکر الیہ خالدا فی معنى الزکوٰۃ - حضرت
ابو بکر کی خلافت میں قبیلہ بنو یزید نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا - اس قبیلہ کا سردار اور
بزرگ مالک بن نویرہ حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا تھا
اور آنحضرت نے قبیلہ بنو یزید کی زکوٰۃ وصول کرنے کا کام اسی کے سپرد کر دیا
تھا - پس جب اس نے (بعد وفات رسول) حضرت ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا
تو آپ نے انہیں کی طرف خالد کو فروغ کے ساتھ زکوٰۃ کے لئے جہاد کرنے کی غرض سے
بھیج دیا - (تاریخ ابن الوردي ص -) - اور علامہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے - فنبیہم
البکر الحب و اراد قتالہم فقالوا لعلی ولا تؤوی الزکوٰۃ - فقال الناس اقبل منهم یا خلیفۃ
رسول اللہ فان العمد حدیث والعرب کثیر و نحن شر ذمۃ قلیلون لا طاقة لنا بالعرب
منع اننا قد سمعنا رسول اللہ یقول امت ان اقامت الناس حق یتولوا لاله الا اللہ فاذا
قالوا اصعدوا منی دما و هم و اموا لہم لا یجمعوا و حسا بھم علی اللہ - فقال ابو بکر هذا
من حقما لا بد من القتال - فقال الناس لعلی بہ فکلمہ لعلہ یرجع عن رایہ هذا
قیقبل منهم الصلابة و یغیرہم من الزکوٰۃ فخلو بہ عمر خارجہ فاجع فقال واللہ لو منونی فھا
کا لوالیہ و نہ انی رسول اللہ لقاتلہم علیہ و لو لم اجد احدا اقامہم بہ لقاتلہم
وحدی - حضرت ابو بکر نے انہوں سے جنگ چھیڑ دی اور جہاد کا ارادہ کر لیا تو ان پیادوں نے کہا
ہم سب غازی تو ٹیوہ و ہم ہی صرف زکوٰۃ ہی نہیں دیتے (پھر ہم سے جہاد کیوں کیا جائے) اس پر
وہ صحابہ جو حضرت ابو بکر کے موافق تھے بولے کہ اس نے رسول اللہ کی پیادوں کی حدت قبول

